آیات ظلم کا منتخب تفاسیر کی روشنی میں تجزیاتی مطالعہ

(عصر حاضر کے تناظر میں)

تحقیقی مقالہ برائے ایم فل علوم اسلامیہ

مقالہ نگار

محمد طارق

ایم فل، اسکالر

رجسٹریشن نمبر:

1420MPHIL/IS/F17

نگرانِ مقالہ

ڈاکٹر عافیہ مہدی

لیکچرار، شعبہ علومِ اسلامیہ

نمل اسلام آباد

شعبہ علوم اسلامیہ

فیکلٹی آف سوشل سائنسز

نیشنل یونیورسٹی آف ماڈرن لینگویجز، اسلام آباد

سیشن 2017-2020

آیات ظلم کا منتخب تفاسیر کی روشنی میں تجزیاتی مطالعہ

(عصر حاضر کے تناظر میں)

تحقیقی مقالہ برائے ایم فل علوم اسلامیہ

مقالہ نگار

محمد طارق

ایم فل، اسکالر

رجسٹریشن نمبر:

1420MPHIL/IS/F17

نگرانِ مقالہ

ڈاکٹر عافیہ مہدی

لیکچرار، شعبہ علومِ اسلامیہ

نمل اسلام آباد

شعبہ علوم اسلامیہ

فیکلٹی آف سوشل سائنسز

نیشنل یونیورسٹی آف ماڈرن لینگویجز، اسلام آباد

سیشن 2017-2020

© محمد طارق

بسم الله الرحمن الرحيم

فہرستِ عنوانات

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
.1	فہرست عنوانات (Table of Contents)	iv
.2	مقالہ کی منظوری کا فارم (Thesis Acceptance Form)	ix
.3	حلف نامہ (Declaration)	x
.4	انتساب (Dedication)	xi
.5	اظہار تشکر (A Word of Thanks)	xi
.6	Abstract	xiii
.7	مقدمہ (Preface)	xiv
.8	**باب اول: ظلم کی صورتیں، دائرہ کار اور منتخب تفاسیر کا تعارف**	1
.9	**فصل اول: ظلم کا معنی و مفہوم**	2
.10	مبحث اول: ظلم کا مفہوم و دائرہ کار	3
.11	مبحث دوم: ظلم کی مذمت از روئے قرآن و حدیث	12
.12	**فصل دوم: ظلم کی اقسام اور صورتیں**	14
.13	مبحث اول: ظلم کی اقسام	15
.14	مبحث دوم: معاشرے میں ظلم کی مختلف صورتیں	19
.15	مبحث سوم: قرآن اور ظلم کی مختلف اشکال	25
.16	**فصل سوم: منتخب تفاسیر کا تعارف و خصوصیات**	33

.17	**باب دوم: منتخب تفاسیر کی روشنی میں اعتقادی وعباداتی ظلم**	40
.18	**فصل اول: اعتقادی اور عباداتی ظلم کی صورتیں**	40
.19	مبحث اول: اعتقادی فقدان	41
.20	مبحث دوم: شرک ومشرکانہ رسومات اور عباداتی ظلم	55
.21	**فصل دوم: اعتقادی وعباداتی ظلم کے اثرات**	70
.22	مبحث اول: اعتقادی اثرات	71
.23	مبحث دوم: اخلاقی اثرات	73
.24	مبحث سوم: فکری اثرات	75
.25	**فصل سوم: اعتقادی وعباداتی ظلم کا تدارک**	77
.26	مبحث اول: اعتقادی ظلم کا تدارک	78
.27	مبحث دوم: عباداتی ظلم کا تدارک	86
.28	**باب سوم: منتخب تفاسیر کی روشنی میں ظلم بالنفس**	87
.29	**فصل اول: نفس کی اقسام ازروئے قرآن**	88
.30	مبحث اول: نفس امارہ	90
.31	مبحث دوم: نفس لوامہ	92
.32	مبحث سوم: نفس مطمئنہ	92
.33	**فصل دوم: ظلم بالنفس کی صورتیں**	94
.34	مبحث اول: حقوق اللہ کا بیان	95

.35	مبحث دوم: حقوق العباد اور ظلم کی صورتیں	100
.36	**فصل سوم: ظلم بالنفس کا تدارک**	105
.37	مبحث اول: رجوع الی اللہ	106
.38	مبحث دوم: صلہ رحمی اور حقوق العباد	107
.39	مبحث سوم: احکام الٰہی پر آمادگی	108
.40	**باب چہارم: منتخب تفاسیر کی روشنی میں معاشرتی و اخلاقی ظلم**	109
.41	فصل اول: معاشرتی ظلم کی صورتیں	110
.42	مبحث اول: رشوت، کرپشن اور بددیانتی	115
.43	مبحث دوم: قتل وغارت اور فتنہ	116
.44	مبحث سوم: خاندانی سطح پر ظلم کی صورتیں	121
.45	**فصل دوم: اخلاقی ظلم کی اشکال**	128
.46	مبحث اول: اخلاق حسنہ اور اخلاق رزیلہ کا مطالعہ	129
.47	مبحث دوم: اخلاق رذیلہ اور ظلم کا باہمی تعلق	131
.48	**فصل سوم: معاشرتی و اخلاقی ظلم کے اثرات**	138
.49	مبحث اول: زیادتی کے اثرات	139
.50	مبحث دوم: بے راہ روی و غیر اخلاقی انداز فکر کے اثرات	141
.51	مبحث سوم: بھوک و افلاس کے اثرات	143
.52	**باب چہارم: معاشرتی و اخلاقی ظلم کا تدارک**	144

.53	**فصل اول:**	**معاشرتی ظلم کا تدارک**	145
.54	مبحث اول:	معاشی نقطہ نظر سے	146
.55	مبحث دوم:	معاشرتی سطح پر	148
.56	مبحث سوم:	خاندانی سطح پر ظلم کا تدارک	150
.57	**فصل دوم:**	**اخلاقی ظلم کا تدارک**	152
.58	مبحث اول:	اخلاقی تربیت و معاشرے کی ذمہ داری	155
.59	مبحث دوم:	اخلاق حسنہ کا اطلاق	156
.60	خلاصہ کلام / بحث		157
.61	نتائج		157
.62	سفارشات		158
.63	فہارس مقالہ		159
.64	فہرستِ آیات		160
.65	فہرستِ احادیث مبارکہ		164
.66	فہرستِ مصادر و مراجع		165

منظوری فارم برائے مقالہ ودفاع مقالہ

(Thesis and Defense Approval form)

زیر دستخطی تصدیق کرتے ہیں کہ انہوں نے مندرجہ ذیل مقالہ پڑھا اور مقالہ کے دفاع کو جانچا ہے، وہ مجموعی طور پر امتحانی کارکردگی سے مطمئن ہیں اور فیکلٹی آف سوشل سائنسز کو اس مقالے کی منظوری کی سفارش کرتے ہیں۔

مقالہ بعنوان: **آیات ظلم کا منتخب تفاسیر کی روشنی میں تجزیاتی مطالعہ (عصر حاضر کے تناظر میں)**

Analytical Study in The Light of Selected Interpretations of verses of Oppression in the Context of Modern Times

Aayat e Zulm ka Muntahab Tafaseer ki Roshni mein Tajziati Muatala(Asr e Hazir ke Tanazir Mein)

نام ڈگری: ایم فل علوم اسلامیہ

نام مقالہ نگار: محمد طارق

رجسٹریشن نمبر: 1420-MPHIL/IS/17

ڈاکٹر عافیہ مہدی

(نگران مقالہ) نگران مقالہ کے دستخط

پروفیسر ڈاکٹر شاہد صدیقی

(ڈین فیکلٹی آف سوشل سائنسز) ڈین فیکلٹی آف سوشل سائنسز کے دستخط

پروفیسر ڈاکٹر محمد سفیر اعوان

(پروریکٹر اکیڈمکس) پروریکٹر اکیڈمکس کے دستخط

تاریخ:

حلف نامہ فارم

(Candidate declaration form)

میں محمد طارق ولد حیدر زمان

رجسٹریشن نمبر: 1420-MPHIL/IS/17

طالبعلم، ایم فل شعبہ علوم اسلامیہ، نیشنل یونیورسٹی آف ماڈرن لینگویجز (نمل) اسلام آباد حلفاً اقرار کرتا ہوں کہ مقالہ

بعنوان: **آیات ظلم کا منتخب تفاسیر کی روشنی میں تجزیاتی مطالعہ (عصر حاضر کے تناظر میں)**

Analytical Study in The Light of Selected Interpretations of verses of Oppression in the Context of Modern Times

Aayat e Zulm ka Muntahab Tafaseer ki Roshni mein Tajziati Muatala(Asr e Hazir ke Tanazir Mein)

ایم فل علوم اسلامیہ کی ڈگری کی جزوی تکمیل کے سلسلہ میں پیش کیا گیا ہے، اور **ڈاکٹر عافیہ مہدی** کی نگرانی میں تحریر کیا گیا ہے، راقم الحروف کا اصل کام ہے، اور یہ کہ مذکورہ کام نہ تو کہیں اور جمع کروایا گیا ہے، نہ ہی پہلے سے شائع شدہ ہے اور نہ ہی مستقبل میں کسی بھی ڈگری کے حصول کے لئے کسی دوسری یونیورسٹی یا ادارے میں میری طرف سے پیش کیا جائے گا۔

نام مقالہ نگار: محمد طارق

دستخط مقالہ نگار: ____________

نیشنل یونیورسٹی آف ماڈرن لینگویجز اسلام آباد

انتساب

تمام تعریفیں اس ذات کے لیے جو تمام جہاں کا رب ہے۔
میں اپنے اس حقیر کوشش کو پیغمبر خدا کے بعد ان تمام ہستیوں کے نام منسوب کرتا ہوں۔ جن کی کوششوں سے انسانوں کو نہ صرف صراط مستقیم ملا، بلکہ ان کی زندگیاں بھی بدلیں۔
اس کے بعد میں اپنا یہ مقالہ اپنے والدین کے نام جن کی محبت حوصلہ افزائی اور دعاؤں سے یہ کام پایہ تکمیل تک پہنچا۔

اظہار تشکر

تمام تعریفیں اللہ تعالی ہی کی ذات کو لائق ہیں، جس نے انسان کو ان گنت نعمتوں سے نوازہ ہے جس کے قبضہ قدرت میں کائنات کل ہے، جس کی توفیق اور احسان سے ہی سب کچھ ممکن ہے۔ میں اس ذات کا شکر گزار ہوں جس کے احسانات نے جہاں کئی اور شکلوں میں مجھے محیط کیے ہوئے ہیں، ان میں سے ایک احسان یہ بھی ہے جس کی بدولت اس علمی و تحقیقی کام کو کرنے کی توفیق ملی اور یہ کام ہر مرحلے میں آسانیوں کے ساتھ پایہ تکمیل کو پہنچا۔

سب سے پہلے میں نیشنل یونیورسٹی آف ماڈرن لینگویج اسلام آباد کے شعبہ علوم اسلامیہ کا شکر گزار ہوں۔ جس نے مجھے اس تحقیقی کام کا موقع فراہم کیا۔ اس کے ساتھ صدر علوم اسلامیہ نمل محترم پروفیسر ڈاکٹر نور حیات کا شکر گزار ہوں، جن کی رہنمائی اور حوصلہ افزائی سے کام میں ذوق کو تقویت ملی۔ ڈاکٹر عافیہ مہدی صاحبہ استاد شعبہ علوم اسلامیہ نمل اسلام آباد جو کہ میری نگران تحقیق ہیں، ان کا خصوصی شکریہ ادا کرتا ہوں، جنہوں نے قدم بہ قدم ہر لحاظ سے ہر تحقیقی پہلوؤں اور معاملات میں ایسی رہنمائی کی جس سے کام میں مزید باریکیوں کو تحقیق کا موقع ملا اور احسن طریقے سے مکمل ہوا۔

اس کے علاوہ میں شکریہ ادا کرتا ہوں والدین، اساتذہ کرام، رفقائے کار اور احباب کا جنہوں نے اپنی قیمتی رائے، حوصلہ افزائی کے ساتھ اپنی دعاؤں میں یاد کیا۔

محمد طارق

Abstract

Oppression (cruel, injustice) is the antonyms of justice and has a simple, vast and more broad sense of meaning ,but commonly or simply it means disfavor or deviate others rights, while in broad sense it carry meaning of breaking universal or revealed commands of ALLAH for humanity as mention in Holy Book in each and every sphere of life. In the Holy Book, different verses reveals depth meaning of oppression related to human and else with all its sorts and range. Human deviate other rights as well as ALLAH rights and all universal commands for selfishness in all area of life including creed, society, matters, and becomes wrong doer, so it(oppression) leave a long term impacts on both society and himself. A common layman is unable to understand the meaning of oppression as the verses of Holy Book high light. It is the need of time to high light the facts about oppression as it mention in all verses of Book directly or in directly while covering all aspects of life in contemporary scenario.

The major and core aim of this thesis is to high light oppression, its sorts, effected area of life, impacts, consequences and recommendation for its solution in the light of selected tafaseer,quran and sunnah.

For this thesis, selected commentaries (Tafsir Mazhari, Tafsir Qurtubi and Tafsir Ibn Kathir) and analytical methodology will be adopted.Beside these tafseers,secondry tafaseer (Maari ful Quran,Bayanul quran and Tadabar quran) will be adopted.

This thesis comprises of four chapters, where first chapter elaborate meaning and nature of oppression, second its sorts, third critical explanation and fourth its consequences and solution.

مقدمہ

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم وعلی آلہ واصحابہ اجمعین اما بعد

موضوع کا تعارف: (Introduction of the Research Topic)

کائنات میں ہر چیز کی تخلیق فطرت کے اصولوں پر مبنی ہے۔اور یہی وہ فطری اصول ہوتے ہیں جن کی بنیاد پر ہر چیز اپنے اپنے دائرہ کار میں نظم وضبط کے ساتھ رواں دواں ہوتی ہے۔اسی نظم و ضبط کو عدل کہاجاتاہے۔ جب یہی عدل معاشرے کے انفرادی واجتماعی افراد میں فطری اصولوں کی روشنی میں عملی شکل میں ہوتاہے۔تو وہ معاشرہ ہر لحاظ سے نہ صرف امن وامان کا گہوارہ ہوتاہے۔ بلکہ اجتماعیت و یگانگیت کی بھی عکاسی کرتاہے۔لیکن جب یہی عدل توازن میں نہیں ہوتا تو وہاں نظم وضبط بھی قائم نہیں رہتااور نتیجے میں ظلم جنم لیتاہے۔جو زندگی کے اعتقادی،عباداتی،معاشرتی،معاملاتی اور اخلاقی شعبوں کو نہ صرف متاثر کرتا ہے بلکہ معاشرے میں دیگر جرائم کا سبب بھی بنتاہے۔اور اس طرح پورا معاشرہ مفلوج ہو کر رہ جاتاہے۔اوریوں ظلم ہی اصل میں وہ بنیادی سبب اور تخم ہے جو معاشرے کے امن کے شیرازے کو ہر لحاظ سے بکھیرنے میں اہم کردار ادا کرتاہے۔جہاں ہر زمانہ ظلم کے اثرات کامظہر رہا وہاں معاصر معاشرہ بھی اس کی عملی تطبیق اور عکاسی کرتاہے۔ جیسے عام طور پر ظلم،جبر،ناانصافی،تشدد، بربریت اور عدم عدل جیسے الفاظوں سے تعبیر کیا جاتاہے۔یہ ایسی کیفیت ہوتی ہے جس سے نہ صرف معاشرے کی امن کی بنیادیں ودیواریں کھوکھلیں ہوجاتی ہیں۔بلکہ اس سے پورے معاشرے کا توازن بگڑ جاتاہے۔اور نتیجے کے طور پر معاشرے میں نہ صرف ایک دوسرے حقوق کی پامالی،حق تلفی اور ظلم وجبر کے راستے کھل جاتے ہیں۔معاصری معاشرہ اس کی عملی شکل کی عکاسی کرتاہے۔ایسے معاشرے میں ظلم کو منتخب قرآنی تفاسیر کی روشنی میں اس کی مختلف مروجہ صورتوں کو عوام الناس پر ایساعیاں کیا جائے کہ اس کے اثرات ونتائج سے واقفیت کے ساتھ ساتھ اس سے بچاو کا قرآنی حل پیش کیا جائے،تاکہ ایسا معاشرہ دوبارہ امن کا گہوارہ بن جائے۔

بنیادی طور پر اس طرح کے موضوع کو خاص طرز کی روشنی میں بیان اور اس کا حل پیش کرنا ممکن ہوتاہے جب انہیں موضوع خاص(تفسیر) کے تحت بیان کیاجائے،مقالہ ہذا بھی ایک موضوع تخصص کے زمرے میں آتاہے،جیسے تفسیر موضوعی کہاجاتاہے،جس کی تعریف اور اصول وضوابط ہوتے ہیں،جو کہ مندرجہ ذیل ہیں۔

تعریف تفسیر موضوعی

ڈاکٹر مصطفیٰ مسلم مباحث فی التفسیر الموضوعی میں تفسیر موضوعی کی تعریف یوں بیان کرتے ہیں:

" التعليق الموضوعي هو الذي سيتم فيه شرح الموضوعات الأساسية للقرآن" (1)

تفسیر موضوعی وہ ہے جس میں قرآن حکیم کے بنیادی موضوعات کی تفسیر کی گئی ہو

اس سے ظاہر ہوا کہ تفسیر موضوعی کی مختلف اقسام(تفسیر موضوعی قرآن بالقرآن، تفسیر موضوعی آیات بالاحکام، الدرسات فی علوم القرآن اور الاشباہ النظائر) میں ایک قسم الاشباہ النظائر ہے جس سے مراد ایسی تفسیر ہے جس میں کسی خاص موضوع سے متعلق قرآن کریم کی آیتوں میں موجود نکات اور مطالب کو بیان کرنا ہے۔ تفسیر کی اس قسم میں محقق کسی موضوع سے مربوط تمام آیات کو جو قرآن میں مذکورہ طور پر موجود ہوتی ہیں، جمع کر کے ان میں تحقیق کرتا ہے۔

اہمیت تفسیر موضوعی

ڈاکٹر مصطفیٰ مسلم نے مباحث فی التفسیر الموضوعی میں تفسیر موضوعی کی جو اہمیت واضح کی ہے، ان کو مندرجہ ذیل نکات کی شکل میں تحریر کیا جاتا ہے۔(2)

1۔ اعجاز قرآن سے جدید وجوہات کا ظاہر ہونا۔

2۔ موضوع کے انفرادی خاصیت کو جانچنا۔

3۔ مبین موضوع کے متعلق معلومات حاصل ہونا۔

4۔ قرآنی علوم کے لیے قواعد وضوابط کا معلوم ہونا۔

5۔ تفسیر القرآن بالقرآن کی اہمیت کا معلوم ہونا۔

6۔ تفسیر موضوعی کے تحت متعلقہ تحقیق کی گہرائی کو سمجھنے ، بیان کرنے اور اس درپیش تحقیق کا حل آسانی سے ممکن بن جاتا ہے۔

تفسیر موضوعی کے اصول وضوابط

ڈاکٹر مارزن شاکر التمیمی نے اصول و قواعد التفسیر الموضوعی القرآن میں مندرجہ ذیل اصول و قواعد وضوابط بیان کیے ہیں۔(3)

1۔ موضوع کے تعین میں قرآن کے اصولوں کو مد نظر رکھنا۔

2-قرآن حکیم کی خصوصیات کی رعایت کرنا۔

3۔ ہر آیت کو انفرادی طور پر سمجھنا۔

(1) مصطفیٰ مسلم, مباحث فی التفسیر الموضوعی، دارالقلم، دمشق، شام، طبع سوم، ۲۰۰۰، ص ۱۷

(2) مصطفیٰ مسلم, مباحث فی التفسیر الموضوعی، دارالقلم، دمشق، شام، طبع سوم، ۲۰۰۰، ص ۲۹

(3) مارزن شاکر التمیمی, اصول و قواعد التفسیر الموضوعی القرآن، مکتبہ الحسینی، کربلا، عراق، طبع اول، ۲۰۱۵، ص ۳۶

4۔ تفسیر قرآن بالقرآن کا رعایت رکھنا۔

5۔ تفسیر کی جزیت کو مد نظر رکھنا۔

6۔ قرآن کریم کی موضوعی آیات پر اکتفا کیرنا۔

7۔ تفسیر موضوعی کے اسلوب کو مد نظر رکھنا۔

ضرورت واہمیت(Importance of the Topic)

آج کے دور کو سائنس وٹیکنالوجی کا دور کہا جاتا ہے۔ ہر طرف مادیت کی ترقی کا بول بالا نظر آرہا ہے اور یوں انسان اپنی ضروریات کو پورا کرنے کے لیے ہمہ وقت مصروف ومگن دکھائی دیتا ہے۔ اگر عمیق وبصیرت کی نظر سے مطالعہ کیا جائے تو یوں محسوس ہوتا ہے ایک طرف انسان معاشرے میں مادی لحاظ سے خوشحال ہے۔ تو دوسری طرف اسی معاصری معاشرے کا شیرازہ بکھیرہ ہوا نظر آتا ہے۔ جہاں ہر طرف عقائد، اخلاق معاملات، معاشرت اور معاش میں دوسروں کے حقوق کی پامالی، ظلم و ستم، ناانصافی، بربریت وتشدد ہی کی عکاسی ہو رہی ہے۔ جس کی وجہ انسان کی دین سے غفلت اور دوری نظر آتا ہے۔ لہذا وقت کا تقاضہ ہے کہ معاشرے میں پائے جانے والے تمام ظلم مروجہ صورتوں کو منتخب قرآنی تفاسیر کی روشنی میں نہ صرف نشاندہی کی جائے۔ بلکہ اس کے لیے قرآنی لائحہ عمل بھی تشکیل دیا جائے۔

موضوع پر سابقہ کام کا جائزہ :(Literature Review)

ظلم کے موضوع پر مختلف صورتوں میں مختلف انداز میں کام ہوا ملتا ہے، جن کی تفصیل یہ ہے۔

1۔ إنكار الظلم في ضوء الكتاب والسنة (محمند ابراهيم ،جامعة النجاح الوطنية، فلسطين،۲۰۰۷)

2۔ ظلم کی مذمت قرآن وسنت کی روشنی میں مولانا محمد اعظم، مکتبہ علم ونور،۲۰۱۱ راجستھان، انڈیا

3۔ معاشرتی ظلم کے اسباب، ڈاکٹر خلیل رند، مکتبہ قرآن محل،۲۰۱۳، جام شورو، سندھ، پاکستان

4۔ ظلم کے اثرات، مولانا محمد ہارون، مکتبہ فرقان، دھیلپور، ۲۰۱۰، گجرات، انڈیا

تحقیق میں موجودہ خلا: (Reaearh Gape)

ہر دور میں ہر معاشرے کے اندر ظلم کے خلاف اور عدل وانصاف کے حق میں آواز اٹھائی جاتی رہی۔ تاکہ معاشرے میں بنیادی حقوق کی پاسداری کے ساتھ ساتھ معاشرے کو بنیادی حکم خداوندی کی روشنی میں استوار کیا جاسکے۔ لیکن سوال یہ اٹھتا

ہے کہ آیا معاشرے کے اندر پائے جانے والی ظلم کی مختلف صورتوں کو قرآنی و تفاسیری (تفسیر قرطبی، تفسیر ابن کثیر اور تفسیر مظہری) آراء کی روشنی میں واضح کرنے کی کوشش بھی کی گئی؟ اور اس کے سدباب کے لیے کیا کوئی قرآنی لائحہ عمل بھی اپنایا گیایا نہیں؟

جواز تحقیق: (Rationale of study)

اگرچہ ظلم پر مختلف طرز میں مواد عیاں ہے، لیکن کسی خاص انداز اور شکل میں اس وقت کی ضرورت ہے کہ ظلم کو فطری انداز میں بیان کیا جائے، لہذا اس کی عملی تطبیق کو سامنے رکھتے ہوئے مقالہ نگار نے قرآن حکیم میں مذکورہ آیات ظلم کو منتخب تفاسیر کی روشنی میں پرکھنے اور کھوج لگا کر ظلم کی حقیقت، اثرات اور تدارک کو بیان کرنے کے لیے اس موضوع کا انتخاب کیا۔

تحقیق میں موجودہ خلا: (Reaearh Gape)

ہر دور میں ہر معاشرے کے اندر ظلم کے خلاف اور عدل وانصاف کے حق میں آواز اٹھائی جاتی رہی۔ تاکہ معاشرے میں بنیادی حقوق کی پاسداری کے ساتھ ساتھ معاشرے کو بنیادی حکم خداوندی کی روشنی میں استوار کیا جاسکے۔ لیکن سوال یہ اٹھتا ہے کہ آیا معاشرے کے اندر پائے جانے والی ظلم کی مختلف صورتوں کو قرآنی و تفاسیری (تفسیر قرطبی، تفسیر ابن کثیر اور تفسیر مظہری) آراء کی روشنی میں واضح کرنے کی کوشش بھی کی گئی؟ اور اس کے سدباب کے لیے کیا کوئی قرآنی لائحہ عمل بھی اپنایا گیایا نہیں؟

تحدید موضوع: (Limitation and Delimitions)

مقالہ ہذا میں آیات ظلم کو بنیادی اقسام ظلم کی روشنی میں مذکورہ موجودہ معاشرے میں (اعتقادی، عباداتی، اخلاقی اور معاشرتی) ظلم کی صورتوں کو منتخب تفاسیر (تفسیر قرطبی، تفسیر ابن کثیر اور تفسیر مظہری) کی آراء و روشنی میں واضح کرتے ہوئے وراس کے لئے لائحہ عمل کی نشاندہی کی گئی ہے۔ اس کے علاوہ مقالے کی ضرورت کے پیش معاون تفاسیر کے ساتھ ساتھ دیگر علمی کتب اور علمی مواد سے بھی استفادہ لیا جائے گا۔

مقاصد تحقیق: (Research Objectives)

مقالہ ہذا کے مندرجہ ذیل مقاصد ترتیب دیئے گئے ہیں:

1۔ قرآن کریم سے ظلم کا مفہوم اور اس کی صورتوں کی نشاندہی کرنا۔

2۔ اعتقادی وعباداتی ظلم کی صورتیں اور ان سے بچاؤ کی تدابیر منتخب تفاسیر کی روشنی میں واضح کرنا۔

3۔ بالنفس ظلم کی صورتیں اوران سے بچاؤ کی تدابیر منتخب تفاسیر کی روشنی میں واضح کرنا ۔

4۔ معاشرتی واخلاقی ظلم کی صورتیں اوران سے بچاؤ کی تدابیر منتخب تفاسیر کی روشنی میں واضح کرنا۔

5۔ عصر حاضر میں معاشرے میں ظلم کی موجودہ صورتوں کے تدارک کا منتخب تفاسیر کی روشنی میں لائحہ عمل پیش کرنا۔

موضوع کے تحقیقی سوالات:(Research questions)

مقالہ ہذاکے درجہ ذیل سوالات مقررہ کیے گیے ہیں۔

1۔ قرآن حکیم میں ظلم کا مفہوم، صورتیں اور دائرہ کار کیاہے ؟

2۔ منتخب تفاسیر میں عباداتی واعتقادی ظلم کی کون سی صورتیں اور ان کے اثرات بیان کیے گئے ہیں اور ان کے تدارک کا کیالائحہ عمل پیش کیا۔

3۔ قرآن حکیم نے ظلم بالنفس سے کیا مراد لیاہے ؟اوراس سے بچاؤ کے لیے منتخب تفاسیر کے مفسرین نے کیا آرابیان کی ہیں۔

4۔ منتخب تفاسیر میں معاشرتی واخلاقی ظلم کی کیا جہتیں ہیں ؟اوران کے تدارک کے لیے کیا تجاویز پیش کی گئ۔

اسلوب تحقیق وطریقہ:(Research methodology)

مقالہ ہذاکا اسلوب تحقیق بیانیہ اور تجزیاتی ہے۔جس کے لیے درج ذیل ٹولز کو اختیار کیا گیاہے۔

1۔ ابواب بندی، فصول بندی کی تفصیل فہرست مقالہ کے شروع میں دی گئی ہے۔

2-منتخب تفاسیر کو اصل مصادر کے طور پر لیا گیا۔

3۔ حسب ضرورت معاصری تفاسیر کے نقطہ نظر کو بھی استفادہ کے لیے استعمال کیا گیا۔

4۔ عصر حاضر کے جدید ذرائع اخبارات، رسائل وجرائد کے علاوہ دیگر علمی کتب سے بھی استفادہ کیا گیا۔

6۔ مقالہ کے آخر میں خلاصہ بحث اور سفارشات بھی مرتب کی گئ ہیں۔

باب اول

ظلم کی صورتیں، دائرہ کار اور منتخب تفاسیر کا تعارف

فصل اول: ظلم کا معنی و مفہوم

فصل دوم: ظلم کی اقسام اور صورتیں

فصل سوم: منتخب تفاسیر کا تعارف و خصوصیات

فصل اول: ظلم کا معنی و مفہوم

مبحث اول: ظلم کا لغوی و اصطلاحی مفہوم

1۔ ظلم کا لغوی مفہوم

لفظ ظلم کا مادہ (ظ ل م) مصدر ہے اور یہ ثلاثی مجرد کے باب کے وزن پر آتا ہے ظلما اس کا مشتق ہے جس کے معنی زیادتی، تجاوز اور انحراف کرنے کے ہیں۔ جب کہ عموم میں اس سے مراد کسی چیز کو اس کے مقام سے دور رکھنا یا ہٹانا۔ عربی اور اردو لغات میں ظلم کے مفہوم درج ذیل بیان ہوئے ہیں۔

لسان العرب میں ظلم کا مفہوم اسطرح بیان ہوا ہے

" الظُّلْمُ: وَضْع الشيء في غير موضِعه. ومن أمثال العرب : مَنْ أَشْبَهَ أَباه فما ظَلَم وفي المثل: من اسْتَرْعَى الذِّئْبَ فقد ظلمَ "[1]

کسی چیز کو غیر موزوں مقام پر رکھنا۔ جیسا کہ عربی کہاوت ہے جو اپنے باپ کے مشابہ ہو ا اس نے کوئی غلطی نہیں، یعنی تخلیقی شکل و صورت میں مشابہ ہونا، اسی طرح کہاوت ہے جس نے بھیڑیئے سے رکھوالی کرائی اس نے غلطی کی۔

اسی طرح معجم مقاییس اللغۃ کے مطابق:

" الظُّلْمُ:خِلَافُ الضِّيَاءِ وَالنُّورِ، وَضْعُ الشَّيْءِ غَيْرَ مَوْضِعِهِ تَعَدِّيًا "[2]

ظلم سے مراد روشنی کے متضاد اندھیرے کے، کسی چیز کو غیر موزوں جگہ رکھنا

المفردات فی غرائب القرآن کے نزدیک:

"الظلم : لا تضع عنصرًا في موقعه المحدد ، إما عن طريق التقليل أو المبالغة "[3]

ظلم: کسی چیز کو اس کے مخصوص مقام پر نہ رکھنا خواہ کمی یا زیادتی کر کے۔

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ کسی چیز کو اسکے صحیح وقت اور اصلی جگہ سے ہٹا کر کسی چیز کا توازن بگاڑ دینا اور تجاوز کرنے کے ہیں اور اس تجاوز کا اطلاق سب کو لازم آتا ہے، یعنی بنیادی یعنی فطری قوانین سے انحراف کرنا ہے، جو اصل کے متضاد ہونے کی وجہ سے اس کی حقیقت میں تبدیلی کا سبب ہے۔

---

(1) ا بن منظور افریقی ، **لسان** العرب ، دار صادر ، بیروت ، لبنان، ج ٦، ص ٢٧٥٦

(2) احمدابن فارس القزوینی ، *معجم مقاییس اللغۃ* ، دارالجبل، بیروت، لبنان، ج ٥، ص ٢٦٦١

(3) راغب **اصفہانی** ، ا لمفردات القرآن، دارلعلم دمشق ، ص٩٤١

اسی طرح جبر اور تاریکی کے معنی ظلم کے مفہوم میں آتے ہیں، جیسا کہ مختار الصحاح کے مطابق:

"الظلم تعني الإساءة والقمع والظلام والقسوة والمصاعب والظلم والإكراه"(1)

ظلم کا مطلب ہے زیادتی، جبر، تاریکی، ظلم، مشقت، ناانصافی اور جبر۔

قاموس القرآن میں ظلم کے معنی یوں بیان ہوئے ہیں:

ناانصافی، شرک، نفاق، گناہ، اصل سے ہٹ جانا، سطح میں فرق ظلم کا اصل معنی ہیں۔(2)

لغات القرآن میں ظلم کا مفہوم یوں بیان ہوا ہے:

بے انصافی، زبردستی، حدود سے عبور ہو جانا۔(3)

القاموس الوحید میں ظلم کے مفہوم کو کثیر الفاظ میں بیان کیا گیا جیسے ظلم سے مراد:

زیادتی کرنا، غلط روش اختیار کرنا، ناانصافی، بدسلوکی، حد سے تجاوز کرنا، بے موقع رکھنا، حق گھٹانا، بے انصافی، اصل سے دور، کمی کرنا۔(4)

مندرجہ بالا کتب کی آراء اور تجزیہ سے واضح ہوا کہ ظلم سے مراد زیادتی، جبر، تاریکی، غلط روش اختیار کرنا، معاشرہ میں بے انصافی کا بول بالا، نیز کسی چیز کو اس کے اصلی مقام سے ہٹا کر دوسرے مقام پر رکھنا ظلم ہے۔

---

(1) محمد بن ابی بکر، مختار الصالح ، دارلکتب و السنہ ،ریاض ،سعودی عرب ،ص ۵۷۰

(2) زید العابدین سجاد، قاموس القرآن، دالاشاعت، کراچی ۲۰۱۱، ص ۳۳۸

(3) محمد عبد الرشید نعمانی، لغات القرآن، دالا اشاعت، کراچی ۲۰۰۱، ص ۱۳۸

(4) وحید الزمان قاسمی کیرانوی، القاموس الوحید، ، ادارہ اسلامیات، کراچی ۱۹۹۰، ص ۵۰۴

ظلم کا اصطلاحی مفہوم

جیسا کہ لفظ ظلم اصطلاحی نقطہ نظر سے مختلف مقامات میں مختلف شکلوں اور مقامات میں استعمال ہوا ملتا ہے، جس سے ظلم کے مفہوم کی وسعت اور اس کے اطلاق کا اندازہ ہوتا ہے۔ اس ضمن میں لغویین، اور اہل علم کے ہاں مختلف نکتہ نظر اور آراء پائی جاتی ہیں۔ جیسا کہ:

الکامل فی اللغۃ میں ظلم کا مفہوم یوں مذکور ہے:

"الظلم: الابتعاد عن شيء أصلي"[1]

ظلم: کسی چیز کا اصل سے دور ہو جانا

اسی طرح ادب الکاتب میں ظلم کی وضاحت ان الفاظ میں درج ہے:

"الظلم : لا يوجد شيء مشترك"[2]

ظلم: کسی چیز کا اصل سے مشابہت نہ ہونا

اس تعریف کی رو سے ظلم سے مراد اصل کو اس کے متعلقہ حدود سے ایسا تبدیل اور دور کر لینا لیا کہ اس کی عکاسی ذات سے الگ معلوم ہو ظاہر ہوتا ہے۔

الغریب المصنف کے مطابق:

" الظلم: رحيل الأصل عن موقعه وحقه "[3]

ظلم: اصل کا اس کے مقام اور حق سے دور ہونا

متعلقہ مفہوم سے یہ بات سامنے آتی ہے۔ کہ ظلم کسی چیز کا اپنی اصل سے اتنا دور ہونا کہ اس کے متبادل سے اصل نظر نہ آتا ہو جیسے دن کی ضد رات ہے۔ اسی طرح موزوں کو ناموزوں کے مقام دینا واضح ہوتا ہے۔

اسی طرح المحیط فی اللغۃ میں ظلم کا مفہوم اس طرح بیان ہوا ہے:

الظلم: رفع، تجاوز، رفع شيء فوق مستواه[4]

ظلم: کسی چیز کو اس کی سطح سے اوپر اٹھانا، تجاوز کرنا، اضافہ کرنا

---

(1) المبرد ،**الکامل فی اللغۃ**، دار احل الکوثر،کویت، ج ۳ ،ص ۷۷۰

(2) **ابن قتیبہ،ادب الکاتب** ، دارالفکراسلامی ،کیرو،مصر ،۱۹۸۱، ص۳۹۱

(3) ابو عبیدہ ،الغریب المصنف ، دارالثور،ریاض،سعودی عرب، ۲۰۰۹ ،ص ۸۷۰

(4) ابن عباد، **المحیط فی اللغۃ**، دارلفکرو العلم،ریاض،سعودی عرب،۱۹۹۲،ص۱۲۹۰

مذکورہ تعریف سے یہ ظاہر ہوتا ہے، کہ کسی اضافت سے چیز کی بنیاد میں فرق آجاتا ہے جو اصل کی خاصیت میں تبدیلی کا سبب بنتا ہے، جو زیادتی کے زمرے میں آتا ہے۔

الجمہرۃ اللغۃ کے نزدیک:

"الظلم : لا تعطي أصالة شيء ما"[1]

ظلم: کسی چیز کی ماہیت کو اصل نہ دینا

تہذیب اللغۃ میں ظلم کا مطلب یوں بیان ہوا ملتا ہے:

"الظلم: من الواضح أن تفقد الحق الأساسي لشيء ما في فقدان حقه الأساسي ، مثل فقدان النباتات أو التربة أو الضوء أو الماء"[2]

ظلم: کسی چیز کی بنیادی فطری اساس ضروریات میں کمی یا بیشی کر کے اس کے بنیادی حق کے توازن کو کھو دینا واضح کیا ہے، جیسے نباتات کو مٹی، روشنی یا پانی سے محروم کرنا۔

اس تعریف کی رو سے یہ اخذ ہوتا ہے کہ فطرت کو متاثر کرنا ہی ظلم کے زمرے میں آتا ہے، یعنی جو فطرت نے جس چیز کے لیے جو اصول، قوانین وضع اور متعین کیے ہیں، ان کو ذاتی مقام سے الگ رکھنا ہی اصل سے انحراف کرنا ہے، جس سے اصل اپنے ذاتی اوصاف سے محروم ہو جاتا ہے، جو زیادتی اور ظلم ہے۔

المنجد کے مولف کی نظر میں ظلم سے مراد:

ظلم کو بے موقع رکھنا حق کی کمی کرنا اسی سے ہے جیسے سرپرست کا اپنے محکوموں پر ظلم کرنا اسی طرح ہے یا جیسے حاکم سے کسی کے ظلم کی شکایت کرنا اور حاکم کا اس سے انصاف کرنا۔

صاحب فرہنگ آصفیہ کے مطابق:

ظلم کا مطلب زیادتی، جبر و تعدی، اندھیر، بے رحمی، سختی، بے انصافی، زبردستی، لیا ہے۔[3]

تاج العروس کے مطابق:

"الظلم : لا تضع عنصرًا في موقعه المحدد"[4]

ظلم: کسی چیز کو اس کے مخصوص مقام پر نہ رکھنا

قاموس الفاظ واصطلاحات قرآن میں ظلم کا مطلب یوں مذکور ہے:

---

(1) ابن درید، **الجمہرۃ اللغۃ** ، دارلعلم ،بیروت، لبنان،۲۰۰۳،ص۹۰۳

(2) محمد الازہری، **تہذیب اللغۃ** ، دارالغرب اسلامی،بیروت،لبنان ۲۰۰۲ ، ص۱۶۱

(3) سید احمد دہلوی، فرہنگ آصفیہ ،اردو سائنس بورڈ،۲۰۱۰، اپر مال روڈ لاہور ،ج۳،ص۲۵۵

(4) زیدی ،تاج العروس، ،دارلکتب،کویت،۱۹۹۲ ،ص۱۰۹۰

"ظلم کسی کے حق کو دبانا یا دوسروں کو محروم کرنا، جیسا کہ خدا کے حقوق یا خود اپنے نفس کو حقوق کی تعمیل سے دور رکھنا"(1)

اس مفہوم سے اس بات کی وضاحت ملتی ہے کہ اللہ کے حقوق میں حق تلفی سے آدمی شرک کا ارتکاب کرتا ہے۔ جو کسی اور طریقے سے نہیں کرتا، جیسا کہ آیت ﴿ إِنَّ الشِّرْكَ لَظُلْمٌ عَظِيمٌ ﴾ میں لفظ ظلم کے اندر حق تلفی کا عنصر پایا جاتا ہے، اسی طرح کسی کا حق جو آپ پر عائد ہوتا ہے اس کو غصب کرنا یہ ظلم کی ایک صورت ہے جبکہ دوسری صورت یہ ہے کہ آپ تعدی کرکے دوسرے کے پاس جو کچھ ہے اس کو چھیننے اور غصب کرنا دوسرے کے حق کو ضائع کرنا ہے۔

اسی طرح اسلامی انسائیکلوپیڈیا میں ظلم کا مطلب یوں درج ہے:

"حق تلفی، کسی بات میں کمی یا بیشی جو حق وانصاف کے خلاف ہو، ناانصافی، اور زیادتی کرنا"(2)

اس سے یہ بات سامنے آتی ہے کی ہر اصل کی اصل کو اس کے حق سے ہٹانا ہی اس سے ناانصافی ہے، جو فطرت کے تقاضوں کے میعار کو پورا نہیں کرتا۔

التعریفات میں ظلم کا مفہوم یوں بیان ہیں:

"الظلم: وضع الشيء في غير موضعه"(3)

ناانصافی: کسی چیز کو غلط جگہ پر ڈالنا۔

اس مفہوم سے یہ وضاحت ملتی ہے کہ کسی چیز کو فطری حق سے دور رکھنا اس کے حق کو متاثر کرنا ہے، جو کہ زیادتی ہے۔

قاضی زید العابدین رقمطراز ہیں:

ناانصانی، شرک، نفاق، گناہ، ظلم کا اصل معنی ہیں۔(4)

لغات القرآن میں ظلم کے معنی یوں بیان ہیں:

بے انصافی، زبردستی۔(5)

صاحب لغات نے ظلم کا مفہوم و مطلب اندھیرا یا تاریکی مراد لیا ہے۔(1)

---

(1) امین احسن اصلاحی، قاموس الفاظ واصطلاحات قرآن، دارہ التذکیرہ لاہور، ۲۰۰۵، ج۲، ص۵۹

(2) سید قاسم محمود، اسلامی انسائیکلوپیڈیا، شاہکار بک فاؤنڈیشن، ۱۹۸۴ کراچی، ص۱۰۱۸

(3) الشریف الجرجانی، التعریفات، دارالکتب العلم ، بیروت، لبنان۲۰۰۹، ج ٤، ص ١٤٥٧

(4) قاضی زید العابدین، قاموس القرآن، دالاشاعت، کراچی، ۲۰۱۱، ج ۲، ص۳۲۴

(5) محمد عبدالرشید نعمانی، لغات القرآن، ج۳، ص۱۱۷

مذکورہ لغوی واصطلاحی تعریفات، دائرہ استعمال اور ظلم کے معنی کی وسعت کے مطالعہ سے ثابت ہوا ہے کہ ظلم دراصل کسی چیز کے فطری متعین حق کو اس چیز کے حق سے دور رکھنا یا اس حق میں ردوبدل کر کے اس چیز کے اصل مقام سے الگ رکھنا ہے۔

آیات ظلم کا دائرہ کار

قرآن حکیم میں آیات ظلم کے مطالعہ اور مفہوم سے علم ہوتا ہے کہ ظلم کا محور اطلاق استعمال واثرات کے اعتبار سے مختلف واقعات ومقامات میں کئی پہلوؤں سے نمایاں طور پر بیان ہوا ملتا ہے۔ جس کی وجہ سے متعدد آیات میں لفظ ظلم کا اطلاق وسعت رکھتا ہے، اسی تناظر اور مقالہ کی مطلوب کو مد نظر رکھتے ہوئے بنیادی اقسام ظلم (حق اللہ، بالنفس اور حقوق العباد) کی روشنی میں ان ہی آیات کا انتخاب کیا گیا۔ سیاق وسباق کے پیش نظر لفظ ظلم کا مادہ اور اس کے مترادف الفاظ کی تطبیق کو آیات کی نظر میں اس طرح بیان کیا جاتا ہے۔

ناانصافی کرنا:

قرآن حکیم میں معاشرتی حقوق میں عدم پاسداری کو ناانصافی سے تعبیر کی گیا۔ جیسا کہ فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿قَالَ لَقَدْ ظَلَمَكَ بِسُؤَالِ نَعْجَتِكَ إِلَىٰ نِعَاجِهِ ۖ وَإِنَّ كَثِيرًا مِّنَ الْخُلَطَاءِ لَيَبْغِي بَعْضُهُمْ عَلَىٰ بَعْضٍ﴾[2]

ترجمہ: آپ نے فرمایا! اس کا اپنی دنبیوں کے ساتھ تیری ایک دنبی ملا لینے کا سوال بیشک تیرے اوپر ایک ظلم ہے اور اکثر حصہ دار اور شریک (ایسے ہی ہوتے ہیں کہ) ایک دوسرے پر ظلم کرتے ہیں

مذکورہ آیت کی وضاحت کرتے ہوئے امام قرطبی نے لفظ﴿ لَيَبْغِي بَعْضُهُمْ عَلَىٰ بَعْضٍ﴾ کی تشریح کو یوں ذکر کیا: "لقمع بعضنا البعض"[3] یعنی "(دبانا) ناانصافی اور حد سے بڑھ جانا" مراد لیا ہے۔ اس مفہوم سے جہاں سماجی حقوق جس کا اطلاق زندگی کے معاملات، اخلاق اور معاشرت شعبوں کو محیط کیے ہوئے ہے، کی فطرت، افادیت اور ان حقوق کے متاثر ہونے کے بعد اس کے اثرات کو واضح ہونا ملتا ہے، وہاں ہر ایک کا دوسرے پر جو حقوق عائد ہوتے ہیں، ذاتی حصول کے لیے دوسروں سے ان کے حق کو اصرار کر کے طلب کرنا یا حاصل کرنا بھی زیادتی کرنے کے زمرے میں آتا ہے۔

---

(1) فیروزالدین، فیروز لغات، فیروز سنز، کراچی، ۲۰۰۳، ص ۶۰۷

(2) سورۃ ص: ۲۴/۳۸

(3) ابو عبداللہ القرطبی، الجامع لاحکام القرآن، (مترجم) پیر محمد کرم شاہ ضیا القرآن، لاہور ۲۰۱۲ ج ۴ ص ۱۷۳

زیادتی کرنا:

ایک مقام پر اللہ کے احکامات کی نافرمانی کرنے کے بعد اس نافرمانی سے مراد زیادتی لیا گیا بھی ملتا ہے۔ جیسا کہ فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿ قَالَا رَبَّنَا ظَلَمْنَا أَنفُسَنَا وَإِن لَّمْ تَغْفِرْ لَنَا وَتَرْحَمْنَا لَنَكُونَنَّ مِنَ الْخَاسِرِينَ ﴾(1)

ترجمہ : دونوں نے کہا اے ہمارے رب! ہم نے اپنا بڑا نقصان کیا اور اگر تو ہماری مغفرت نہ کرے گا اور ہم پر رحم نہ کرے گا تو واقعی ہم نقصان پانے والوں میں سے ہو جائیں گے

مذکورہ آیت کی تفسیر میں صاحب مظہری نے انسان کا اپنے حق میں اللہ کے حکم کی عدولی کرنے کو ان الفاظ میں بیان کیا:

" اللہ تعالیٰ نے انسان کو جن احکامات (پھل کھانے سے منع فرمایا) سے منع کیا،انسان نے ان احکامات کو پردہ پشت ڈال کر روگردانی کر کے خواہشات کی تکمیل کی اور یوں اللہ کے حق ضائع کرکے اپنے نفس کے ساتھ زیادتی کا مرتکب ہوا "(2)

اس سے وضاحت ہوتی ہے کہ انسان مقرر کردہ احکامات کو توڑ کر اپنی ذات پر ظلم کرتا ہے۔

حق تلفی کرنا:

حقوق العباد کے ضمن میں حق تلفی کا مفہوم ظلم لیا گیا۔ جیسا کہ ارشاد ربانی ہے:

﴿ إِنَّ الَّذِينَ يَأْكُلُونَ أَمْوَالَ الْيَتَامَىٰ ظُلْمًا إِنَّمَا يَأْكُلُونَ فِي بُطُونِهِمْ نَارًا وَسَيَصْلَوْنَ سَعِيرًا ﴾(3)

ترجمہ : جو لوگ ناحق ظلم سے یتیموں کا مال کھا جاتے ہیں، وہ اپنے پیٹ میں آگ ہی بھر رہے ہیں اور عنقریب وہ دوزخ میں جائیں گے

متعلقہ آیت کے ذیل میں حقوق العباد کی وضاحت امام ابن کثیر نے ان الفاظ میں کی:

" معاشرے میں دوسروں کے حق کو ناجائز طریقے سے استعمال اور اس سے مستفید ہونے، یتیموں کے مال کو غیر شرعی طریقے سے ذاتی تصرف کرنا، یا کسی بھی نیک کام میں استعمال کرنا حق تلفی ہے "(4)

---

(1) سورۃ الاعراف: ۷/ ۲۳

(2) ثناءاللہ پانی پتی، تفسیر مظہری، (مترجم) عبد الدوائم، دارالاشاعت ۱۹۹۹، کراچی ج۳، ص ۲۳۱

(3) سورۃ النسا: ۱۰/۴

(4) ابو الفدا اسماعیل بن عمر بن کثیر، تفسیر القرآن العظیم، (مترجم) مولانا جونا گڑھی، مکتبہ قدوسیہ ۲۰۰۹، ج ۲، ص ۲۶۳

انحراف کرنا :

ایک مقام پر ظلم کے مترادف حکم عدولی احکامات باری تعالیٰ کے نتیجے میں انحراف لیا گیا۔ جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَ قَوْمَ نُوْحٍ مِّنْ قَبْلُ اِنَّهُمْ كَانُوْا هُمْ اَظْلَمَ وَ اَطْغٰى ﴾ (1)

ترجمہ : اور اس سے پہلے قوم نوح کو، یقیناً وہ بڑے ظالم اور سرکش تھے

متعلقہ آیت میں امام ابن کثیر نے ﴿ اَظْلَمَ وَ اَطْغٰى ﴾ کے تناظر میں انجام اعمال کی وضاحت کو ان الفاظ میں بیان کیا:

"یہ اللہ کی سنت اور دستور ہا کہ وہ کسی قوم یا فرد کو اس وقت تک ہلاک یا عذاب نہیں دیتا جب تک اس قوم میں اپنے احکامات کو پہنچا نہ دے، پیغام پہنچنے کے بعد جب قوم بغاوت کرتی ہے تو اللہ ان کو متعین انجام کا مزہ چکھاتا ہے۔ جیسا کہ آیت میں قوم نوح کے ذکر سے علم ہوتا ہے کے اس قوم کے افراد اللہ کے متعین احکامات کی حدود و قیود کا نہ صرف تجاوز یعنی انحراف حق اللہ کرنے والے تھے۔ بلکہ وہ اس سے انحراف یعنی نفس کے مقابلے میں احکامات کی روگردانی اور حکم عدولی کرتے تھے، جس کی وجہ سے اس قوم کے افراد اللہ کے عذاب کے مستحق بنے"(2)

حد سے تجاوز کرنا:

خاندانی عدم ادائیگی حقوق کے تناظر میں ظلم کے مترادف تجاوز کا ذکر ملتا ہے، جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ وتلك حدود الله ومن يتعد حدود الله فقد ظلم نفسه ﴾ (3)

ترجمہ : یہ اللہ کی مقررہ کردہ حدیں ہیں، جو شخص اللہ کی حدوں سے آگے بڑھ جائے تو اس نے یقینا اپنے اوپر ظلم کیا

امام کثیر اس آیت میں لفظ ﴿ يتعد ﴾ سے مراد تجاوز کرنا لیتے ہوئے ان الفاظ میں بیان کیا:

(1) ابن کثیر، تفسیر، القرآن العظیم، ج ۷، ص ۳۵۷

(2) القرطبی، الجامع لاحکام القرآن، ج ۱، ص ۱۷۳

(3) سورۃ الطلاق: ۶۵/ ۱

"حقوق طلاق اور اس کے تمام لوازمات کے شرعی تقاضوں کی پاسداری کرنے کی بجائے ان قوانین میں نفسانی خواہشات اور مرضی کو شامل کیا،اور متعین میں کم یا تجاوز کی شکل میں انحراف کرنا منافی فطرت ہے"[1]

اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ شرعی حدود کے بعد بھی ان احکامات کو پشت پردہ ڈال کر خود ساختہ اور مرضی سے حقوق و فرائض کو سرانجام دیناہی ظلم ہے۔

جبر وزبردستی سے کام لینا:

ایک جگہ آزادی حق دین کے معاملے میں ظلم کے مترادف جبر وزبردستی لیا گیا۔جیسا کہ فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿ لَا إِكْرَاهَ فِي الدِّينِ قَدْ تَبَيَّنَ الرُّشْدُ مِنَ الْغَيِّ فَمَنْ يَكْفُرْ بِالطَّاغُوتِ وَيُؤْمِنْ بِاللَّهِ فَقَدِ اسْتَمْسَكَ بِالْعُرْوَةِ الْوُثْقَى لَا انْفِصَامَ لَهَا وَاللَّهُ سَمِيعٌ عَلِيمٌ ﴾[2]

ترجمہ: دین کے بارے میں کوئی زبردستی نہیں، ہدایت ضلالت سے روشن ہو چکی ہے، اس لئے جو شخص اللہ تعالیٰ کے سوا دوسرے معبودوں کا انکار کرکے اللہ تعالیٰ پر ایمان لائے اس نے مضبوط کڑے کو تھام لیا، جو کبھی نہ ٹوٹے گا اور اللہ تعالیٰ سننے والا، جاننے والا ہے

بنیادی طور پر دین کے اختیار کرنے میں زبردستی نہیں، امام قرطبی نے لفظ﴿ لَا إِكْرَاهَ ﴾سے مراد" جبراً دین کی پیروی"کو بیان کرتے ہوئے آیت کی تشریح میں یوں تاویل بیان کی:

"جب بندہ بندگی میں کوئی مقام حاصل کرلیتاہے تو وہ خود آقائی کا دم بھرنے لگتاہے اور پھر بندوں سے اپنی بندگی کروانے پر اتر آتاہے اور یوں حق اللہ کی حدود و قیود کی پرواہ نہیں کرتا اور اسی طرح دوسروں کو جبراًدین کی پیروی کے معاملے میں مجبور کرنے پر آمادہ کرتا ہے"[3]

---

(1) ابن کثیر، تفسیر القرآن العظیم، ج ۲،ص ۳۵۷

(2) سورۃ البقرۃ:۲/۲۵۶

(3) القرطبی، الجامع لاحکام القرآن،ج ۲،ص ۱۷۳

مبحث دوم: ظلم کی مذمت ازروئے قرآن وحدیث

ظلم کی مذمت ازروئے قرآن:

اللہ کی ذات عادل ہے اور وہ عدل وانصاف کو پسند بھی کرتا ہے،اس کے برعکس ظلم وناانصافی کی جہاں مذمت کرتا ہے وہاں اس سے دور رہنے کا حکم بھی دیتاہے۔ قرآن مبین میں متعدد آیات میں مذمت ظلم کی نشاندہی ہوتی ہے،جہاں اللہ تعالیٰ براہ راست اس مذموم فعل سے اجتناب کرنے یابالواسطہ ایسے امور کا معاون یاحصہ بننے سے منع فرماتاہے،جو ظلم کا سبب بنتے ہوں،جیساکہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ اِنَّ اللّٰهَ يَاْمُرُ بِالْعَدْلِ وَ الْاِحْسَانِ وَ اِيْتَآئِ ذِی الْقُرْبٰى وَ يَنْهٰى عَنِ الْفَحْشَآءِ وَ الْمُنْكَرِ وَ الْبَغْيِ يَعِظُكُمْ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ ﴾[1]

ترجمہ :بے شک اللہ تعالیٰ عدل کا، بھلائی کااور قرابت داروں کے ساتھ سلوک کرنے کاحکم دیتاہے اور بے حیائی کے کاموں،ناشائستہ حرکتوں اور ظلم وزیادتی سے روکتا ہے، وہ خود تمہیں نصیحتیں کر رہا ہے کہ تم نصیحت حاصل کرو

ایک جگہ یوں ارشادوارد ہواہے:

﴿وَتَعَاوَنُوا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوَى وَلَا تَعَاوَنُوا عَلَى الْإِثْمِ وَالْعُدْوَان﴾[2]

ترجمہ :اور نیکی اور پرہیز گاری میں ایک دوسرے کی امداد کرتے رہو اور گناہ اور ظلم وزیادتی میں مدد نہ کرو

اسی طرح ناجائز طریقے سے دوسروں کے حق کو ضرب لگانے سے منع کرنے کاحکم بھی ملتاہے۔

﴿ وَلَا تَأْكُلُوا أَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ وَتُدْلُوا بِهَا إِلَى الْحُكَّامِ لِتَأْكُلُوا فَرِيقًا مِنْ أَمْوَالِ النَّاسِ بِالْإِثْمِ وَأَنْتُمْ تَعْلَمُونَ ﴾[3]

ترجمہ: اور ایک دوسرے کامال ناحق نہ کھایا کرو،نہ حاکموں کورشوت پہنچاکرکسی کاکچھ مال ظلم وستم سے اپنا کر لیا کرو، حالانکہ تم جانتے ہو

---

(1) سورۃالنحل:۱۶/۹۰

(2) سورۃالمائدۃ۲ :۵/

(3) سورۃالبقرۃ:۲/۱۸۸

ظلم کی مذمت ازروئے حدیث:

احادیث مبارکہ میں بھی اللہ تعالیٰ نے ظلم کی مذمت کو عیاں کیا ہے، جس کا اندازہ اس حدیث سے وضاحت کے ساتھ ملتا ہے جس میں اللہ تعالیٰ نے ظلم کو اپنی ذات پر حرام قرار دیا ہے، جیسا کہ حدیثِ قدسی ہے:

((يَا عِبَادِي إِنِّي حَرَّمْتُ الظُّلْمَ عَلَى نَفْسِي، وَجَعَلْتُهُ بَيْنَكُمْ مُحَرَّمًا، فَلَا تَظَالَمُوا)) (1)

ترجمہ: اے میرے بندو! میں نے ظلم کو خود اپنے اوپر حرام کرلیا، اور میں نے ظلم کو تُمھارے درمیان بھی حرام قرار دیا ہے تو تُم لوگ آپس میں ظلم نہ کرنا

ایک مقام پر یوں ارشاد نبوی ہے:

((المسْلِمُ أَخُو المسْلِمِ لاَ يَظْلِمُهُ)) (2)

ترجمہ: مُسلمان مُسلمان کا بھائی ہے اُس پر ظُلم نہیں کرتا

اِسی طرح فرمان نبوی ہے:

((انْصُرْ أَخَاكَ ظَالِمًا أَوْ مَظْلُومًا)) (3)

ترجمہ: تُم اپنے بھائی کی مدد کرو، خواہ وہ ظالم ہو یا مظلوم ہو

اس تناظر میں جب ایک صحابی نے عرض کیا کہ اللہ کے رسول ﷺ مظلوم بھائی کی مدد تو بات سمجھ میں آتی ہے لیکن ظالم بھائی کی مدد کیسے کریں؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ ظالم کی مدد یہ ہے کہ اسے ظلم سے منع کرو۔

قرآن و حدیث کے جائزے سے واضح ہوا کہ اسلامی معاشرہ میں ظلم اپنی کسی بھی شکل میں جائز نہیں، کیونکہ ظلم کے باعث معاشرے کا امن نہ صرف خطرے میں پڑ جاتا ہے، بلکہ انسانیت کے وجود کو بھی خطرہ لاحق ہو جاتا ہے، اس لیے قرآن و حدیث کی تعلیمات ظلم کی نفی اور عدل کے قیام پر زور دیتی ہے۔ جیسا کہ ظالم حکمران کے سامنے حق بات کہنا جہاد ہے ارشاد نبوی ہے:

((أَفْضَلُ الْجِهَادِ كَلِمَةُ عَدْلٍ عِنْدَ سُلْطَانٍ جَائِرٍ أَوْ أَمِيرٍ جَائِرٍ))

ترجمہ: ظالم حکمران کے سامنے حق بات کہنا سب سے افضل جہاد ہے

---

(1) حجاج بن مسلم، صحیح مسلم، کتاب البر والصلتہ، باب البر، دار السلام لاہو، ۲۰۰۹ حدیث ۵٦١٧

(2) بخاری، محمد بن اسماعیل، صحیح بخاری، کتاب المظالم، باب التحريم، حدیث ٦١٧١

(3) ایضا، حدیث ٦١٥١

(4) ایضا، حدیث ٦١٢١

فصل دوم

ظلم کی اقسام اور صورتیں

مبحث اول: ظلم کی اقسام

عموم میں لفظ ظلم استعمال کے لحاظ سے زندگی کے تمام شعبوں میں اثرات کی عکاسی کرتا دکھائی دیتا ہے، جیسے ایمانیات، عبادات، اخلاق اور معاملات۔ چونکہ ہر شعبہ الگ الگ احکامات شرعیہ کے متبع ہے لہذا ان تمام شعبوں یہ بات فطرتی تقاضہ بن جاتی ہے کہ ان احکامات شرعیہ کو مد نظر رکھتے ہوئے منقسم کیا جائے۔ صاحب مقائیس اللغتہ نے بنیادی طور پر ظلم کی تین مندرجہ ذیل اقسام بیان کی ہیں۔[1]

1۔ ظلم حقوق اللہ

2۔ ظلم بالنفس

3۔ ظلم حقوق العباد

1۔ ظلم حقوق اللہ

اللہ تعالیٰ کی ذات اپنے تمام کمالات وصفات کے لحاظ سے یکتا اور وحدہ لا شریک ہے، جیسا کہ قرآن حکیم میں فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿ قُلْ هُوَ اللَّهُ أَحَدٌاللَّهُ الصَّمَد لَمْ يَلِدْ وَلَمْ يُولَدوَلَمْ يَكُن لَّهُ كُفُوًا أَحَدْ ﴾[2]

ترجمہ: آپ کہہ دیجئے کہ وہ اللہ تعالیٰ ایک (ہی) ہے اللہ تعالیٰ بے نیاز ہے نہ اس سے کوئی پیدا ہوا نہ وہ کسی سے پیدا ہوا اور نہ کوئی اس کا ہمسر ہے

اللہ تعالیٰ کی انہی کمالات و صفات جیسے الوھاب عطا کرنے والا المغنی نوازنے والا، المستعان جس سے مدد مانگی جائے النصیر نصرت اور فتح دینے والا اور مدد کرنے والا۔ اللہ ہر مرحلے پر اپنی مخلوق کی مدد کرتے اور انہیں مصیبت سے نکالتے ہیں المجیب دعاؤں کا قبول کرنے والا اور بندوں کی پکار کا جواب دینے والا الوکیل۔ اس کا مطلب مدد گار کو اعتقادی وعباداتی نقطہ نظر سے کسی انسان یا خلقت میں تصور کرنا ماننا یا تسلیم کرنا اللہ کے حق کو ضائع کرنا ہے، جو کہ ظلم حق اللہ فی اعتقادہ ہے۔ جس کی تائید اس آیت سے ہوتی ہے:

﴿ الذین آمنوا ولم یلبسوا إیمانهم بظلم أولئك لهم الأمن وهم مهتدون ﴾

---

(1) احمد ابن فارس القزوینی، **مقائیس اللغة**، دارالجبل، بیروت،لبنان،ج ٥، ص ٢٦٦١

(2) سورۃ اخلاص:۱۱۲/ ۴-۱

ترجمہ : جو لوگ ایمان رکھتے ہیں اور اپنے ایمان کو شرک کے ساتھ مخلوط نہیں کرتے، ایسوں ہی کے لئے امن ہے اور وہی راہ راست پر چل رہے ہیں

امام قرطبی نے اس آیت کے ضمن میں لفظ " بظلم "سے مراد شرک لیا ہے۔[1]

اس عبارت سے عیاں ہوتا ہے کہ اللہ کے علاوہ ایسا کرنے سے ان خوبیوں اور حق عبادات کو گویا اس خلقت کی ذاتی ماننے کے برابر ہے، جو کہ ظلم حق اللہ فی عبادہ ہے، اسی طرح اللہ تعالیٰ کی ذات کی تمام جملہ صفات کو اس کی خلقت میں تسلیم کرکے اس سے اپنی ساری امیدیں وابستہ کرنا ہی نہ صرف عقیدے کے بگاڑ کا مظہر اور عکاسی کرتا ہے،بلکہ حق اللہ کو بھی ضائع کرکے ظلم کرتا ہے۔

2۔ ظلم بالنفس

اللہ کے احکامات زندگی کے تمام شعبوں کو محیط کیے ہوئے ہیں،انسان ان احکامات کی دو طرح سے نافرمانی کرکے اپنی ذات پر ظلم کرتا ہے ایک حق اللہ کے حقوق میں روگردانی اور دوسرا معاشرے میں رہتے ہوئے دوسروں کے حقوق کو ادانہ کرکے۔ جسکی تائید قرآن حکیم کی ان آیات سے ہوتی ہے،جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَإِذْ قَالَ مُوسَى لِقَوْمِهِ يَاقَوْمِ إِنَّكُمْ ظَلَمْتُمْ أَنْفُسَكُمْ بِاتِّخَاذِكُمُ الْعِجْلَ ﴾[2]

ترجمہ : جب موسیٰ نے اپنی قوم سے کہا! اے میری قوم بچھڑے کو معبود بنا کر تم نے اپنی ذات پر ظلم کیا ہے

اس آیت کا ظاہری نص اور مطلب ظلم کے عموم کی عکاسی کرتا ہے اور امام ابن کثیر نے اس آیت کے واقعے میں لفظ﴿ بِاتِّخَاذِكُمُ ﴾کی تاویل یوں فرمائی:

"وحدانیت، ذات وصفات کاملہ کو مخلوق میں سمجھ کر اس کو تخلیق کرکے حق کو پامال اور انحراف کرنا ذات میں اعتقادی حق تلفی کرنا ہے"[3]

اسی طرح معاشرے میں باہمی حقوق کی عدم ادائیگی اور اختلافات کے بعد ظلم کے نتیجے میں انسانوں پر اثرات کی تصویر کو قرآن حکیم کی اس آیت سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے،ارشاد ربانی ہے:

---

(1) القرطبی، الجامع لاحکام القرآن، ج ۴،ص ۵۲

(2) سورۃ البقرہ:۲/۵۴

(3) ابن کثیر ،تفسیر القرآن العظیم،ج ۲،ص ۳۵۷

﴿مَن قَتَلَ نَفْسًا بِغَيْرِ نَفْسٍ أَوْ فَسَادٍ فِي الْأَرْضِ فَكَأَنَّمَا قَتَلَ النَّاسَ جَمِيعًا ﴾[1]

ترجمہ : جو شخص کسی کو بغیر اس کے کہ وہ کسی کا قاتل ہو یا زمین میں فساد مچانے والا ہو، قتل کرڈالے تو گویا اس نے تمام لوگوں کو قتل کر دیا

معاشرتی توازن کو برقرار رکھنے کے لیے عدل وانصاف بنیادی جز ہے، مگر اس کا تجاوز کرنا اس عدل کے خلاف وزن میں بڑھ جاتا ہے اور اس سے انسان حدوددکو پھلانگ کر دوسروں کے حق کو ضائع کر کے اپنی نفس پر ظلم کرتا ہے۔

3۔ حقوق العباد میں ظلم

انسان معاشرے میں نہ صرف انفرادی فرد کی طرح سے زندگی بسر کرتا ہے۔ بلکہ سماجی طرح سے بھی جس سے اس پر معاشرے کے دوسروں کے حقوق بھی عائد ہوتے ہیں جس میں اخلاقی ومعاملاتی نمایاں ہیں، جیسے زوجین، والدین، رشتہ دار، اقربا، بہن بھائی جب انکے حقوق کی ادا نہیں کرتا تو گویا ان کا حق روک کر ان کے حق کی حق تلفی کر کے ظلم حقوق العباد کا مرتکب بن جاتا ہے، مثلاً گھریلو و معاملاتی لین دین میں ایک دوسرے کا حق کو زبردستی متاثر کرنا جو معاشرے میں رہتے ہوئے روشن دن کی طرح نظر آتا ہے، اسی طرح دوسروں کا حق مال کی شکل میں ناجائز استعمال کر کے نہ صرف اپنی ذات پر زیادتی کرتا ہے، بلکہ دوسروں کے حق کو بھی ضائع کرتا ہے، جیسا کہ فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَلَا تَأْكُلُوا أَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ وَتُدْلُوا بِهَا إِلَى الْحُكَّامِ لِتَأْكُلُوا فَرِيقًا مِنْ أَمْوَالِ النَّاسِ بِالْإِثْمِ وَأَنْتُمْ تَعْلَمُونَ ﴾[2]

ترجمہ اور ایک دوسرے کا مال ناحق نہ کھایا کرو، نہ حاکموں کو رشوت پہنچا کر کسی کا کچھ مال ظلم وستم سے اپنا کر لیا کرو، حالانکہ تم جانتے ہو

اس آیت کی تاویل امام ابن کثیر نے ان الفاظ میں بیان کی:

"ناجائز طریقے سے دوسروں کے حق کو اپنے ذاتی مفادات میں حد سے آگے استعمال کرنا ناانصافی ہے"[3]

اس مفہوم سے معاشرتی حقوق کو ضائع کرنا اور اس سے ظلم حقوق العباد کی نشاندہی ہونے کی تعبیر ملتی ہے۔

---

(1) سورۃ المائدۃ:۵/۳۲

(2) سورۃ البقرۃ:۲/۱۱۸

(3) ابن کثیر، تفسیر القرآن العظیم، ج۳، ص۴۸

اسی طرح اخلاقی لحاظ سے بھی ایک دوسرے پر باہمی حقوق عائد ہوتے ہیں، اور ادانہ کرنے سے اخلاقی حق ادا نہیں ہوتا اور اخلاقی ظلم کا تخم وجود میں آتا ہے، جیسے دوسروں کے کردار وزندگی کے امور کو آئینہ حق کی نظر کی بجائے ذاتی رائے کی آمیزش جیسے حسد، بغض، کینہ، لالچ اور طمع اوصاف رزیلہ کی ملاوٹ کے ساتھ بیان کیاجائے، مثلاً کسی کی مدح کو مذمہ اور کسی کی مذمہ کو مدح کے طور پر پیش کیاجائے تو یہ اخلاقی ظلم کے زمرے میں آتا ہے قرآن حکیم میں اس حق کے بارے میں آیاہے جیساکہ فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿وَلا تَجَسَّسُوا وَلا يَغْتَب بَّعْضُكُم بَعْضًا أَيُحِبُّ أَحَدُكُمْ أَن يَأْكُلَ لَحْمَ أَخِيهِ مَيْتًا فَكَرِهْتُمُوهُ وَاتَّقُوا اللَّهَ إِنَّ اللَّهَ تَوَّابٌ رَّحِيمٌ﴾[1]

ترجمہ: اور بھید نہ ٹٹولا کرو اور نہ تم میں سے کوئی کسی کی غیبت کرے۔ کیا تم میں سے کوئی بھی اپنے مردہ بھائی کا گوشت کھانا پسند کرتا ہے؟ تم کو اس سے گھن آئے گی، اور اللہ سے ڈرتے رہو، بیشک اللہ توبہ قبول کرنے والا مہربان ہے

اس آیت کی تاویل میں صاحب مظہری نے یوں لکھا:

"کسی کی عیب جوئی اور غیبت کرنا گناہ کبیرہ ہیں حکم امتناعی کے باوجود کرنے کو دوسروں کی حق تلفی کرنا اخلاقی ظلم بیان کیاہے"[2]

اس مفہوم سے کئی اور اخلاقی حقوق کے متاثر ہونے کے پہلو نظر آتے ہیں۔

یہ بات ہر لحاظ سے عیاں ہے کہ سماج میں ہر طرف سے اخلاقی و معاملاتی حوالے سے دوسروں کی حق تلفی ہوتی ہوئی نظر آتی ہے جیسے گھر، بازار، پڑوس، دفتر، ہسپتال، تفریحی مقامات اور روز مرہ عام باہمی معاملات اس کی عملی عکاسی دکھائی دیتے ہیں۔ جس کی بنیادی وجہ حقوق انسانی کی پامالی اور اخلاق کا گرتا ہوا معیار ہے۔

---

(1) سورۃ الحجرات:۴۹ /۱۲

(2) ثناء اللہ پانی پتی، تفسیر مظہری، ج۶، ص ۱۷۳

مبحث دوم: معاشرے میں ظلم کی مختلف صورتیں

ظلم کا اطلاق باعتبار وجود اور باعتبار اثرات ایک کثیف حجم کی شکل کا حامل ہے، تاہم ظلم کی نوعیت کو جاننے کے ساتھ ساتھ اس کی اقسام اور صورتوں میں تفریق کا جاننا بھی اس موضوع کی مزید وضاحت کے لیے بذات خود ایک ضرورت ہے۔ اقسام اور صورتوں میں بنیادی فرق یہ ہے کہ قسم کسی جنس کی وہ ذاتی وجود ہوتا ہے جس پر اس کی فطری تخلیق مبنی ہو، جبکہ صورت اس قسم کا باعتبار اثر یا استعمال ایک سے زائد کیفیات میں پایا جانا ملتا ہو۔ اس تفریق کی روشنی میں بنیادی اقسام ظلم کے مطالعے سے ظلم کی مندرجہ ذیل صورتیں سامنے آتی ہیں۔

1۔ ظلم کی اعتقادی صورتیں

2۔ ظلم کی عباداتی صورتیں

3۔ ظلم کی معاشرتی صورتیں

4۔ ظلم کی اخلاقی صورتیں

1۔ ظلم کی اعتقادی صورتیں

انسان کی تخلیق دینِ فطرت کے اصولوں پر مبنی ہے۔ جیسا کہ ارشاد باری تعالی ہے:

﴿ فَأَقِمْ وَجْهَكَ لِلدِّينِ حَنِيفًا فِطْرَتَ اللَّهِ الَّتِي فَطَرَ النَّاسَ عَلَيْهَا لَا تَبْدِيلَ لِخَلْقِ اللَّهِ ذَٰلِكَ الدِّينُ الْقَيِّمُ وَلَٰكِنَّ أَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُونَ ﴾ [1]

ترجمہ: پس آپ یکسو ہو کر اپنا منہ دین کی طرف متوجہ کر دیں۔ اللہ تعالیٰ کی وہ فطرت جس پر اس نے لوگوں کو پیدا کیا ہے، اللہ تعالیٰ کے بنائے کو بدلنا نہیں، یہی سیدھا دین ہے لیکن اکثر لوگ نہیں سمجھتے

اس آیت کی رو سے علم ہوتا ہے کہ انسان پیدائشی لحاظ سے احکامات الٰہیہ کی بجاآوری لانے کا مزاج رکھتا ہے، اور بعد میں اس کی توحید کو اپنانے میں اس کے والدین کے کردار کی وجہ سے یہ صلاحیت انحراف کا شکار ہو جاتی ہے، جس کا ثبوت اس حدیث سے ہوتا ہے، آنحضرت ﷺ کا فرمان ہے:

((كُلُّ مَوْلُودٍ يُولَدُ عَلَى الْفِطْرَةِ فَأَبَوَاهُ يُهَوِّدَانِهِ وَيُنَصِّرَانِهِ)) [2]

ترجمہ: رسول اللہ نے فرمایا کہ ہر نومولود بچہ فطرت پر پیدا ہوتا ہے پس اسکے والدین اسے یہودی اور نصرانی بنادیتے ہیں

(1) سورۃ الروم:۳۰/۳۰

(2) بخاری محمد بن اسماعیل، صحیح بخاری، کتاب التفسیر، مصباح العلم لاہور ۲۰۱۱ء ج ۲، ص ۸۱۱، حدیث ۱۸۸۰

علامہ ناصر الدین البانی نے اعتقادی تحریف کو یوں بیان کیا:

"انسان ماحول کے اثرات (داخلی و خارجی) کی وجہ سے انحراف کرتا ہے جو وقت کے ساتھ ساتھ فطری الوہیت اور صفات الہیہ کی جڑوں کو ایسا دھندلا کر لیتا ہے کہ انسان ہدایت و رشد کی روشنی سے محروم ہونے کے قریب ہوتا ہے۔ اور ایسے میں توحید کے اساسی اجزا کو پردہ پشت ڈال دیتا ہے جو نتیجتاً انسان کی فکری اعتقاد کو متاثر کرنے کے ساتھ ساتھ حق تلفی توحید باری تعالیٰ کا یقینی سبب بنتی ہے۔اور یوں انسان روشنی سے ظلمت کی طرف جانے کے علاوہ ایسے مشرکانہ عقائد،اخلاق واطوار اور جاہلانہ رسومات کی مختلف صورتوں جیسے اولیا،صلحااور نیک لوگوں کی عقیدت میں غلو کر کے اندھی تقلید کرنا شروع کر دیتاہے۔جو منافی توحید ہوتے ہیں"[1]

اسی طرح محمد بن عبد الوہاب نے اعتقادی شرک کی شکلوں کی نشاندہی یوں بیان کی:

" الإيمان بمعرفة الغيب ، الاعتقاد بالكاهن المنجم ، الصلاة والدفاع مع الخاطئ ، الخادع ، غير الله .الإيمان بممارسة التعرف على الأمور وفهمها مثل اليمين والبلطجة وتقليد المصادر غير الشرعية ، وقبول الأمور مثل الكنس التفاهم هو الشرك"

علم غیب پر اعتقاد رکھنا، نجومی کاہن کو مصدق سمجھنا ،پانسا، فال نکالنے والا غیر اللہ سے دعاو فریاد و استغاثہ کرنا،اسی کو مشکل کشاہ وحاجت روا سمجھنا، غیر اللہ کے لیے نذر ونیاز کو جائزماننا قبر پرستی کرنا، جادووشعبدہ بازی تعویذوگنڈے،وسیلوں کی غیر شرعی رسم کی تقلید ماننا، جھاڑ پھونک جیسے امور کوباعتبار ذات تسلیم کرنااور سمجھنا اعتقادی شرک ہے۔[2]

2۔ ظلم کی عباداتی صورتیں

اعتقادی بگاڑ اور انحراف انسان کی جب توحیدی فکری اساس کو ضعیف بناتا ہے تو اس کے اثرات اس کے اعمال کی روپ میں ظاہر ہوتے ہیں یہ فطری عمل مکافات ہے کہ جیسا تخم ارض میں بویا جاتا ہے ویسے ہی اس کا پھل نمودار ہوتا ہے۔ فکری تفریط کے نتیجے میں سب سے پہلے انسان کا یقین ٹوٹ کر شکست و ریخت میں تبدیل ہوتا

---

(1) ناصر الدین البانی، کتاب البدع، کتب خانہ الفہیم، موناتھ بھجن، یوپی، انڈیا، ۲۰۱۳، ص ۳۴۴

(2) محمد بن عبد الوہاب، کتاب التوحید، المکتبۃ الکوثر، کویت، ۲۰۱۴، ص ۲۵

ہے اضطراب شرک فی العبادۃ۔ یعنی اللہ تعالیٰ کی طرح کسی اور کو عبادت کا مستحق سمجھ بیٹھتا ہے، یا کسی مخلوق کے لئے عبادات کی مختلف اقسام میں سے کسی بھی قسم کی عبادت کا غیر اللہ کے لیے کر بیٹھتا ہے اور یوں اللہ کے حق کو اس کے غیر کی نظر کرتا ہے۔ لمعتہ الاعتقاد میں عباداتی صورتیں یوں مذکور ہیں:

" السجود على قبر الجاهل الجليل أو المتوفى الفاضل ، أو القيام بالرضاعة على قدم أو نبي أو وصي ، مثل الصوم طاعة أو تدور حول منزل أو قبر في نفس مكان الكعبة – . باسمه أو الاقتراب من غير الله ، لتلقي توصيته أو تخفيفه بخلاف ذلك ، وكذلك صفات الله سبحانه وتعالى سواء كانوا نشطين ، مثل إعطاء القوت أو الذبح أو العيش أو التكريم ، إلخ ، أو الشخصية أو الصفات هي إما الثبوتية أو السلبية من غير المعقول ربط هذه الصفات بأي منها على أنها مساوية لله"(1)

زندہ انسان یا فوت شدہ نیک لوگوں کی قبور کو تعظیم کے لیے سجدہ کرنا یا کسی پیر یا نبی یا ولی کے لیے عبات کرنا جیسے اس کے نام کا روزہ رکھنا یا غیر اللہ کے تقرب، سفارش حاصل کرنے یا اپنی حاجت روائی کے لیے اس کی نذر ماننا یا کسی جگہ مکان گھر یا قبر کا خانہ کعبہ کی طرح طواف کرنا، ان کے علاوہ اور جس قدر اللہ تعالیٰ کی صفات ہیں خواہ وہ صفات فعالیہ ہوں جیسے رزق دینا، مارنا، زندہ کرنا، عزت دینا وغیرہ یا شئونِ ذاتیہ یا صفات ثبوتیہ یا صفات سلبیہ ہوں۔ ان صفات کو ان میں کسی مخلوق کو اللہ تعالیٰ کے برابر سمجھنا اعتقادی شرک ہے۔

اسی طرح کتاب التوحید میں عباداتی اشکال کا ذکر اس طرح ملتا ہے:

" البؤس ، مع عطاءات الحيوانات أو أشياء أخرى مثل الأطراف والعطس ، ، فإن استخدام الخيوط ، والخرز ، والأساور ، وما إلى ذلك ، لحمايتهم من الكوارث والحفاظ عليهم في مأمن من الضربات ، الاعتقاد هو الشرك" (2)

بدشگونی لینا، جانوروں کی بولیوں سے یا دیگر چیزوں مثلاً اعضا کے پھڑکنے اور چھینک سے لوگ بد فالی لینا، آفات سے محفوظ رہنے اور بلاؤں سے امن میں رہنے کے لئے دھاگے، منکے، کوڑیاں وغیرہ کو باندھا اور ان کو موثرِ حقیقی سمجھنا اعتقادی شرک ہے۔

اس کے علاوہ عصر حاضر میں نمایاں عباداتی ظلم کے ذکر کا اثبات اور بھی ذرائع سے ملتا ہے، جیسا کہ الایمان میں عباداتی صورتوں کا تذکرہ یوں مذکور ہے:

" تقديم القبور ، الديكور ، التنوير والعرض ، تقديم الوعود باسم شخص آخر غير لله سبحانه وتعالى ، التقاط الصور أو تكريم الصور أو وضع أسماء الأئمة في محرم كونك مؤمنًا ، وتهرب من قبرًا ، أو تستدعي شخصًا أو وصيًا ، وتقول شيئًا صعبًا ، فهي أيضًا الشرك"(1)

---

(1) ابن قدامہ، لمعتہ الاعتقاد، المکتب التوحید، ریاض، سعودی عرب، ۲۰۱۱، ص ۵۱

(2) محمد بن عبد الوہاب، کتاب التوحید، ص ۸۱

قبروں پر چڑھاوا چڑھانا، تعزیہ بنانا، علم بنانا و چڑھانا،، نذر و نیاز دینا اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کے نام کی قسم کھانا تصویریں بنانا یا تصویروں کی تعظیم کرنا کسی پیر کے نام کی چوٹی رکھنا یا محرّم میں اماموں کے نام کا فقیر بننا، قبروں پر میلہ لگانا، کسی پیر یا ولی کو حاجت روا، مشکل کشا کہہ کر پکارنا بھی اعتقادی شرک ہے۔

مذکورہ تمام عباداتی اشکال اس بات کی وضاحت ملتی ہے کہ حق اللہ کے حق کو کسی اور میں موثر حقیقی سمجھنا نہ صرف ظلم حق اللہ ہے، بلکہ ظلم بذات بھی ہے۔

3۔ ظلم کی معاشرتی صورتیں

معاشرتی زندگی میں انسان پر دوسروں کے حقوق عائد ہوتے ہیں جن کی ادائیگی انسان پر لازم ہوتی ہے کیونکہ یہ عدل اور استحکام معاشرہ کی بنیادی مطلوب میں سے ہے۔ جس کا استدلال اس آیت سے ہوتا ہے:

﴿ اِنَّ اللّٰہَ یَامُرُ بِالعَدلِ وَ الاِحسَانِ وَ اِیتَائِ ذِی القُربٰی ﴾[2]

ترجمہ: بے شک اللہ تعالیٰ عدل کا، بھلائی کا اور قرابت داروں کے ساتھ سلوک کرنے کا حکم دیتا ہے

مذکورہ آیت حقوق کی نشاندہی کے ساتھ ساتھ اس کے اثرات اور نوعیت کو بھی بیان کرتی ہے، معاشرتی حقوق میں انفرادی جیسے ذاتی و اجتماعی جیسے عام مسلمان کا دوسرے پر حق، رشتہ دار، قرابت دار، فقرا و مساکین، خاندانی جیسے زوجین، والدین، بہن، بھائی، بیٹی، بیوی اور عمومی جیسے غیر مسلموں کے باہمی ایک دوسرے پر ہیں۔ ان حقوق کی عدم ادائیگی سے بہت سی معاشرتی ظلم کی صورتیں سامنے آتی ہیں، اس ضمن میں امام ابن کثیر نے ان صورتوں کو یوں بیان کیا:

"زوجین کے درمیان خاندانی صورت ظلم طلاق جنم لیتا ہے، عدم ادائیگی باہمی معاملات سے قتل وغارت کی صورت، معاشرت میں عدم عدل سے ناجائز خاندانی مال کا غصب کرنا، مال کا استعمال کر کے دوسروں کے حقوق کو پامال کرنا وجود لیتا ہے"[3]

4۔ ظلم کی اخلاقی صورتیں

---

(1) ابن تیمیہ، الایمان،، المکتب الاسلامی، عمان، ۱۸۸٦، ص، ۲۷

(2) سورہ النحل: ١٦ / ٩٠

انسان کی سیرت میں اخلاق کو نمایاں اور بنیادی ترجیح حاصل ہے، جس میں جسمانی اظہار کے ساتھ زبان بھی شامل ہے، انسان معاشرے میں کردار کے لحاظ سے دوسروں کے لیے ایک پہیہ کی حیثیت سے مقام رکھتا ہے۔ جہاں اسے معاشرے کے ہر مزاج کے فرد کے ساتھ واسطہ اور برتاؤ کرنا ہوتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ معاشرے کے استوار اور بگاڑ اخلاق کو چھت جیسی تشبیہ دی گی۔ اخلاق کی اہمیت کو امام غزالی نے ان الفاظ میں بیان کیا:

"من بين سمات أخلاق المسلم الجيد أنهم يفضلون الآخرين"[(1)]

"ایک اچھے مسلمان کے اخلاق حسنہ کے اوصاف میں یہ بات اولین خوائص میں سے ہوتی ہے کہ وہ دوسروں کو ذات پر ترجیح دیتے ہیں"

اسی طرح جب اخلاق باہمی حقوق کی پاسداری ہوتی ہے تو معاشرے کے تمام معاملات میں توازن اور روانگی برقرار رہتی ہے۔ یقیناً بھائی چارہ گی، الفت اور ایک دوسرے کے لیے قربانی کی فضا قائم ہوتی ہے، لیکن یہی اخلاق اپنے محور مرکز سے باہر جب حرکت کرتا ہے تو وہاں دوسروں کے حق تلفی کا پایا جانا یقینی ہوتا ہے۔ میں دوسرے مسلمان بھائیوں کی زبان سے دل آزاری کرنا، غیبت کرنا، حسد رکھنا، جھوٹ بول کے دوسروں کے حق کو ضائع کرنا شامل اور نمایاں ہے، اخلاق ظلم ہے۔ جس کی وضاحت اس آیت سے ہوتی ہے، فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿وَلَا تَجَسَّسُواْ وَلَا يَغۡتَب بَّعۡضُكُم بَعۡضًا أَيُحِبُّ أَحَدُكُمۡ أَن يَأۡكُلَ لَحۡمَ أَخِيهِ مَيۡتا فَكَرِهۡتُمُوهُ وَٱتَّقُواْ ٱللَّهَ إِنَّ ٱللَّهَ تَوَّاب رَّحِيم﴾[(2)]

ترجمہ : اور نہ تم میں سے کوئی کسی کی نہ تجسس اور نہ غیبت کرے۔ کیا تم میں سے کوئی بھی اپنے مردہ بھائی کا گوشت کھانا پسند کرتا ہے؟ تم کو اس سے گھن آئے گی، اور اللہ سے ڈرتے رہو، بیشک اللہ توبہ قبول کرنے والا مہربان ہے

---

(1) ابن کثیر، تفسیر القرآن العظیم، ج۲، ص۳۵۷

(2)ابو حامد الغزالی، احیا علوم الدین، المکتبہ العصریہ، بیروت، لبنان ۲۰۱۱، ج ۲ ص ۵۷۲

(3)سورۃ الحجرات : ۴۹/ ۱۲

اس آیت کی تشریح میں صاحب مظہری نے لفظ " وَلَا تَجَسَّسُوا وَلَا يَغْتَبْ " کو یوں تعبیر کیا:
" تجسس، عیب جوئی اور غیبت اوصاف اخلاق رذیلہ کا مظہر اور عکاس ہیں"(1)
'اس سے معلوم ہوتا ہے کہ مذکورہ صورتیں اخلاقی ظلم کو ظاہر کرتی ہیں۔
مذکورہ آیت کے تجزیہ سے جن اعتقادی، عباداتی، معاشرتی و اخلاقی حقوق تلفی کی وضاحت ظلم کی شکل میں ملتی ہے، وہ معاصر سماج میں ہر طرف روشن دن کی طرح عیاں ہے، اعتقادی و عباداتی لحاظ سے یہ حق تلفی ظلم کی شکل میں انفرادی و اجتماعی حلقہ اجتماع کے علاوہ مزارات اور عاملین کے ہاں عام پائی جاتی ہے، جبکہ معاشرتی و اخلاقی نکتہ نظر سے ، گھر ،بازار، عوامی مقامات کے ساتھ ساتھ دفتر، گلی محلے اور عام باہمی معاملاتی امور کے دوران اس فعل کا عکس نمایاں طور پر نظر آتا ہے۔

(1) ثناء اللہ پانی پتی، تفسیر مظہری ،ج ۵ ص ۱۸۳

مبحث سوم: قرآن اور ظلم کی مختلف اشکال

قرآن حکیم میں مذکورہ آیات ظلم کے مطالعہ کے بعد یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ ظلم کا مفہوم سیاق و اسباق کے تناظر میں مختلف انداز میں ملتا ہے،یہی وجہ ہے کہ اس ضمن میں آیات میں ظلم کا استعمال براہ راست اور بالواسطہ بھی متعدد مرتبہ وارد ہوا ہے۔ جس سے ظلم کی وسعت کا حجم اور وزن دائرہ اطلاق کے اعتبار سے بڑھ جاتا ہے اور یوں کسی عام اور متعین آیات ظلم کو موضوع اعتبار سے بیان کرنا بذات خود ضرورت بن جاتی ہے۔لہذا آیات واشکال ظلم کا انتخاب بنیادی تین اقسام ظلم کی بنیاد کی روشنی میں کیا گیا ہے۔

1-آیات واشکال ظلم حقوق اللہ

2-آیات واشکال ظلم بالنفس

3-آیات واشکال ظلم حقوق العباد

آیات واشکال قرآنیہ ظلم حقوق اللہ

توحید اللہ تعالیٰ کی ذات کا بنیادی حق ہے،اوراس حق ذات،صفات وافعال میں کسی کو شریک کرنا یا سمجھنا شرک کے زمرے میں آتا ہے جو حق تلفی و ظلم حق اللہ ہے جس کو قرآن حکیم نے ظلم عظیم سے تعبیر کیا۔جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ إِنَّ الشِّرْكَ لَظُلْمٌ عَظِيمٌ ﴾[1]

ترجمہ : بیشک شرک بڑا ظلم ہے

اس آیت کا ظاہری نص ہی ذات باری تعالیٰ کے حق کو متاثر کرنے کو جرم عظیم بتلاتا ہے کہ گویا کسی کو یا کسی میں ان صفات کو مترادف سمجھنا ہے۔

ایک اور جگہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَقَالَتِ الْيَهُودُ عُزَيْرٌ ابْنُ اللّهِ وَقَالَتْ النَّصَارَى الْمَسِيحُ ابْنُ اللّهِ ذَلِكَ قَوْلُهُم بِأَفْوَاهِهِمْ يُضَاهِؤُونَ قَوْلَ الَّذِينَ كَفَرُواْ مِن قَبْلُ قَاتَلَهُمُ اللّهُ أَنَّى يُؤْفَكُونَ ﴾[2]

ترجمہ: یہود کہتے ہیں عزیر اللہ کا بیٹا ہے اور نصرانی کہتے ہیں مسیح اللہ کا بیٹا ہے یہ قول صرف ان کے منہ کی بات ہے۔ اگلے منکروں کی بات کی یہ بھی نقل کرنے لگے اللہ انہیں غارت کرے وہ کیسے پلٹائے جاتے ہیں

---

(1)سورۃ لقمان: ۱۳/۳۱

(2)سورۃ التوبۃ:۹/۳۰

صفات توحید میں شرک کرنے والوں کا تذکرہ اس آیت سے بھی عیاں ہوتا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ وما یومن اکثرھم باللہ اِلا وھم مشرکونٓ﴾ (1)

ترجمہ : ان میں سے اکثر لوگ باوجود اللہ پر ایمان رکھنے کے بھی مشرک ہی ہیں

اللہ تعالیٰ ہی کے ہاتھ میں نفع، نقصان، بھلائی اور تمام امور خیر و شر اسی کی طرف منصوب ہیں۔ ان تمام کار خیر و شر کسی اور کے ہاتھ میں تسلیم کرنا یا سمجھنا حق اللہ کی حق تلفی کرنا ہے، جو کہ ظلم ہے۔ قرآن حکیم میں ان آیات سے اس کا تذکرہ ملتا ہے۔ فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَ لَا تَدْعُ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا یَنْفَعُكَ وَ لَا یَضُرُّكَ فَاِنْ فَعَلْتَ فَاِنَّكَ اِذًا مِّنَ الظّٰلِمِیْنَ ﴾ (2)

ترجمہ : اور اللہ کو چھوڑ کر ایسی چیز کی عبادت مت کرنا جو تجھ کو نہ کوئی نفع پہنچا سکے اور نہ کوئی ضرر پہنچا سکے۔ پھر اگر ایسا کیا تو تم اس حالت میں ظالموں میں سے ہو جاؤ گے

مذکورہ آیات کی رو سے یہ وضاحت ملتی ہے کہ تمام امور و واقعات کا تعلق صفات و مشیت الٰہیہ کے ساتھ جڑا ہے نہ کہ غیر اللہ کے ہاتھ میں ہے۔ اور ایسا تصور کرنا اللہ کے حق دوسروں کو دینا ہے، جو کہ ظلم حق اللہ ہے۔

ایک اور مقام پر فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿ فَاِذَا جَآءَتْهُمُ الْحَسَنَةُ قَالُوْا لَنَا هٰذِهٖ وَ اِنْ تُصِبْهُمْ سَیِّئَةٌ یَّطَّیَّرُوْا بِمُوْسٰی وَ مَنْ مَّعَهٗ اَلَآ اِنَّمَا طٰٓئِرُهُمْ عِنْدَ اللّٰهِ وَ لٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا یَعْلَمُوْنَ ﴾ (3)

ترجمہ: سو جب ان پر خوشحالی آجاتی تو کہتے کہ یہ تو ہمارے لیے ہونا ہی چاہئے اور اگر ان کو کوئی بدحالی پیش آتی تو موسیٰ (علیہ السلام) اور ان کے ساتھیوں کی نحوست بتلاتے۔ یاد رکھو کہ ان کی نحوست اللہ تعالیٰ کے پاس ہے، لیکن ان کے اکثر لوگ نہیں جانتے

مشکل کشائی اور تمام حاجات مخلوقات کو پورا کرنا صرف اللہ کی صفت ہے، مشکلات کا حل یا امیدوں کا پورا ہونا تصور کرنا کی صفات میں شرک اور ظلم ہے، فرقان حمید کی آیات سے نشاندہی ہوتی ہے، فرمان باری تعالیٰ ہے:

---

(1) سورۃ یوسف:۱۲/۱۰۶

(2) سورۃ یونس:۱۰/۱۰۶

(3) سورۃ الاعراف:۷/۱۳۱

﴿ وَ يَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا يَضُرُّهُمْ وَ لَا يَنْفَعُهُمْ وَ يَقُوْلُوْنَ هٰٓؤُلَآءِ شُفَعَآؤُنَا عِنْدَ اللّٰهِ قُلْ اَتُنَبِّـُٔوْنَ اللّٰهَ بِمَا لَا يَعْلَمُ فِی السَّمٰوٰتِ وَ لَا فِی الْاَرْضِ سُبْحٰنَه وَ تَعٰلٰی عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ﴾(1)

ترجمہ: اور یہ لوگ اللہ کے سوا ایسی چیزوں کی عبادت کرتے ہیں جو نہ ان کو ضرر پہنچا سکیں اور نہ ان کو نفع پہنچا سکیں اور کہتے ہیں کہ یہ اللہ کے پاس ہمارے سفارشی ہیں۔ آپ کہہ دیجئے کہ کیا تم اللہ کو ایسی چیز کی خبر دیتے ہو جو اللہ تعالیٰ کو معلوم نہیں، نہ آسمانوں میں اور نہ زمین میں، وہ پاک اور برتر ہے ان لوگوں کے شرک سے

ایک اور مقام پر یوں فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿ اِنْ تَدْعُوْهُمْ لَا يَسْمَعُوْا دُعَآءَكُمْ وَ لَوْ سَمِعُوْا مَا اسْتَجَابُوْا لَكُمْ وَ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ يَكْفُرُوْنَ بِشِرْكِكُمْ وَ لَا يُنَبِّئُكَ مِثْلُ خَبِيْرٍ ﴾(2)

ترجمہ: اگر تم انہیں پکارو تو وہ تمہاری پکار سنتے ہی نہیں اور اگر (بالفرض) سن بھی لیں تو فریاد رسی نہیں کریں گے، بلکہ قیامت کے دن تمہارے اس شرک کا صاف انکار کر جائیں گے۔ آپ کو کوئی حق تعالیٰ جیسا خبر دار خبریں نہ دے گا

اسی طرح آیات قرآنیہ میں اور بھی کئی نصوص سے علم ملتا ہے کہ حق اللہ کو مختلف زاویوں سے منصوب کر کے ظلم حق اللہ ضائع کرنے کی وضاحت ملتی ہے۔ جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَ مَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰی عَلَی اللّٰهِ كَذِبًا–اُولٰٓئِكَ يُعْرَضُوْنَ عَلٰی رَبِّهِمْ وَ يَقُوْلُ الْاَشْهَادُ هٰٓؤُلَآءِ الَّذِيْنَ كَذَبُوْا عَلٰی رَبِّهِمْ–اَلَا لَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَی الظّٰلِمِيْنَ ﴾(3)

ترجمہ: اس سے بڑھ کر ظالم کون ہو گا جو اللہ پر جھوٹ باندھے یہ لوگ اپنے پروردگار کے سامنے پیش کئے جائیں گے اور سارے گواہ کہیں گے کہ یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے اپنے پروردگار پر جھوٹ باندھا، خبردار ہو کہ اللہ کی لعنت ہے ظالموں پر

اللہ کے احکامات کی روگردانی کا ارتکاب کرنا بھی حق اللہ کو متاثر کرنے کے مترادف ہے، جس کی تائید ان آیات سے ہوتی ہے۔ جیسا کہ فرمان باری تعالیٰ ہے:

---

(1) سورۃ یونس: ۱۰/ ۱۸

(2) سورۃ فاطر: ۱۴/ ۳۵

(3) سورۃ ھود: ۱۱/ ۱۸

﴿ وَ قَوْمَ نُوْحٍ مِّنْ قَبْلُ اِنَّهُمْ كَانُوْا هُمْ اَظْلَمَ وَ اَطْغٰى ﴾ [1]

ترجمہ: اور قوم نوح سے پہلے کو، بے شک وہ بڑے ظالم اور سرکش تھے

ایک اور مقام پر یوں فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿ كَدَاْبِ اٰلِ فِرْعَوْنَ وَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ -كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِ رَبِّهِمْ فَاَهْلَكْنٰهُمْ بِذُنُوْبِهِمْ وَ اَغْرَقْنَآ اٰلَ فِرْعَوْنَ وَ كُلٌّ كَانُوْا ظٰلِمِيْنَ ﴾ [2]

ترجمہ مثل حالت فرعونیوں کے اور ان سے پہلے کے لوگوں کے کہ انہوں نے اپنے رب کی باتیں جھٹلائیں۔ پس ان تمام کے گناہوں کے باعث ہم نے انہیں برباد کیا اور فرعونیوں کو ڈبو دیا۔ یہ سارے ظالم تھے

2-قرآنی آیات میں ظلم بالنفس کی صورتیں

انسان زمین پر اللہ کا نائب ہے، اور اللہ تعالیٰ نے انسان کی انفرادی و اجتماعی زندگی کو گزرانے کا الہامی احکام سلیقہ عطا کر کے اس کے عقود و قیود کے اصول وضع کیے، جس کی پاسداری پر انعام اور انحراف پر سزا کا توازن و ترازو قائم کیا تاکہ نظام اعتدال برقرار رہے، جب ان وضع کردہ احکامات کی انسان حکم عدولی و روگردانی کرتا ہے، تو اللہ کے حق کو نہ صرف ضائع کرتا ہے، بلکہ اپنی ذات پر بھی ظلم کر بیٹھتا ہے، جس کا ذکر قرآن حکیم میں اس فرمان باری تعالیٰ سے ہوتا ہے:

﴿قَالَا رَبَّنَا ظَلَمْنَآ اَنْفُسَنَا ٚوَاِنْ لَّمْ تَغْفِرْ لَنَا وَتَرْحَمْنَا لَنَكُوْنَنَّ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ﴾ [3]

ترجمہ: انہوں نے کہا اے ہمارے رب! ہم نے اپنا بڑا نقصان کیا اور اگر تو ہمیں معاف نہ کرے گا اور ہم پر مہربانی نہ کرے گا تو واقعی ہم خسارہ پانے والے ہو جائیں گے

ایک اور آیت میں یوں فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿ فَاَكَلَا مِنْهَا فَبَدَتْ لَهُمَا سَوْاٰتُهُمَا وَ طَفِقَا يَخْصِفٰنِ عَلَيْهِمَا مِنْ وَّرَقِ الْجَنَّةِ-وَ عَصٰٓى اٰدَمُ رَبَّهٗ فَغَوٰى ﴾ [4]

---

(1) ابن کثیر، تفسیر القرآن العظیم،، ج ۷، ص ۳۶۳

(2) القرطبی، الجامع لاحکام القرآن،، ج ۴، ص ۱۷۳

(3) ابن کثیر، تفسیر القرآن العظیم، ج ۲، ص ۳۳

(4) ثناء اللہ پانی پتی، تفسیر مظہری، ج ۴ ص ۲۰۳

ترجمہ: چنانچہ ان دونوں نے اس درخت سے کچھ کھالیا پس ان کے ستر کھل گئے اور بہشت کے پتے اپنے اوپر ٹانکنے لگے۔ آدم (علیہ السلام) نے اپنے رب کی نافرمانی کی، پس بہک گیا

اسی طرح اللہ تعالیٰ کے ذاتی حق میں بھی انسان حق تلفی کر کے اپنے نفس پر ظلم کرتا ہے، جس کا اظہار اس آیت سے ہوتا ہے۔

﴿قَالَتْ رَبِّ اِنِّیْ ظَلَمْتُ نَفْسِیْ وَ اَسْلَمْتُ مَعَ سُلَیْمٰنَ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ﴾[1]

کہنے لگی میرے پروردگار! میں نے اپنے آپ پر ظلم کیا۔ اب میں سلیمان کے ساتھ اللہ رب العالمین کی مطیع اور فرمانبردار بنتی ہوں

توحید حق باری تعالیٰ میں ملاوٹ کر کے حق تلفی کرنا بھی ذات پر ظلم کرنا کے مترادف ہے، جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَإِذْ قَالَ مُوسَىٰ لِقَوْمِهِ يَا قَوْمِ إِنَّكُمْ ظَلَمْتُمْ أَنفُسَكُم بِاتِّخَاذِكُمُ الْعِجْلَ﴾[2]

ترجمہ: اور موسیٰ نے اپنی قوم سے کہا! بچھڑے کو معبود بنا کر تم نے اپنی نفسوں پر ظلم کیا ہے

انسان سے جب کسی دوسرے کا حق متاثر ہوتا ہے، تو بھی بالنفس پر زیادتی کرتا ہے، ذیل آیت سے اس کی دلالت ظاہر ہوتی ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿قَالَ رَبِّ إِنِّي ظَلَمْتُ نَفْسِي﴾[3]

ترجمہ: کہا اے میرے میں نے خود پر ظلم کیا

معاشرتی لحاظ سے بھی انسان جب دوسروں کے ساتھ انصاف کے توازن کو قائم نہیں کرتا اور ذاتی مفادات کی تکمیل کرنے لگتا ہے تو اس سے دوسروں کا حق غضب ہوتا ہے اور یوں ذات پر ظلم کرلیتا ہے۔ جیسا کہ ارشاد ربانی ہے:

﴿إِنِّي أُرِيدُ أَن تَبُوءَ بِإِثْمِي وَإِثْمِكَ فَتَكُونَ مِنْ أَصْحَابِ النَّارِ ۚ وَذَٰلِكَ جَزَاءُ الظَّالِمِينَ﴾[4]

ترجمہ میں تو چاہتا ہوں کہ تو میرا گناہ اور اپنے گناہ اپنے سر پر رکھ لے اور دوزخیوں میں شامل ہو جائے، ظالموں کا یہی بدلہ ہے

---

(1) القرطبی، الجامع لاحکام القرآن، ۲۰۱۲ء، ج ۶، ص ۲۰۶

(2) ابن کثیر، تفسیر القرآن العظیم، ج ۲، ص ۳۵۷

(3) ایضا، ج ۱، ص ۶۴

(4) ایضا، ج ۳، ص ۵۷

اپنی جان پر ظلم کرنا کئی اور پہلوؤں سے بھی اللہ کے احکامات نظر انداز کر کے ملتا ہے، ذیل کی آیات سے اس کی نشاندہی ہوتی ہے:

﴿وَدَخَلَ جَنَّتَهُ وَهُوَ ظَالِمٌ لِّنَفْسِهِ قَالَ مَا أَظُنُّ أَن تَبِيدَ هَٰذِهِ أَبَدًا﴾(1)

ترجمہ: اور یہ اپنے باغ میں گیا اور تھا اپنی جان پر ظلم کرنے والا۔ کہنے لگا کہ میں خیال نہیں کر سکتا کہ کسی وقت بھی یہ برباد ہو جائے

3- آیات قرآنیہ اور ظلم حقوق العباد

معاشرتی نقطہ نظر سے انسان دو طرح کی زندگی اپناتا ہے، ایک انفرادی اور دوسرا اجتماعی جہاں معاشرے کے دوسرے افراد کے ساتھ معاشرتی، معاملاتی اور اخلاقی لحاظ سے اس کو واسطہ پڑتا ہے، اور باہمی تناظر میں ہر ایک کے دوسرے پر معاشرتی حقوق عائد ہوتے ہیں، جن کی ادائیگی سے معاشرتی حقوق کا توازن برقرار رہتا ہے اور عدم ادائیگی کی صورت میں معاشرہ جمود کی شکل اختیار کر لیتا ہے اور استحکام کا عمل نہ صرف منجمد بن جاتا ہے، بلکہ حق تلفی کئی اشکال اور پہلوؤں سے سامنے آتی ہے اور یوں ظلم حقوق العباد وجود میں آتا ہے، جس کا اثبات ذیل کی آیات قرآن یہ کی وضاحت کرنے سے عیاں ہوتا ہے، جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿قَالَ لَقَدْ ظَلَمَكَ بِسُؤَالِ نَعْجَتِكَ إِلَىٰ نِعَاجِهِ ۖ وَإِنَّ كَثِيرًا مِّنَ الْخُلَطَاءِ لَيَبْغِي بَعْضُهُمْ عَلَىٰ بَعْضٍ﴾(2)

ترجمہ: آپ نے فرمایا! اس کا اپنی دنبیوں کے ساتھ تیری ایک دنبی ملا لینے کا سوال بیشک تیرے اوپر ایک ظلم ہے اور اکثر حصہ دار اور شریک (ایسے ہی ہوتے ہیں کہ) ایک دوسرے پر ظلم کرتے ہیں

ایک اور جگہ معاشرتی معاملات میں حق میں عدل سے تجاوز کرنے کو بھی ظلم حقوق العباد کے مترادف ہونا ملتا ہے، جیسا کہ فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿وَلَا تَقْتُلُوا النَّفْسَ الَّتِي حَرَّمَ اللَّهُ إِلَّا بِالْحَقِّ ۗ وَمَن قُتِلَ مَظْلُومًا فَقَدْ جَعَلْنَا لِوَلِيِّهِ سُلْطَانًا فَلَا يُسْرِف فِّي الْقَتْلِ ۖ إِنَّهُ كَانَ مَنصُورًا﴾(3)

---

(1) القرطبی، الجامع لاحکام القرآن، ج ۵، ص ۱۷

(2) ثناء اللہ پانی پتی، تفسیر مظہری، ج ٦، ص ۳۰۰

(3) ایضاً ج ٦، ص ۲۷۷

ترجمہ: اور کسی جان کو جس کا مارنا اللہ نے حرام کر دیا ہے ہر گز ناحق قتل نہ کرنا اور جو شخص مظلوم ہونے کی صورت میں مار ڈالا جائے ہم نے اس کے وارث کو طاقت دے رکھی ہے پس اسے چاہیئے کہ مار ڈالنے میں زیادتی نہ کرے بے شک وہ مدد کیا گیا ہے

اسی طرح بحیثیت حاکم عدم ادائیگی حق منصب میں ظلم حقوق العباد وجود پاتا ہے، جیسا کہ فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿ ثُمَّ أَوْرَثْنَا الْكِتَابَ الَّذِينَ اصْطَفَيْنَا مِنْ عِبَادِنَا فَمِنْهُمْ ظَالِمٌ لِّنَفْسِهِ وَمِنْهُم مُّقْتَصِدٌ وَمِنْهُمْ سَابِقٌ بِالْخَيْرَاتِ بِإِذْنِ اللَّهِ ذَٰلِكَ هُوَ الْفَضْلُ الْكَبِيرُ ﴾(1)

ترجمہ: پھر ہم نے ان لوگوں کو (اس) کتاب کا وارث بنایا جن کو ہم نے اپنے بندوں میں سے پسند فرمایا۔ پھر بعضے تو ان میں اپنی جانوں پر ظلم کرنے والے ہیں اور بعضے ان میں متوسط درجے کے ہیں اور بعضے ان میں اللہ کی توفیق سے نیکیوں میں ترقی کئے چلے جاتے ہیں۔ یہ بڑا فضل ہے

ظلم حقوق العباد کے نتیجے میں مزید حق تلفی کو فروغ و نشو و نما ملتا ہے، جو اثرات کے لحاظ سے بھی ظلم کے زمرے میں آتا ہے، قرآن حکیم میں اس کا تذکرہ اس آیت سے ملتا ہے:

﴿ظَهَرَ الْفَسَادُ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ بِمَا كَسَبَتْ أَيْدِي النَّاسِ لِيُذِيقَهُم بَعْضَ الَّذِي عَمِلُوا لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُونَ﴾(2)

ترجمہ: خشکی اور تری میں لوگوں کی بداعمالیوں کے باعث فساد پھیل گیا۔ اس لئے کہ انہیں ان کے بعض کرتوتوں کا پھل اللہ تعالیٰ چکھا دے (بہت) ممکن ہے کہ وہ باز آجائیں

بعض آیات قرآنیہ کی ظاہری نص سے حقوق کو توڑنے کی حوصلہ شکنی جبکہ پورا کرنے کی حوصلہ افزائی ہونا ملتا ہے تا کہ ظلم حقوق العباد وجود نہ پائے۔

﴿إِنَّ اللَّهَ يَأْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْإِحْسَانِ وَإِيتَاءِ ذِي الْقُرْبَىٰ وَيَنْهَىٰ عَنِ الْفَحْشَاءِ وَالْمُنكَرِ وَالْبَغْيِ يَعِظُكُمْ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُونَ﴾(3)

---

(1) القرطبی، الجامع لاحکام القرآن، ج ۴، ص ۱۳

(2) ابن کثیر، تفسیر القرآن العظیم، ج ۶، ص ۵۷

(3) سورہ النحل: ۱۶ / ۹۰

ترجمہ: اللہ تعالیٰ عدل کا، بھلائی کا اور قرابت داروں کے ساتھ سلوک کرنے کا حکم دیتا ہے اور بے حیائی کے کاموں، ناشائستہ حرکتوں اور ظلم وزیادتی سے روکتا ہے، وہ خود تمہیں نصیحتیں کر رہا ہے کہ تم نصیحت حاصل کرو

مذکورہ بحث سے یہ بات عیاں ہوتی ہے کہ کتاب الہی نے ظلم کی مختلف اشکال (حق اللہ، باالنفس و حقوق العباد) کی جو وضاحت کی، اور انسان انفرادی، معاشرتی اور اخلاقی لحاظ سے متعلقہ اشکال میں متعین احکام الہیہ سے انحراف کر کے نہ صرف دوسروں کے حق میں زیادتی کرتا ہے بلکہ اپنی ذات پر بھی ظلم کر بیٹھتا ہے۔ اسی طرح انسان احکام خداوندی اور اطاعت حق اللہ کو ادا نہ کر کے اس حق کو جہاں ضائع کرتا ہے جو حق اللہ کے حق میں ناانصافی ہے وہاں اپنی جان پر بھی ظلم کر جاتا ہے۔

فصل سوم

منتخب تفاسیر کا تعارف و خصوصیات

مبحث اول: تعارف تفسیر القران العظیم معروف بہ تفسیر ابن کثیر

تعارف مصنف

عماد الدین ابو الفداء اسماعیل بن عمر بن کثیر ۷۰۱ ہجری میں شام کے شہر بصریٰ کے مضافات میں "مجدل" نامی بستی میں پیدا ہوئے۔ اور دمشق میں تعلیم و تربیت پائی۔ آپ نے اپنے عہد کے ممتاز علماء سے استفادہ کیا اور تفسیر، حدیث، فقہ، اصول، تاریخ، علم الرجال اور نحو عربیت میں مہارت حاصل کی۔ آپ نے ۷۷۴ ہجری میں دمشق میں وفات پائی اور مقبرہ صوفیہ میں مدفون ہوئے

علمی خدمات:

علامہ ابن کثیر نے قرآن کی جو تفسیر لکھی وہ عموماً تفسیر ابن کثیر کے نام سے معروف ہے اور قرآن کریم کی تفاسیر ماثورہ میں بہت شہرت رکھتی ہے۔ اس میں مؤلف نے مفسرین سلف کے تفسیری اقوال کو یکجا کرنے کا اہتمام کیا ہے اور آیات کی تفسیر احادیث مرفوعہ اور اقوال و آثار کی روشنی میں کی۔ علامہ احمد محمد شاکر (م ۱۹۵۸) نے "عمدۃ التفسیر عن الحافظ ابن کثیر" کے نام سے اس کی تلخیص کی ہے۔ اس میں آپ نے عمدہ علمی فوائد جمع کیے ہیں۔ لیکن یہ نامکمل ہے۔ امام ابن کثیر بحیثیت مفسر، محدث، مورّخ مجدد اور نقاد ایک مسلمہ حیثیت کے حامل تھے۔ آپ نے علومِ شرعیہ میں متعدد بلند پایہ کتب تحریر کیں۔ تفسیر القرآن العظیم اور ضخیم تاریخ البدایہ والنہایہ آپ کی معروف تصانیف ہیں جن کی بدولت آپ کو شہرتِ دوام حاصل ہوئی۔

تفسیر کی چند نمایاں خصوصیات

☆ اس تفسیر کی نمایاں خصوصیات میں سے سب سے نمایاں خصوصیت یہ ہے کہ اس کا انداز بیان سادہ اور آسان اسلوب کی طرز پر ایسا مرتب ہے کہ ہر عام و خواص کے استفادہ کے لیے یکساں مقبول ہے۔

☆ تفسیر کے اصولوں کا التزام کو ملحوظ خاص رکھا گیا۔ اور اس کے ساتھ شان نزول کی وضاحت بھی کی گئی۔ یہی وجہ ہے کہ اس کا اسلوب علمی تقاضوں کے میزان پر تمام حقائق کو بیان کرتا ہے۔

---

[1] اکبر ربانی، منہج و خصوصیات تفسیر ابن کثیر، ، محدث، ستمبر ۲۰۰۱ محدث لائبریری لاہور

☆ فقہی احکام کا بیان اور وسیع معلومات بھی اس تفسیر کا حصہ ہے، تفسیر ابن کثیر کی ایک خوبی یہ ہے کہ اس میں واقعات اور احکام کے اسرار و رموز بھی بیان کیے گے ہیں، ایسا محسوس ہوتا ہے کہ یہ اسلوب مصنف نے امام رازی کی پیروی میں اختیار کیا ہے۔ اسی طرح قرآن مجید کے احکام کو بھی انہوں نے دقت نظر سے لکھا ہے۔ جو زیادہ وسیع مفہوم دیتا ہے۔

☆ روایات واقوال میں تطبیق کا تعلق بھی ملتا ہے اور عدم تکرار سے احتراز کیا گیا۔

☆ قرآنی آیات کا ربط و تعلق بھی بیان کیا ہے۔ اور قصص واحکام کے اسرار کو مناسب مقام دیا گیا ہے۔

☆ فضائل سورہ وآیات قرآنی کو بھی شامل کیا گیا۔ غیر ضروری مسائل کی تحقیق و تجسس سے احتراز اور گریز کیا گیا۔

☆ ناسخ و منسوخ آیات کا اندراج کا تذکرہ بھی واضح ہے۔

☆ تلخیص کلام اسرائیلیات مصادر مراجع کی نشاندہی کو علمی اور تحقیقی بنیادوں کو خاص اہمیت ملتی ہے۔

---

[1] اکبر ربانی، منہج وخصوصیات تفسیر ابن کثیر، محدث، ستمبر ۲۰۰۱ محدث لائبریری لاہور

مبحث دوم: تعارف و خصوصیات تفسیر قرطبی

تعارف مصنف

امام ابو عبد اللہ محمد بن احمد بن ابو بکر القرطبی، المعروف قرطبی ۱۲۱۴ کو اسپین میں پیدا ہوئے اور ۱۲۷۳ء کو مصر میں فوت ہوئے۔

علمی خدمات:

آپ ساتویں صدی عیسوی کے پایہ نما مجدد اور مفسر تسلیم کیے جاتے ہیں آپ نے اپنے زمانے کے جید علماو مشائخ سے علمی استفادہ حاصل کیا جن میں ابن جمیزی، شیخ ابو العباس احمد بن عمر قرطبی اور ابو علی حسن بن محمد قابل ذکر ہیں آپ علم حدیث، فقہ اور تفسیر پر دسترس اور گہرا عبور رکھتے تھے یہی وجہ تھی کہ آپ نے اپنی تفسیر میں احکام کو کئی نقطہ نگاہ سے پرکھ کر پیش کیا۔ آپ نے مختلف موضوع پر قلم اٹھایا مگر سب سے زیادہ پذیرائی تفسیر قرآن کو نصیب ہوئی اور علمی حلقوں میں آج تک اس سے استفادہ اور قدر کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے۔ اصل میں تفسیر عربی میں ہے۔ اس عظیم تفسیر کا اردو ترجمہ تفسیر قرطبی کہلاتا ہے۔ یہ تفاسیر میں سے جلیل الشان تفسیر ہے کیونکہ یہ معانی القرآن کی وضاحت اور احکام کی تفصیل پر مشتمل ہے پھر اس پر مستزاد یہ کہ اس میں قرأت، اعراب، شعری شواہد، لغوی مباحث، نحوی اور صرفی نکات کا ذکر کیا گیا ہے۔ تفسیر قرطبی' ایک ایسا نام ہے جو گزشتہ آٹھ صدیوں سے اہل علم کے ہر طبقہ میں یکساں مقبول ہے۔ اس کی جامعیت اور علمی وسعت کے پیش نظر اگر اسے مسلم سپین کی تہذیب و ثقافت کی درخشاں یادگار تالیف ہے۔

---

[1] القرطبی، الجامع لاحکام القرآن، ج ۱، ص ۱۸

مطالعہ قرآن کا قانونی پہلو ہو یا عام تفسیری انداز، تفسیر قرطبی علوم اسلامیہ کے تمام پہلوؤں پر ایک جامع دستاویز ہے۔ فقہ و اصول فقہ میں تمام مروجہ مکتب ہائے فکر کا تقابلی مطالعہ اس کا امتیاز ہے۔ اس طرح قانون دان طبقہ کے لیے یہ کتاب حوالہ کا درجہ رکھتی ہے، علماو محققین کے لیے علوم دینیہ کا دائرہ معارف ہے، خطبا اور واعظین کے لیے لاتعداد موضوعات کا خزینہ ہے اور ذاکرین کے لیے فضائل و معارف کا مجموعہ ہے۔ اردو دان طبقہ کی سہولت کے لیے اس کو اردو قالب میں پیش کیا جا رہا ہے۔ ترجمہ میں آسان اردو محاورہ استعمال کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ احادیث کی تخریج حتی الامکان مستند کتب سے کی گئی ہے

تفسیر جامع احکام القرآن کی نمایاں خصوصیات

☆ سورت کی فضیلت اور اس کے متعلق جو احادیث وارد ہوئی ہیں ان کا ذکر کرتے ہیں۔

☆ الفاظوں کا مفہوم کو شان نزول کے تناظر کے ساتھ ساتھ جائے واقعات کی روشنی میں بیان کیا گیا۔

☆ نزول کا سبب بیان کرتے ہیں۔ آیت کی تفسیر میں ایسی احادیث کا ذکر کرتے ہیں جو اس سے متعلق ہوں اور جو الفاظ جن لغوی آیت کے متعلقہ احکام فقہیہ کی وضاحت کرتے ہیں۔ ان میں ائمہ کا اختلاف ذکر کرتے ہیں اور ہر ایک کے دلائل لاتے ہیں۔ معانی کا احتمال رکھتے ہیں ان کا ذکر کرتے ہیں۔ جبکہ اس بارے میں اشعارِ عرب سے تائید لاتے ہیں۔

☆ لفظ کے اشتقاق، باب اور اعراب کا ذکر کرتے ہیں ساتھ ہی بعض اوقات ائمہ لغت کے اقوال کو بیان کرتے ہیں۔

☆ اس کے علاوہ قرأت متواترہ اور غیر متواترہ کا ذکر کرتے ہیں۔

☆ حقیقت یہ ہے کہ یہ تفسیر ایک ایسی علمی انسائیکلوپیڈیا ہے۔ جس میں امام قرطبی نے مختلف علوم کو جمع کر دیا ہے۔

---

[1] القرطبی ،الجامع لاحکام القرآن،ج۱،ص۱۸

مبحث سوم: تعارف وخصوصیات تفسیر مظہری

تعارف مصنف

حضرت علامہ قاضی ثناالله عثمانی مجددی پانی پتی ۱۷۳۱ کو پانی پت میں پیدا ہوئے اور ۱۸۱۰،میں پانی پت (انڈیا)میں وفات پائی۔

علمی خدمات:

آپ اپنے وقت کے نمایاں علماومشائخ میں شامل کیے جاتے ہیں آپ علم فقہ، علم حدیث، علم سلوک اور تفسیر پر گہری علمی بصیرت اور عبور رکھتے تھے آپ نے جہاں اور علوم پر سیر شدہ بحث کی اور ان کی باریکیوں کو بنیان کیا وہاں قرآن کی بھی تفسیر کی جیسے تفسیر مظہری کے نام سے تعبیر کیا جاتا ہے۔

تفسیر کی نمایاں خصوصیات

☆ اس تفسیر کو سادہ اور آسان اسلوب کی طرز پر ڈھالا گیا۔ جس سے عام فہم قاری بھی مستفید ہو سکتا ہے۔

☆ فقہی احکام کو ضرورت کی نگاہ سے اس طرح ذکر کیا گیا کہ اس سے مسائل کو نہ صرف حل ہونے میں مدد ملی بلکہ مسائل پر دیگر اقوال میں مسلک راجع کو ترجیح دی۔ جس سے اس تفسیر کی باریک اور گہری وسعت کا اندازہ بھی ملتا ہے اور دیگر تفاسیر کے مقابلے میں اس کے انداز کو سمجھنے میں بھی مدد ملتی ہے۔

☆ قاضی صاحب نے علامہ بیضاوی کے انداز کو بھی عملی شکل میں آسان انداذ میں پیش کیا اور مزید اس کو سہل کر کے بیان کیا ہے۔

---

[1] زبیر احمد قاسمی،ماہنامہ دار لعلوم ،دار لعلوم دیوبند انڈیا،شمارہ،۵جلد ۱۰۰، مئی۲۰۱۶

☆ اس تفسیر میں وضاحت کے پیمان اور میزان کو ایسا متوازی بیان کیا کہ تعصانہ نقطہ نظر کی کوئی دقیق آمیزش کا شبہ بھی نہیں ملتا۔یہی وجہ ہے کہ اس تفسیر کو تمام مکاتب فکر میں نہ صرف یکساں مقبولیت حاصل ہے۔بلکہ علمی اور تحقیقی نگاہ سے بھی عام مستفید ہے ۔

مندرجہ بالا لفظ ظلم کی ان تمام لغوی معنوی واصطلاحی مفہوم ،تشریحات اور وضاحتوں سے یہ بات سامنے آئی کہ ظلم دراصل ایک وسیع اور جامع فعل کا نام ہے جس کا استعمال و اطلاق زندگی کے تمام لوازمات کو محیط کیے ہوئے ہے۔وسیع النظر اور عمیق مطالعہ کرنے کے بعد یہ بات سامنے آتی ہے کہ ظلم حقیقت میں فطرت کے ان بنیادی قوانین دین الہیہ کے ساتھ انحراف کرنے کا نام ہے۔جن کی بجا آوری کا اللہ نے انسان کو حکم دیا جو وجود عدل پر مبنی ہیں۔ ظلم کے معنی انحراف، ناانصافی، حق تلفی ،نافرمانی،نا جائز، جھٹلانا اور روگردانی اور اسی جیسے مترادف الفاظ کے ہیں جس کا اثبات ظلم کی آیات قرآنیہ کے استنباط، دلالت اور استدلال کے بعد ملتا ہے۔آیات ظلم کا یہی مفہوم بنیادی اقسام ظلم کی انہی مروجہ صورتوں کو منتخب تفاسیر قرآن کی روشنی میں عصر حاضر (اعتقادی ، عباداتی ،معاشرتی و اخلاقی) کے تناظر میں زندگی کے ان مختلف شعبوں میں جو مزید حق تلفی کو متاثر اور پروان چڑھاتے ہیں ،جاننے کی ضروت ہے۔

باب دوم

منتخب تفاسیر کی روشنی میں اعتقادی و عباداتی ظلم

فصل اول: اعتقادی اور عباداتی ظلم کی صورتیں

فصل دوم: اعتقادی اور عباداتی ظلم کے اثرات

فصل سوم: اعتقادی اور عباداتی ظلم کا تدارک

مبحث اول: اعتقادی فقدان کے مختلف مدارج

اعتقادی فقدان سے مراد عقیدے کی کمزوری اور لاعلمی ہے ،یعنی جب انسان کا اعتقاد کمزور ہو جاتا ہے تو غلط طریقوں کا استعمال کرتا ہے تاکہ وہ اپنی خواہشات کو پورا کر سکے,عقیدے کی کمزوری کے مدارج ہیں جن کی تفصیل مندرجہ ذیل ہے۔

1۔ جادو کرنا اور کروانا:

جادو کرنا یا کرانا حرام، کفر اور شرک ہے، جس میں اللہ تعالیٰ کے حق کی حق تلفی ہوتی ہے جو سراسر اعتقادی ظلم ہے۔چونکہ ساحر (جادوگر) شیاطین سے مدد کا سہارہ لیکر اس عمل کو سرانجام دیتاہے۔اور شیاطین کی خوشنودی حاصل کرنے کے ان کے احکامات کو بجالانا ہوتا ہے۔اسی لئے جادو اللہ کے ساتھ شرک ہے۔اور اعمال شیطانی ہے۔ جس کا مقصد اور حصول نقصان کے علاوہ کچھ نہیں۔جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَمَا كَفَرَ سُلَيْمَانُ وَلَٰكِنَّ الشَّيَاطِينَ كَفَرُوا يُعَلِّمُونَ النَّاسَ السِّحْرَ وَمَا أُنزِلَ عَلَى الْمَلَكَيْنِ بِبَابِلَ هَارُوتَ وَمَارُوتَ وَمَا يُعَلِّمَانِ مِنْ أَحَدٍ حَتَّىٰ يَقُولَا إِنَّمَا نَحْنُ فِتْنَةٌ فَلَا تَكْفُرْ فَيَتَعَلَّمُونَ مِنْهُمَا مَا يُفَرِّقُونَ بِهِ بَيْنَ الْمَرْءِ وَزَوْجِهِ ﴾ [1]

ترجمہ: سلیمان نے تو کفر نہ کیا تھا، بلکہ یہ کفر شیطانوں کا تھا، وہ لوگوں کو جادو سکھایا کرتے تھے، اور بابل میں ہاروت ماروت دو فرشتوں پر جو اتارا گیا تھا، وہ دونوں بھی کسی شخص کو اس وقت تک نہیں سکھاتے تھے جب تک یہ نہ کہہ دیں کہ ہم تو ایک آزمائش ہیں تو کفر نہ کر، پھر لوگ ان سے وہ سیکھتے جس سے خاوند وبیوی میں جدائی ڈال دیں

اس آیت میں ابن کثیر رحمہ اللہ نے یہ استدلال بیان کیا کہ جادو کا سیکھنا شیاطین کی طرف ہے۔اور اسی بنیاد پر اس کے حصول کے لیے شیاطین کو راضی کرنے اور کی پیروی ضروری ہوتی ہے جب کہ شیطان کا اصل مقصد اللہ کی نافرمانی کرانا اور ایمان کی دولت سے محروم کرانا ہوتا ہے۔اور انسانوں کے درمیان حصوصاً خاندانی جدائی پیدا کرنا ہے۔ جیسا کہ لفظ ﴿يُفَرِّقُونَ﴾ اس کی طرف اشارہ کرتا ہے۔ابن کثیر نے اسی نص سے اسے کفر اور شرک قرار دیا۔ جو اللہ کے ساتھ اعتقادی شرک و ظلم کی شکل ہے علامہ قرطبی اور صاحب مظہری نے بھی اس قول کی تائید اور مفہوم سے اتفاق کیا۔[2]

---

(1) سورة البقرة:۲/۱۰۲

(2) ابن کثیر ، تفسیر القرآن العظیم ،ج ا ص ۱۸۸

اس آیت کے تناظر میں اور مفسرین کرام کی تفاسیری نکات کی آراء سے ایسے ہی اعتقادی ظلم کی صورت حال موجودہ معاشرے میں نمایاں نظر آتی ہے۔

مذکورہ آیت سے مندرجہ ذیل نکات سامنے آتے ہیں۔

1۔ جادو کی حققیت

2۔ جادو کا اعتقادی شرک ظلم ہونے کی وجہ

3۔ عائلی زندگی میں ظلم کا سبب

جیسا کہ یہ بات جادو کی فطرت کو پرکھنے کے بعد عیاں ہوجاتی ہے کہ یہ اپنے اثرات میں ان لوازمات و شرائط کا محتاج ہے جو اعتقادی شرک باللہ کو جنم دیتے ہیں۔ جو غیر اللہ کی پرتش کیے بغیر حاصل ممکن نہیں، جادو کا کرنا یا کرانا کا اعتقادی ظلم و شرک دو طرح سے عیاں ہے ۔[1]

موجودہ تناظر میں اس درجے میں جادو کو دو پہلوؤں سے بیان کرنے کی ضرورت ہے اس کی تفصیل درجہ ذیل ہے۔

1۔ ساحر کا کردار

موجود سماج میں جادو کرنا یا کرانا اور ساحروں کی طرف سے جادو سے مسائل کا یقینی حل اور پریشانیوں سے مکمل نجات جیسے دعوؤں نے کمزور عقائد رکھنے والوں اور پڑھے لکھے افراد کو بھی مانوس کرنے کے ساتھ ساتھ اپنی لپیٹ اور گرویدہ بنایا ہوا ہے۔ خصوصاً معاشرتی مسائل کا حل۔ اسی تناظر کی روشنی میں خواتین ان جاہل عاملین کی بھینٹ زیادہ متاثر دکھائی دیتی ہیں۔[2]

یہی وجہ ہے عامل اعتقادی شرک و ظلم کا ارتکاب کرتا ہے۔ کیونکہ ساحر کا یہ عقیدہ ہوتا ہے کہ جادو کے ذریعے بھی مسائل کا حل ہونا ممکن ہے چونکہ اس عمل کی طاقت کے ظہور کے لیے اللہ کے دشمن شیطان مردود اور اس کے حواریوں کی مدد لینا اولین شرائط میں سے ہے اور ان کی مدد صرف اسی صورت حاصل ہو سکتی ہے، جب ان کے احکامات کو ان کی مرضی کے مطابق عبادت و یقین سمجھ کر پورا کیا جائے، جیسے غیر اللہ کے لئے ذبح کرنا، اللہ کے ساتھ جنوں کو بھی پکارنا اور انکی اطاعت میں زنا کر کے اللہ کی معصیت کرنا، شراب پینا، حرام کھانا، نماز نہ پڑھنا، نجاست اور گندی اشیاء سے پراگندہ ہونا اور گندگی والی جگہ پر رہائش کرنا تاکہ شیطان اسکی بات مان کر اسے وہ کام کر کے دیں جو اس نے ان سے طلب کئے ہیں۔ اس لیے ایسا شیطان کے لیے کرنا شرک فی العباد ہے اور یوں شرک مع اللہ کرتا ہے جو ظلم ہے یہ بات عام اور عوام الناس پر پوری طرح پرچار ہے، کہ ہمارا سماج ان خرافات و منکرات کا بہت

(1) ثناء اللہ پانی پتی، تفسیر مظہری، ج ۱، ص ۴۲۳

(2) سعید بن علی، توحید کا نور اور شرک کی تباکاریاں، (مترجم) ابو عبد اللہ عنایت، مکتبہ اسلامیہ، ۲۰۱۴، لاہور ص ۱۹

شکار ہوتا ہوا دکھائی دے رہا ہے۔ اور ساحر دین اور انسانیت کی خدمت کا لبادہ و پوشاک پہن کر اس ناسور عمل کے زریعے نہ صرف ارتکاب حرام کرتا ہے بلکہ دوسروں کو اذیت دے کر ظلم عظیم اور گناہ کبیرہ کا مرتکب ٹھہرتا ہے۔[1]

یہ عمل اپنی تاثیر میں ان کفریہ، شرکیہ الفاظ و کلمات اور شرائط کا محتاج ہے جن کے کرنے پر عقیدے کو زائل کرنا پڑتا ہے۔ جو ظلم اعتقاد ہے۔

جس کی ممانعت اور اعتقادی ظلم ہونا اس حدیث سے بھی ظاہر ہوتا ہے:

((اجْتَنِبُوا الْمُوبِقَاتِ الشِّرْكُ بِاللَّهِ وَالسِّحْرُ))[2]

ترجمہ : تباہ کردینے والی چیز اللہ کے ساتھ شرک کرنا ہے اس سے بچو اور جادو کرنے کرانے سے بھی بچو۔

2۔ جعلی عامل کا کردار

جس طرح جعلی عامل، پیر اور نجومی اور ساحر اعتقادی بگاڑ کی وجہ سے اعتقادی ظلم و شرک کرتا ہے، اسی طرح جب انسان اخلاقی لحاظ سے دوسروں کے حق میں عدم برداشت ہوتا ہے تو اس میں بے چینی و بیقراری میں بڑھ جاتی ہے تو دوسروں کے حق اور انتقام کی غرض سے اس ظلمت والے عمل کی مدد سے دوسروں کے حقوق کو مختلف اشکال میں غصب کرنے اور حق تلفی کرتا ہے، جو اعتقادی ظلم کی عملی معاشرتی ظلم ہے ۔[3]

اسی طرح گھریلو لڑائی جھگڑے، میاں بیوی کے درمیان جدائی، انتقام لینا، کاروبار کی بندش، شادی رکاوٹ اور دشمنی پیدا کرنا بھی اعتقادی ظلم کی عملی صورتیں ہیں جو کہ موجودہ معاشرے میں رائج ہیں [4]

2۔ علم نجوم پر یقین اور جادو کی ممانعت

کائنات کا وجود رب العالمین کی قدرت کا عظیم الشان مظہر کا شاہکار ہے اور اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت کا مظاہرہ تخلیق کائنات کی کئی اشکال جن میں ایک نظام کواکب بھی ہے، کو وجود دے کر کیا اور ہر مظاہر کو حکمت کے ساتھ ساتھ کسی نہ کسی خاص مقصد کے تابع کیا۔ جیسا کہ ارشاد الٰہی ہے:

﴿رَبَّنَا مَا خَلَقْتَ هَٰذَا بَاطِلًا سُبْحَانَكَ فَقِنَا عَذَابَ النَّارِ﴾[5]

---

(1) محمد جمیل، جادو کی تباکاریاں اور اس کا شرعی علاج، تالیفات اکیڈیمی، اقبال ٹاؤن، ۲۰۰۹، لاہور، ص ۱۴

(2) محمد بن اسماعیل، صحیح بخاری، کتاب الطب، باب الشرک والسحر، ج۳، ص ۸۱۶ ، حدیث ۲۶۳۴

(3) صالح بن الفوزان، جادو ٹونہ کے اثرات، (مترجم) محمد بن اسماعیل، ادارہ لوح و قلم، لاہور، ۲۰۰۱، ص ۵۹

(4) شمس الدین ذہبی، کبیرہ گناہ اور ان کا علاج، (مترجم) محمد تبسم، حدیبیہ پبلیکیشنز، اردو بازار، لاہور ۲۰۰۸، ص ۶۰

(5) سورۃ ال عمران: ۳/ ۱۹۱

ترجمہ: اور کہتے ہیں اے ہمارے پروردگار! تونے یہ بے فائدہ نہیں بنایا

اس آیت کریمہ میں جہاں انسان کو تدبر اور غوروفکر اور راز کائنات جاننے کی صلاحیت و قوت بخشی وہاں انسان پر اس کے تخلیق کے مقصد کو بھی واضح کر کے انسان پر یہ عیاں کر دیا کہ انسان ان کی حقیقت کو خالق کے نقطہ نظر سے آشناس کرے تاکہ خلقت کے حقائق فطرت کی بنیاد پر فاش ہوں۔

جب انسان خلقت کو خالق کی نگاہ سے معرفت حاصل نہیں کرتا تو پھر اس کی خلقت سے تاثیر لیتا ہے۔ تو پھر اس سے متعلق اپنی زندگی کی کئی امور کو ان کے ساتھ منسلک کرلیتا ہے جو حقیقت کے برعکس اور منافی فطرت ہوتی ہیں۔ مثلا ستارہ پرستی یعنی یہ اعتقاد رکھنا کہ ستارے ازخود مؤثر ہوتے ہیں اور ان ستاروں کے زندگی پر اثرات ،قسمت کا حال ستاروں کی روشنی میں معلوم کرنا، ان کے خیر وشر اور مستقبل کا یقین رکھنا شرک باللہ ہے

جب کہ ان ستاروں کی نوعیت اللہ نے واضح فرمادی جیسا کہ ارشاد ربانی ہے:

﴿وَزَيَّنَّا السَّمَاءَ الدُّنْيَا بِمَصَابِيحَ وَحِفْظًا﴾(1)

ترجمہ: اور ہم نے آسمان دنیا کو چراغوں سے زینت دی اور نگہبانی کی

اس آیت کے ضمن میں امام قرطبی رحمہ اللہ نے لفظ ﴿بِمَصَابِيحَ﴾ وضاحت فرماتے ہوئے واضح کیا کہ اس سے مراد ستارے ہیں، جن کا مقصد ماسوائے زینت کے کچھ نہیں ہے۔ اور ان کا دیگر افعال زندگی سے منصوب کرنا باطل، شرک وظلم ہے۔(2)

ڈاکٹر اسرار احمد نے بھی مذکورہ تاویل کی تائید کی اور اس فعل کو شرک سے اتصال کیا۔(4)

آپ ؐ کے زمانے میں رونما ہونے والے ایک واقعہ سے بھی اس فعل کی حقیقت مزید کھل کے سامنے آتی ہے۔ جس میں حضرت زید بن خالد رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے حدیبیہ کے مقام پر ہمیں صبح کی نماز پڑھائی، اس رات بارش ہوئی تھی۔ نماز کے بعد آپ نے ہماری طرف متوجہ ہوتے ہوئے فرمایا "کیا تم جانتے ہو تمہارے رب نے کیا فرمایا؟" صحابہ نے کہا اللہ اور اس کا رسول بہتر جانتے ہیں۔ آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کچھ بندے (اس بارش کی وجہ سے) مجھ پر ایمان لے آئے اور کچھ کافر ہوگے۔ جنہوں نے کہا کہ بارش اللہ

---

(1) سورۃ فصلت:۴۱/۱۲

(2) القرطبی ،الجامع لاحکام القرآن،۲۰۱۲،ج۶،ص۸۰

(4) اسرار احمد، بیان القرآن،ج۷،ص۳

کے فضل اور رحمت سے ہوئی وہ مجھ پر ایمان لے آئے اور ستاروں (کے اثر) کا انکار کیا اور جنہوں کے کہا کہ بارش فلاں فلاں ستارے کی وجہ سے ہوئی انہوں نے میرا انکار کیا اور ستاروں پر ایمان لائے۔[1]

علم نجوم میں کاہن چونکہ اس علم کے مطابق انسانوں کی زندگیوں پر ستاروں کے اثرات مرتب ہونے کے دعویدار ہوتے ہیں ان کے مطابق ان ستاروں کے اثرات کا انسان کے رزق میں بھی دخل ہے۔ اور پھر اسی کے ساتھ دست شناسی اور علم الاعداد جس میں نام کے اعداد کے زریعے انسانی لکیروں سے علم غیب اور قسمت و تاثیرات کی نوید کو بھی جوڑتے ہیں۔ جب کہ یہ سب گناہ، شرکیہ و کفریہ فعل ہیں جو اعتقادی شرک و ظلم ہے، کیونکہ یہ وصف صرف اللہ کی ہے کہ جس کے رزق کو چاہے کم کرے یا زیادہ سب کچھ اسی کے ہاتھ میں ہے۔

جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے :

﴿أَوَلَمْ يَعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَن يَشَاءُ وَيَقْدِرُ﴾[2]

ترجمہ: کیا انہیں یہ معلوم نہیں کہ اللہ تعالیٰ جس کے لیے چاہے روزی کشادہ کر دیتا ہے اور تنگ بھی

اسی طرح وہ علم غیب اور ہاتھ کی لکیروں کی حقیقت کے متعلق جانتا ہے۔ اس کے باوجود جو ان پر ایسا اعتقاد رکھتا ہو اس سے بڑھ کر گمراہ اور کون ہو سکتا ہے۔ اور اس کو تسلیم کرنے والے کے بارے میں اس کی وعید کی کیفیت کو اس حدیث کی روشنی میں آسانی کے ساتھ پرکھا جاسکتا ہے، ارشاد نبوی ہے:

((مَن اَتَی عَرّافاً اَو کَاهِناً فَصدَّقَهُ فِیمَا یَقُولُ فَقَد کَفَرَ بِمَا اُنزلَ عَلیَ مُحَمَّدٍ))[3]

ترجمہ: جو کسی (غیب کی خبر بتانے) کے دعویٰ دار یا نجومی کے پاس گیا، اور اُس کی کہی ہوئی بات کو دُرست مانا، تو اُس دُرست ماننے والے نے جو کچھ محمد (ﷺ) پر نازل کیا گیا اُس کا کفر کیا۔

مذکورہ حدیث کے ظاہری نص سے ہی ظاہر ہوتا ہے کہ اس فعل پر یقین رکھنے سے انسان کی توحید اللہ کے غیر کی طرف ہو جاتی ہے اور انسان کاہن کے غیب کے متعلق باتوں اور حقائق کو تسلیم کر لیتا ہے جو کہ وصف اللہ کے منافی ہے۔ کیونکہ غیب جاننا صرف اللہ کی صفت ہے انسان کی نہیں۔ اور اللہ کے وصف کو انسان میں سمجھنا اعتقادی شرک و ظلم ہے۔

---

(1) مسلم بن حجاج، صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب بیان الکفر، حدیث ۲۳۱، ج ۱، ص ۱۴۶

(2) سورۃ الزمر: ۳۹/ ۵۲

(3) محمد ابن المنذری، الترغیب والترھیب، (مترجم) مفتی رضا خان، اکبر بک اردو بازار، لاہور ۲۰۱۳، حدیث ۳۰۴۷

3۔بد شگونی کی فکر کا پروان چڑھنا:

شگون لفظ 'شگن' سے اخذ ہے جس کا معنی فال اور 'اچھی خبر دینے والا' کے ہیں۔یعنی کسی کام کو اچھے وقت میں شروع کرنا ہے اور' شگون لینا 'بمعنی فال لینا ہے یعنی مبارک گھڑی دیکھنا اور کسی کام کے ہونے یا نہ ہونے کا وقت دیکھنا ہے۔"یہ فال کی ضدہے یعنی فال میں کسی کام کے کرنے کاشگون لیاجاتاہے جبکہ اس میں کسی کام کے نہ کرنے کاشگون لیاجاتاہے۔یہ شگون اس طرح لیاجاتاہے کہ کوئی شخص کسی ایسی بات کودیکھتایاسنتاہے جواسے ناپسند معلوم ہوتی ہے حالانکہ طبعی طورپروہ ناپسندیدہ نہیں ہوتی اورجوچیزیں طبعی طورپرناپسندیدہ ہوتی ہیں مثلاالوہے کے کوٹنے کی آوازیاگدھے کی آواز(وغیرہ)انہیں ناپسند کرنابدشگونی نہیں کہلاتا۔[1]

بدشگونی کی مذمت ازروئے قرآن وحدیث:

قرآن حکیم اور احادیث مبارکہ میں بدفالی وبدشگونی کو شرک اور اعتقادی ظلم کہا گیاہے، بدشگونی کے شرک ہونے کا ضابطہ اور اصول یہ ہے کہ جب آدمی کے دل میں بدشگونی کا وسوسہ پیدا ہو اور وہ اس بدشگونی کی بناپر اپنے کام سے رک جائے تب اس کا یہ عمل شرک ٹھہرے گا، اس کی سرحدیں شرک سے ملتی ہیں اسلام سے قبل بھی بدفالی و بدشگونی اور نحوست کا تصور پایا جاتا تھا، اور تمام جملہ حالات کو انسانوں کے ساتھ جوڑا جاتا تھا، ایسے واقعات کا تذکرہ اقوام کے مطالعہ سے سامنے آتاہے، جیسا کہ قوم فرعون کے بارے میں قرآن حکیم میں ان الفاظ میں آیاہے ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿فَاِذَا جَآءَتْهُمُ الْحَسَنَةُ قَالُوْا لَنَا هٰذِهٖ وَ اِنْ تُصِبْهُمْ سَيِّئَةٌ يَّطَّيَّرُوْا بِمُوْسٰى وَ مَنْ مَّعَهٗ اَلَاۤ اِنَّمَا طٰٓئِرُهُمْ عِنْدَ اللّٰهِ وَ لٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ﴾[2]

ترجمہ: سوجب ان پر خوشحالی آجاتی تو کہتے کہ یہ تو ہمارے لیے ہونا ہی چاہئے اور اگر ان کو کوئی بدحالی پیش آتی تو موسیٰ (علیہ السلام) اور ان کے ساتھیوں کی نحوست بتلاتے۔ یاد رکھو کہ ان کی نحوست اللہ تعالیٰ کے پاس ہے، لیکن ان کے اکثر لوگ نہیں جانتے

اس آیت کے ضمن میں ڈاکٹر اسرار احمد نے بدحالی کے حالات کو انسان کی بداعمالیوں کے ساتھ بیان کیاہے، کہ انسان کی گناہوں کے سبب اس پر حالات آتے ہیں۔

---

(1) محمد ادریس، توہمات واسلامی عقائد، روزنامہ جسارت، کراچی، ۱۸ جنوری ۲۰۱۸

(2) سورۃ الزمر: ۵۲/۳۹

(3) اسرار احمد، بیان القرآن، ج ۳، ص ۱۵۸

اسی طرح حضرت صالح علیہ السلام کی قوم، ثمود کے بارے میں بھی ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ قالُوا اطَّيَّرْنا بِکَ وَ بِمَنْ مَعَکَ قالَ طائِرُکُمْ عِنْدَ اللَّهِ بَلْ أَنْتُمْ قَوْمٌ تُفْتَنُونَ ﴾ (1)

ترجمہ: وہ کہنے لگے ہم تو تیری اور تیرے ساتھیوں کی بدشگونی لے رہے ہیں، آپ نے فرمایا تمہاری بدشگونی اللہ کے ہاں ہے بلکہ تم فتنہ میں پڑے ہوئے لوگ ہو

ابن کثیر نے اس آیت میں لفظ ﴿طَیَّرْ﴾ سے مراد بدشگون وبدفالی لی ہے، اور ایسا دوسروں کی طرف نسبت کرنا یا حقیقت تصور کرنا اعتقادی شرک وظلم ہے۔(2)

قرآن پاک میں کئی جگہ اس حقیقت کو واضح کیا گیا کہ لوگوں کو جو بھی مصیبت یا آفت پہنچتی ہے، وہ ان کے کفر و شرک اور بداعمالیوں کے سبب ہی ہوتی ہے تاکہ وہ اس سے باز آجائیں اور اللہ کی طرف رُجوع ہو کر اس سے معافی مانگیں۔ قرآن متعدد مقامات پر اس کی وضاحت فرماتا ہے، جیسا کہ ارشاد ربانی ہے:

﴿ظَهَرَ الْفَسَادُ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ بِمَا كَسَبَتْ أَيْدِي النَّاسِ لِيُذِيقَهُم بَعْضَ الَّذِي عَمِلُوا لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُونَ﴾ (3)

ترجمہ: خشکی اور تری میں لوگوں کی بداعمالیوں کے باعث فساد پھیل گیا۔ اس لئے کہ انہیں ان کے بعض کرتوتوں کا پھل اللہ تعالیٰ چکھا دے (بہت) ممکن ہے کہ وہ باز آجائیں

اس آیت کے ظاہری نص سے ہی معلوم ہوتا ہے کہ حالات کا تعلق خواہ اچھے ہوں یا ناموافق سب انسان کے اعمال ہی کے نتیج ہوتے ہیں، نہ کہ دوسرے ان حالات کے محرک یا ذمہ دار ہوتے ہیں۔ اس طرح کئی اور آیات بھی حالات کا تعلق انسان کے اعمال سے واضح کرتی ہیں۔

ایک جگہ یوں فرمان الٰہی ہے:

﴿وَ مَآ اَصَابَكُمْ مِّنْ مُّصِيْبَةٍ فَبِمَا كَسَبَتْ اَيْدِيْكُمْ وَ يَعْفُوْا عَنْ كَثِيْرٍ﴾ (4)

ترجمہ: تمہیں جو کچھ مصیبتیں پہنچتی ہیں وہ تمہارے اپنے ہاتھوں کے کرتوت کا بدلہ ہے، اور وہ تو بہت سی باتوں سے درگزر فرمادیتا ہے ،اسی طرح ایک اور جگہ ارشاد باری تعالی ہے:

---

(1) سورۃ النمل:۲۷/۴۷

(2) ابن کثیر، تفسیر القرآن العظیم، ج۳، ص۴۲۸

(3) سورۃ الروم:۳۰ /۴۱

(4) سورۃ الشوریٰ:۴۲/۳۰

﴿وَكُلَّ إِنسَانٍ أَلْزَمْنَاهُ طَآئِرَهُ فِي عُنُقِهِ﴾ [1]

ترجمہ: ہم نے ہر انسان کی برائی بھلائی کو اس کے گلے لگا دیا ہے

اس کے علاوہ احادیث مبارکہ میں بھی اس فعل کی حوصلہ شکنی اور ممانعت کی گئی ہے، جیسا کہ ارشاد نبوی ہے:

((قال رسول الله صلى الله عليه وسلم "لاَ عَدْوَى ، وَلاَ طِيَرَةَ ، وَيُعْجِبُنِي الْفَأْلُ قَالُوا وَمَا الْفَأْلُ قَالَ كَلِمَةٌ طَيِّبَةٌ)) [2]

ترجمہ: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ چھوت لگنا کوئی چیز نہیں ہے اور بدشگونی نہیں ہے البتہ نیک فال مجھے پسند ہے۔ صحابی نے عرض کیا نیک فال کیا ہے؟ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ اچھی بات منہ سے نکالنا یا کسی سے سن لینا

مذکورہ آیات قرآنیہ اور حدیث نبوی کے مطالعہ سے یہ بات صریحاً ظاہر ہوتا ہے کہ اسلام نے جہاں بدشگونی اور بدفالی جیسے خرافات کی جڑوں سے اکھاڑ کرر کھا وہاں دین ایک ایسے اکیلے واحد اور ایسی قادرِ مطلق ذات پر یقین واعتقاد کی تعلیم دیتا ہے۔

جس کے تنہا قبضہ قدرت اور اسی کی تنہا ذات کے ساتھ اچھی وبری تقدیر وابستہ ہے۔ آدمی کی اپنی تدبیریں یہ محض اسباب کے درجے میں ہوتی ہیں ان سے کچھ نہیں ہوتا ہے۔ سب کا سب اس ایک اللہ تعالیٰ کے کرنے سے ہوتا ہے، یہی اسلام کا بنیادی عقیدہ ہے، جس سے شرک وکفر، خرافات اور خیالی وتصوراتی دنیا کی بہت ساری بداعتقادیوں کی جڑ کٹ جاتی ہے۔ [3]

عصر حاضر سماج میں دنوں، مہینوں، جگہوں، چیزوں اور مختلف رسم ورواج کی عدم ادائیگی کی شکل میں بے شمار توہمات داخل ہو گئے ہیں کہ فلاں دن اور فلاں مہینہ منحوس ہے فلاں رخ پر گھر بنانے یا سمت ورخ کے اچھے اثرات ہے، اسی طرح موجودہ دور کی بدشگونیاں اور توہمات میں بلی کا راستہ کاٹنے، عورت کا اچانک سے سامنے سے گزرنے، کسی کام کے وقت اچانک چھینک کے آنے کو کام کے نہ ہونے کا سبب بتانا، جوتی کا جوتی پر چڑھ جانے کو سفر کا درپیش ہونا بتانا، آنکھ پھڑکنے کو کسی کام کے ہونے کی طرف بتانا، گھر پر کوّے کی چیخ کو مہمان کی آمد کا بتانا، الّو کی آمد کو نقصان کا باعث تصور کرنا، ہچکیوں کے آنے کو کسی کے یاد کرنے کو بتانا، دائیں ہاتھ میں خارش آنے کو مال کے آنے کا

(1) سورۃ الاسراء:۱۷/۱۳

(2) محمد بن اسماعیل، صحیح بخاری، کتاب الطب، باب الطیرہ، ۵۷۰۵، ج۳، ص۲۶۱

(3) ثناءاللہ پانی پتی، تفسیر مظہری، ج۴، ص۲۳۱

اور بائیں ہاتھ میں (خارش آنے کو) مال کے جانے کا سبب بتانا، تلوے میں خارش آنے کو سفر کا در پیش ہونا بتانا، جن پر یقین رکھنا اور حقیقت تصور کرنا سراسر اعتقادی شرک و ظلم ہے۔

اسی طرح کی بے شمار خرابیاں عصری معاشرہ میں پائی جاتی ہیں۔

جن کی چند مثالیں ذکر کی جاتی ہیں: [1]

کوا کا بیٹھنا: اکثر لوگ گھر کی منڈیر (دیوار) پر کوّے کو بولنے سے کسی مہمان کا شگون لیتے ہیں۔

جھاڑو لگانا: بعض لوگ سمجھتے ہیں کہ جھاڑو مارنے سے مضروب آدمی کا جسم سوکھ جاتا ہے۔

مرغا اذان ہونا: بعض لوگ کہتے ہیں کہ شام کے وقت اگر کوئی مرغا اذان دے تو اسے ذبح کر لو کیونکہ اس سے بدشگون لیا جاتا ہے۔:

ہتھیلی پر خارش کا ہونا: بعض لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ ہاتھ کی ہتھیلی میں خارش ہونے سے مال و دولت ملتا ہے۔ اور تلوے میں خارش ہونے یا جوتے پر جوتا چڑھنے سے سفر در پیش ہوتا ہے۔

جانور کا نام لینا: بعض لوگ صبح کے وقت کسی خاص چیز، جگہ یا خاص جانور کا نام لینا منحوس اور برا سمجھتے ہیں۔

آنکھ کا پھڑکنا: بعض لوگ سمجھتے ہیں کہ مرد کی بائیں اور عورت کی دائیں آنکھ پھڑکنے سے کوئی مصیبت، دکھ یا تکلیف پیش آئے گی اور اگر اس کے برعکس مرد و زن کی دوسری آنکھ پھڑکے تو یہ کسی خوشی کی علامت ہے۔

عدد کا تصور: بعض لوگ کسی خاص عدد سے برا اور اس کے برعکس کسی اور خاص عدد سے اچھا شگون لیتے ہیں۔ [2]

ایسی توہمانہ باتوں کا شکار ہو، اور سعد و نحس کا عقیدہ رکھنا بھی شرک ہے۔ تاریخوں کو منحوس سمجھنا کفر ہے اور ان تاریخوں میں قصداً اور جان بوجھ کر نحوست سمجھ کر شادیاں نہ کرنا شرک اور بہت بڑا گناہ ہے۔

4۔ توہم پرستی اور ضعف الفکری

اعتقادی پستی اور ضعیف فکری شعور جب در پیش حالات کا سامنا کرنے میں ناکام ہوتا ہے تو ایسے میں انسان کی ذہنی کیفیت اضطرابی اور شک و شبہات کی آماجگاہ بن جاتی ہے اور انسان پھر ایک نفسیاتی مریض بن جاتا ہے اور ہر شکل و صورت کے حالات و کیفیت سے ایسا اثر لیتا ہے کہ اس کو ہی اصل سمجھتا ہے۔ انہی میں ایک توہم پرستی ہے۔

عصر حاضر کے سماج میں توہم پرستی کئی روپ و انداز میں اپنی جڑیں میں موسم بہار کی طرح عیاں ہو رہی ہیں، یہی وجہ ہے کہ آج مسلمان کہلانے والوں میں سے بہت سے لوگوں کا نہایت مہلک اور بدترین عیب توہم پرستی

---

(1) محمد الیاس، بدشگونی، مکتبہ المدینہ، کراچی ۲۰۱۳، ص ۲۱

(2) امین احمد، اسلام کا بنیادی عقیدہ توحید خالص، الکتاب انٹرنیشنل، جامعہ نگر، دہلی، انڈیا ۲۰۰۸، ص ۲۱

میں مبتلا ہونا ہے۔ عام طور پر کچھ لوگ جو کمزور عقیدے کے حامل اور ذہنی طور پر پسماندہ ہوتے ہیں، اس لیے وہ حالات سے بہت جلد دلبر داشتہ ہو جاتے ہیں۔ اگر ان کی مرضی کے مطابق کوئی کام نہ ہو تو دل چھوڑ بیٹھتے ہیں اور درپیش معاملے کو عقل و شعور کی روشنی میں دیکھنے جانچنے اور پرکھنے کے بجائے مختلف قسم کے توہمات کا شکار ہو جاتے ہیں۔ (1)

اگر کسی خاتون کا خاوند اپنی ماں کی طرف مائل ہو اور اس کی خدمت گزاری اور اطاعت شعاری کے جذبے سے سرشار ہو تو بیوی سمجھتی ہے کہ ساس نے میرے شوہر پر کوئی جادو ٹونا کر دیا ہے۔ وہ اپنے گریبان میں جھانکنے اور یہ سوچنے کی زحمت کبھی گوارا نہیں کرتی کہ میں اپنے شوہر اور ساس سے کیسا برتاؤ کرتی ہوں؟ کہیں ایسا تو نہیں کہ میرا خاوند میرے رویے کی بنا پر مجھ سے بے رخی برت رہا ہے؟ بسا اوقات ایسا بھی ہوتا ہے کہ خاوند ماں اور بیوی دونوں سے یکساں حسنِ سلوک سے پیش آتا ہے مگر بیوی کو یہ معقول بات بھی گوارا نہیں ہوتی... چنانچہ وہ اپنے خاوند کو سدھارنے اور اپنے تئیں راہِ راست پر لانے کے لیے مختلف آستانوں، درباروں، گدی نشینوں اور عاملوں کا رخ کرتی ہے۔ اسی طرح اگر کسی خاتون کا بیٹا اپنی بیوی کا دھیان رکھتا ہے اور اس کی ضروریات بخوبی پوری کرتا ہے تو ماں طیش میں آکر طرح طرح کے وسوسوں کا شکار ہو جاتی ہے اور اپنے بیٹے کو اپنی طرف مائل کرنے کیلیے جادو ٹونہ اور تعویذ گنڈے شروع کر دیتی ہے۔

بعض لوگ تو اس قدر توہم پرست ہیں کہ اگر کوئی شخص خود اپنی طرف سے کوئی بات بنا کر کہہ دے کہ فلاں دن ماضی میں فلاں واقعہ رونما ہوا تھا، لہٰذا اس دن کام نہ کرنا اور اگر تم نے کوئی کام کیا تو تم طرح طرح کی مشکلات اور مصیبتوں میں پھنس جاؤ گے، تو وہ نادان لوگ اس دن اپنا کام کاج ہی چھوڑ دیتے ہیں۔

بعض لوگوں نے بعض مہینے اور کچھ دن مخصوص کر رکھے ہیں کہ فلاں دن جیسے منگل یا مہینے صفر میں فلاں کام نہیں کرنا یا فلاں دن جیسے جمعرات اور فلاں مہینے شعبان اور رمضان میں فلاں کام کرنے سے امیدیں بر آتی ہیں، اسی طرح اس کے برعکس ماہِ محرم کو شادیوں کی ممانعت کا مہینہ سمجھا جاتا ہے اور اس کے بارے میں یہ عقیدہ رواج پا گیا ہے کہ جو شخص اس مہینے میں شادی کرتا ہے، اس کی شادی کامیاب نہیں ہوتی یا ایسے شخص پر مصیبتیں نازل ہونے لگتی ہیں۔ بعض لوگ کوے کے بولنے کو مہمانوں کی آمد کی اطلاع قرار دیتے ہیں اور بعض لوگ کالی بلی کے راستہ کاٹ جانے کو بدفال سمجھتے ہیں۔ بعض لوگ لڑکی کی پیدائش کو نحوست خیال کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ جب سے یہ پیدا ہوئی ہے گھر سے برکت اٹھ گئی ہے۔ یہ تمام امور خلاف شریعت بلکہ بدعت کے زمرے میں آتے ہیں۔ آج بھی لوگ 13 کے ہندسہ، آئینہ ٹوٹ جانے، کالی بلی کے رستہ کاٹنے، نمک کے گر جانے، آنکھ پھڑکنے سے خوف زدہ ہو جاتے ہیں

---

(1) اشرف علی تھانوی، اغلاط العوام، ص۳۸

۔3،5،7 اور 12 کے اعداد کو سعد جانتے ہیں۔ مریخ ،چانداور زحل کو نحس اور شمس اور زہرہ کو سعد کہا جاتا ہے۔ سرخ اور زرد رنگ کو مبارک اور نیلے اور سیاہ رنگ کو منحوس سمجھتے ہیں۔

جن میں توہم پرستی حد درجہ عام ہے جیسا کہ نومولود کو نظر بد سے بچانے کے لیے پیشانی پر کاجل کاٹیکا یانشان لگانا، شام کے وقت صفائی سے گریز کرنا کہ اس سے دولت کم ہوگی، مرد کی دائیں اور عورت کی بائیں آنکھ پھڑکنے کو اچھی خبر کی آمد سے مشروط کرنا، ٹانگیں ہلانے سے دولت کا جانا، پیاز یا چھری سرہانے رکھنے سے برے خوابوں سے نجات ملنا، اس کے علاوہ کالی بلّی کا راستہ کاٹنا، شیشہ ٹوٹنا، دودھ کا ابل کر برتن سے باہر گر جانا وغیرہ کو برے واقعے کی علامت سمجھنا معاشرے کے عام عقائد ہیں۔ (1)

توہم پرستی، ایسی دیمک ہے جو افراد اور معاشرے کو اندر سے کھوکھلا کر کے بالکل کمزور کر دیتی ہے۔ اگر ایک شخص کالی بلی کے راستہ کاٹنے پر گھر واپس آجاتا ہے تو اس کا مطلب تو یہ ہوا کہ بلی زیادہ طاقتور ہے اور انسان اس کے مقابلے میں حقیر اور کمزور مخلوق ہے۔ اس طرح توہم پرست اپنے آپ کو ہر چیز کے مقابلے میں گرا دیتا ہے۔

دیکھا جائے تو توہمات پر یقین رکھنا ہی تقدیر پر یقین کا رد ہے۔ کوئی دن، پتھر، بشر، چرند پرند یا ستارے وغیرہ انسان کے نفع ونقصان کے خالق نہیں ہوسکتے سوائے اللہ کے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ مَآ اَصَابَكَ مِنْ حَسَنَةٍ فَمِنَ اللّٰهِ وَ مَآ اَصَابَكَ مِنْ سَيِّئَةٍ فَمِنْ نَّفْسِكَ ﴾ (2)

ترجمہ: اگر تجھے کوئی فائدہ پہنچے تو وہ اللہ کی طرف سے ہوتا ہے اور جو نقصان پہنچے وہ تیری ہی (شامت اعمال) کی بدولت ہے

اس آیت کی تاویل میں صاحب بیان القرآن لکھتے ہین کہ انسان پر حالات اس کی بداعمالیوں کی بدولت آتی ہیں، نہ کہ خارجی حالات کی وجہ سے۔

5۔ غیر شرعی وسیلہ کا اختیار کرنا

لغوی طور پر وسیلہ سے مراد ہر وہ چیز ہے جس کے ذریعے کسی ذات تک رسائی یا قرب حاصل کیا جاسکتا ہو، اور اس ذریعہ کا استعمال کر کے مقصود کو پایا جائے۔ جیسا کہ ابن منظور وسیلہ کے متعلق لکھتے ہیں:

" الوسيلة : المنزلة عند الملك، والوسيلة : الدرجة، والوسيلة : القربة" (3)

وسیلہ سے مراد بادشاہ کے ہاں مقام ومرتبہ ہے۔ اس کا معنی درجہ اور قربت بھی ہوتا ہے

(1) اشرف علی تھانوی، ص٣٩

(2) اسرار احمد، بیان القرآن ج ٢،ص٨٦

(3) ابن منظور افریقی، لسان العرب، مادة وسل: ١١/٧٢٤

قرآن حکیم میں وسیلہ کا استدلال اس آیت سے ہوتا ہے جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَ ابْتَغُوْٓا اِلَيْهِ الْوَسِيْلَةَ وَ جَاهِدُوْا فِيْ سَبِيْلِهٖ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ﴾

ترجمہ: اے اہل ایمان! اللہ تعالیٰ سے تقوٰی کرو اور اس کا قرب تلاش کرو اور اس کے راستے میں مجاہد کرو کرو تاکہ کامیاب ہو

مذکورہ آیت کی تشریح میں مفتی شفیع نے انسان کے نیک اعمال کو قرب کا سبب لکھا ہے۔(1)

معلوم ہوا کہ وسیلہ اس چیز کو کہتے ہیں جس کے ذریعے کوئی بندہ اللہ تعالیٰ کا تقرب اور اس کی خوشنودی حاصل کرتا ہے۔ اور اس سے مراد نیک اعمال ہیں، جو سنت کی نگاہ میں مشروع اور جائز صورت ہے۔

اسی طرح ایک اور جگہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَمَا أَمْوَٰلُكُمْ وَلَا أَوْلَٰدُكُم بِٱلَّتِي تُقَرِّبُكُمْ عِندَنَا زُلْفَىٰٓ إِلَّا مَنْ ءَامَنَ وَعَمِلَ صَٰلِحً ﴾(2)

ترجمہ: اور تمہارے مال اور اولاد ایسے نہیں کہ تمہیں ہمارے پاس (مرتبوں سے) قریب کردیں ہاں جو ایمان لائیں اور نیک عمل کریں

اس آیت کی تشریح کرتے ہوئے توسل قربت کے ذرائع کے ضمن میں صاحب مظہری نے اولاد اور مال جو غیر اللہ یا فوت شدہ گان کے توسل کو غیر اللہ سے منصوب فرمایا ہے۔ جس سے واضح ہوتا ہے کہ ایسا سبب اختیار کرنا عباداتی شرک وظلم میں آتا ہے۔ جب اعمال عباداتی شکل میں توسل کو سبب قرار دیا۔(3)

موجودہ معاشرے میں عباداتی لحاظ سے وسیلہ کو جس انداز اور تناظر کی عملی اور ظاہری تطبیق میں پیش کیا جارہا ہے وہ حقیقت روح وسیلہ کے برعکس دکھائی دے رہا ہے جس کے محرکات اور وجوہات میں دین سے لاتعلقی ،اندھی تقلید، پیروی واتباع نفس اور ماحولیاتی اثرات نمایاں ہیں۔ جس نے اس کے سائے کے رنگ کو مزید مزین کرنے میں کلیدی کردار کیا اور ہو رہا ہے۔ سماج میں وسیلہ کی غیر شرعی شکل کو توسل بالاموات یعنی نیک صلحاو فوت شدگان بزرگان دین کی آرام گاہ و مقبروں کی جگھوں میں عام چشم دید مشاہدہ کیا گیا۔ اس کے علاوہ عملی لحاظ سے دینی محافل میں دعائیہ کلمات کے دران مشاہدہ کیا گیا اور وعوام کا ایک جم غفیر اس اندھی تقلید کی بادلوں اور

---

(1) محمد شفیع، معارف القرآن، ج۳، ص۱۲۴

(2) سورۃ سباء: ۳۴ / ۳۷

(3) ثناء اللہ پانی پتی، تفسیر مظہری، ج۹ ص۳۲۶

آندھیوں کی طرح بڑی تیزی سے شرک اور ظلم کی اس فعل کا حصہ بن رہے ہیں۔ معاشرے میں وسیلہ کی جس شکل کو سب سے زیادہ اپنایا ہوا نظر آرہاہے وہ فوت شدہ بزرگان دین کی ذات کا توسل ہے جسے عرف عام میں صاحب قبر کے نام سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ جو کہ اعتقادی ظلم کی عباداتی شکل ہے۔ ان حاملین کے نزدیک ایسا کرنا جائز ہے۔ جس کی تائید اور استدلال قرآن حکیم میں سورۃ الذمر کی اس آیت سے کیجاتی ہے:

﴿ أَلا لِلَّهِ الدِّينُ الْخَالِصُ وَالَّذِينَ اتَّخَذُوا مِن دُونِهِ أَوْلِيَاء مَا نَعْبُدُهُمْ إِلاَّ لِيُقَرِّبُونَا إِلَى اللَّهِ زُلْفَى ﴾

ترجمہ: خبردار! اللہ تعالیٰ ہی کے لئے خالص عبادت کرنا ہے اور جن لوگوں نے اس کے سوا اولیا بنار کھے ہیں (اور کہتے ہیں) کہ ہم ان کی عبادت صرف اس لئے کرتے ہیں کہ یہ (بزرگ) اللہ کی نزدیکی کے مرتبہ تک ہماری رسائی کرادیں

اس آیت کے ضمن میں صاحب معارف القرآن نے اللہ کے علاوہ عبادت کو شرک سے قرار دیا ہے (2)

جب کہ اس آیت کی تشریح میں صاحب مظہری کے نزدیک ﴿أَوْلِيَاءَ﴾ سے مراد فوت شدہ بزرگان دین اور نیک صلحاہیں۔ اور ان کے لیے ایساعباداتی فعل کرنا شرک عباداتی و ظلم ہے۔ [1]

مذکورہ آیت میں غیر اللہ کے لیے عبادت کا رد ان الفاظ میں کیا:

﴿وَيَعْبُدُونَ مِن دُونِ اللَّهِ مَا لاَ يَضُرُّهُمْ وَلاَ يَنفَعُهُمْ وَيَقُولُونَ هَؤُلاء شُفَعَاؤُنَا عِندَ اللَّهِ قُلْ أَتُنَبِّئُونَ اللَّهَ بِمَا لاَ يَعْلَمُ فِي السَّمَاوَاتِ وَلاَ فِي الأَرْضِ سُبْحَانَهُ وَتَعَالَى عَمَّا يُشْرِكُونَ ﴾ [2]

ترجمہ: اور یہ لوگ اللہ کے سوا ایسی چیزوں کی عبادت کرتے ہیں جو نہ ان کو ضرر پہنچا سکیں اور نہ ان کو نفع پہنچا سکیں اور کہتے ہیں کہ یہ اللہ کے پاس ہمارے سفارشی ہیں۔ آپ کہہ دیجئے کہ کیا تم اللہ کو ایسی چیز کی خبر دیتے ہو جو اللہ تعالیٰ کو معلوم نہیں، نہ آسمانوں میں اور نہ زمین میں، وہ پاک اور برتر ہے ان لوگوں کے شرک سے

جب کہ قرب کا مفہوم قرآن نے ان الفاظ میں بیان کیا:

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَابْتَغُوا إِلَيْهِ الْوَسِيلَةَ وَجَاهِدُوا فِي سَبِيلِهِ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ﴾ [3]

---

(1) ثناء اللہ پانی پتی، تفسیر مظہری، ج۱۰ص۹۵

(2) محمد شفیع، معارف القرآن، ج۷،ص۵۳۴

(2) سورۃ یونس:۱۰/۱۸

(3) سورۃ المائدہ:۵/۳۵

ترجمہ: مسلمانو! اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو اور اس کا قرب تلاش کرو اور اس کی راہ میں جہاد کرو

تاکہ تمہارا بھلا ہو۔

اس آیت میں لفظ ﴿وَابْتَغُوا إِلَيْهِ الْوَسِيلَةَ﴾ کے تناظر میں ان کی نظر مین ان مقدس فوت شدہ بزرگان دین ہستیوں کی طرف اشارہ موجود ہے جنہوں نے اپنی ساری زندگی دین کی اطاعت، تبلیغ اور انسانیت کے دکھ درد و مداوت کو دور کرنی میں گزاری اور یہی اولیا و صلحا اس مرتب کے لائق ہیں کی ان کے توسل سے بارگاہ الٰہی میں حاجات ، قبولیت اعمال اور قضائے حاجات کو پیش کیا جائے۔

مفسرین قرآن نے مذکورہ آیت کی تفسیر میں اس لفظ کے معنی و مفہوم کو اس لفظ کی مطلوبہ ضرورت و مقام کے حق کو اس کے ایسے اسلوبی انداز میں عیاں کیا کہ اس پر تمام اشکالات وابہام کی کوئی گنجائش نہیں رہتی۔

علامہ قرطبی کی نظر میں ﴿وَابْتَغُوا إِلَيْهِ الْوَسِيلَةَ﴾ سے مراد قربت اور مراد انسان کے نیک اعمال ہیں۔ جبکہ ابن کثیر نے بھی اس سے مراد تقوی کے ساتھ اعمال صالحہ منقول کی ہے۔ جسکی تائید حضرت عباس کے قول اور وسیلہ کی تشریح سے بھی ہوتی ہے۔

جب کہ قاضی ثناءاللہ پانی پتی بھی ﴿الْوَسِيلَةَ﴾ کی تشریح میں قربت الٰہی اور نیک اعمال مراد لیتے ہیں۔ [1]

قرآنی تشریحات سے یہ واضح ہوتا ہے کہ قربت اور تقرب الٰہی کا ذریعہ انسان کے اخلاص اور اعمال حسنہ ہیں نہ کہ اس سے مراد ذات عظیم تک رسائی کے لیے کوئی فوت شدہ گان نیک انسان، اسلاف امت یا شخصیت ہے۔ مذکورہ بالا آیت کی غیر معنوی اور غیر متصادم تشریح خود ساختہ مفہوم اور شخصی رائے کی عکاسی کرتی ہے جو علمی خیانت کے مترادف ہے اور بدعی افکار کو پروان دینے کے ساتھ ساتھ غلو دین میں بطور تخم اور آبیاری کی راہیں ہموار کرتا ہے۔

جو اعتقادی ظلم کے ساتھ عباداتی ظلم بھی ہے۔ غیر شرعی وسیلہ کی نفی کو براہ راست اللہ نے ان الفاظ میں فرمائی:

﴿أَمْ لَهُمْ شُرَكَاءُ شَرَعُوا لَهُم مِّنَ الدِّينِ مَا لَمْ يَأْذَن بِهِ اللَّهُ﴾ [2]

ترجمہ: کیا ان لوگوں نے ایسے (اللہ کے) شریک (مقرر کر رکھے) ہیں جنہوں نے ایسے

احکام دین مقرر کر دیئے ہیں جو اللہ کے فرمائے ہوئے نہیں ہیں

اس کے مدمقابل اسلام میں شرعی وسیلہ کا اثبات اور اس کے اختیار کرنے کی حوصلہ افزائی بھی واضح ہے۔ [3]

---

(1) ثناءاللہ پانی پتی، تفسیر مظہری، ج۳، ص۳۰۳

(2) سورۃ الشوریٰ:۴۲/۲۱

(3) محمد نسیب الروعی، وسیلہ کی حقیقت، (مترجم) مختار احمد، دارالسلفیہ، ممبی، انڈیا ص ۸۳

مبحث دوم: غیر اللہ سے استعانت

اعتقادی ضعف انسان کے باطن میں جب راسخ ہو تا ہے تو انسان پھر اپنی تمام حاجات زندگی کے لیے ایسی تاریک راہوں کا سفر اختیار کر لیتا ہے کہ مزید زندگی کی دلدل میں پھنس جاتا ہے، ان راہوں میں ایک راہ غیر اللہ سے استعانت کی ہے، جس کی کئی اشکال ہیں کہ انسان ان کو اپناتا ہے، جیسے غیر سے اولاد کی امید، غم و خوشی میں اس سے مدد طلب کرنا وغیرہ حالانکہ اللہ سبحانہ تعالیٰ کی ذات ہی تمام صفات و کمالات میں یکتا ہے۔ اور اس کی ہر تخلیق اس کی ہمہ وقت محتاج وجود و محتاج ضرورت کے علاوہ اس کی مرضی کے تابع ہے اور اس جنس میں انسان کی کمزوری تو بہت نمایاں ہے۔ جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَلَا تَدْعُ مِن دُونِ اللَّهِ مَالَا يَنفَعُكَ وَلَا يَضُرُّكَ فَإِن فَعَلْتَ فَإِنَّكَ إِذًا مِّنَ الظَّالِمِينَ﴾ (1)

ترجمہ: اور اللہ کو چھوڑ کر ایسی چیز کی عبادت مت کرنا جو تجھ کو نہ کوئی نفع پہنچا سکے اور نہ کوئی ضرر پہنچا سکے۔ پھر اگر ایسا کیا تو تم اس حالت میں ظالموں میں سے ہو جاؤ گے

اس آیت کا عموم جہاں انسان کی ذات کی کمزروی و لاچاری کا بیان کر تا ہے وہاں یہ بات بھی نشاندہی کی طرف اشارہ کرتی ہے کہ انسان وجود کے بعد بھی ایسا ہی محتاج ہے جیسا وہ پیدائش میں اللہ کی معشیت کا منتظر تھا۔

اس آیت کے ذیل میں صاحب مظہری نے اللہ کے غیر خواہ وہ کسی بھی شکل میں ہو کی کمزوری، محتاجگی، لاچارگی اور بے بسی کے علاوہ اس کی اسطاعت وطاقت کو واضح کیا بلکہ اس کے ساتھ اللہ کی وحدانیت وحنفیت کو بھی ظاہر کیا کہ اصل اللہ ہی کی ذات ہے۔ اس آیت کے دوسرے حصے میں یہ وضاحت فرمائی کہ جو بھی اللہ کے علاوہ کسی بھی شکل میں کسی کو یار و مددگار سمجھے یا پکارے گا تو گویا اس نے اللہ کی وحدانیت وطاقت کو جیسے اس کو ایمانی لحاظ سے تسلیم کرنے کا حق تھا حق نی سمجھا اور نہ ادا کیا۔ اور گویا اس نے ظلم کیا۔ صاحب مظہری کے نزدیک اس آیت میں لفظ "الظالمین" سے مراد حق کو ضائع کرنے والا یعنی اللہ کا حق مخلوق کو دے کر ظلم و ناانصافی کی۔(2)

جبکہ امام قرطبی نے آیت کی تاویل میں یہ نقطہ اخذ کیا کہ غیر اللہ ایک مخلوق ہونے کے ناطے بذات خود کمزور و محتاج ہے۔ غیر اللہ کو پکارنا دنیا میں کچھ نفع بخش نہیں اور پھر یہ کفر بھی ہے۔ اس طرح ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَإِن يَمْسَسْكَ اللَّهُ بِضُرٍّ فَلَا كَاشِفَ لَهُ إِلَّا هُوَ ﴾ (2)

---

(1) سورۃ یونس: ۱۰/ ۱۰۶

(2) ثناء اللہ، پانی پتی، تفسیر مظہری ، ج ۴، ص ۲۳۱

(2) سورۃ انعام : ۶/ ۱۷

ترجمہ: اللہ تعالیٰ اگر تجھ کو کسی آزمائش میں ڈال دے تو اس کو دور کرنے والا اللہ کے ولاوہ کوئی نہیں

اس آیت میں اللہ تعالیٰ انسان کو متنبہ کرتے ہوئے استفہامیہ انداز میں وضاحت فرماتے ہیں کہ اگر اللہ کی طرف سے آپ کو کوئی نقصان پہنچے تو اسے کون دور کرے گا؟ یقیناً اس ذات کے علاوہ اور کوئی نہیں کر سکتا اور جن کو انسان خواہ زندہ ہو یا فوت کچھ اختیار نہیں رکھتے، اور وہی جس نے مقدر میں لکھا اور فیصلہ کیا ہے۔ وہی کر سکتا ہے اس سے غیر اللہ کی طرف رخ کرنے کی قطعاً نفی ہوتی ہے۔ البتہ ماتحت الاسباب کے جو کام بشر کے بس میں ہو اس کے لیے اس کی طرف رخ کیا جا سکتا ہے۔ مثلاً مدد طلب کرنا، پانی مانگنا وغیرہ۔ کیونکہ اسے اللہ نے مشکل حل کرنے کا سبب اور ذریعہ بنایا ہے جبکہ درحقیقت مشکل کشا تو صرف اللہ ہی ہے آیت میں لفظ ﴿بِضُرٍّ﴾ سے مراد کوئی نقصان۔ اس میں نقصان کی تمام تر قسمیں شامل ہیں یعنی دینی نقصان ہو یا دنیوی، بدنی ہو یا مالی یا عیالی۔ ہر قسم کے نقصان کو دور کرنے والا صرف اللہ ہی ہے۔ اغیر اللہ سے فریاد کرنا یا اسے پکارنا عملی شرک و ظلم ہے۔ اس آیت کی تاویل کرتے ہوئے صاحب مظہری فرماتے ہیں کہ اللہ کے علاوہ کسی کو تصرف استغاثہ سمجھنا، پکارنا اور تسلیم کرنا شرک و ظلم ہے۔[1]

اسی طرح ارشاد نبوی ہے:

((وَاعْلَمْ أَنَّ الْأُمَّةَ لَوِ اجْتَمَعَتْ عَلَى أَنْ يَنْفَعُوكَ بِشَيْءٍ لَمْ يَنْفَعُوكَ إِلَّا بِشَيْءٍ قَدْ كَتَبَهُ اللَّهُ لَكَ، وَلَوِ اجْتَمَعُوا عَلَى أَنْ يَضُرُّوكَ بِشَيْءٍ لَمْ يَضُرُّوكَ إِلَّا بِشَيْءٍ قَدْ كَتَبَهُ اللَّهُ عَلَيْكَ، رُفِعَتِ الْأَقْلَامُ وَجَفَّتِ الصُّحُفُ))[2]

ترجمہ: اور یہ سمجھ لو کہ اگر تمام ہو مل کر تمہیں کچھ نفع پہنچانا چاہے تو وہ تمہیں زیادہ کچھ بھی نفع نہیں پہنچا سکتی اس کے علاوہ جو اللہ نے تمہارے لیے لکھ دیا ہے، اور اگر وہ تمہیں کچھ ضرر پہنچانے کے لیے جمع ہو جائے تو اس سے زیادہ کچھ نقصان نہیں پہنچا سکتی جو اللہ نے تمہارے لیے لکھ دیا ہے، قلم اور صحیفے خشک ہو گئے ہیں

مذکورہ بالا آیات قرآنیہ اور حدیث مبارکہ سے یہ استدلال ہوتا ہے کہ لفظ ﴿مِنْ دُونِ اللَّهِ﴾ سے مراد غیر اللہ ہے صاحب مظہری نے اس سے کی مختلف صورتیں و شکلیں جیسے انبیاء، رسل، فرشتے، فوت شدہ نیک اولیا و صلحا اور ذوی العقول جیسے بت، درخت و پتھر کو اپنی حاجت روائی یا مشکل کشائی کے لیے پکارنا ہے۔ جو

(1) ثناء اللہ پانی پتی، تفسیر مظہری، ج۵ ص۳۶۱

(2) محمد بن عیسیٰ، جامع ترمذی، کتاب احوال قیامت، باب منہ، ج۲، حدیث ۷۱

نہ کوئی کسی کو نفع پہنچا سکتا ہیں اور نہ نقصان۔ معلوم ہوا کہ اللہ کے فیصلہ کو کوئی نہیں بدل سکتا، اللہ کے سوا کسی سے مدد مانگنا عباداتی شرک ہے، نفع و نقصان کا مالک صرف اللہ ہے۔ [1]

موجود سماج میں جہاں کئی اور بدعتی غیر اسلامی عبادات کی شکل میں رسومات عام اور عیاں نظر آرہی ہیں، وہاں ان میں ایک یہ فعل بھی سرعام عوام الناس کی زندگیوں میں گردش کررہی ہیں۔

معاشرے میں غیر اللہ سے استعانت کئی زاویوں سے دیکھنے میں منظر عام میں ہیں۔ لیکن زیادہ تر آستانوں، درگاہوں، مزارات، درباروں اور مختلف مذہبی محافل کے اختتامی و دعائیہ کلمات کے دوران خصوصاً ایسا ہوتا ہے جس سے کئی زندہ، فوت شدہ گان اولیا، صلحااور بزرگان دین کو یا تو براہ راست پکار کر اپنے مسائل کو بیان کر کے ان سے ان مسائل کا بولا جاتا ہے یا پھر ان کو بنیاد بنا کر ان کو توسط سے اللہ کو حاجات و مناجات پیش کی جاتی ہیں۔ جب کہ ان دونوں انداز میں دراصل غیر اللہ ہی کو استعانت کے طور پر لیا جاتا ہے جو اپنے وجود وعطا دونوں میں محتاج ہیں۔ قرآن حکیم میں متعدد مقامات پر اللہ نے واضح و مدلل انداز میں غیر اللہ کے ان تمام پہلوؤں کھول کھول کر بیان کیا۔ کہ یہ سب باطل پر مبنی ہے اور یہ سارے جس طرح اپنی خلقت میں محتاض ہیں اسی طرح یہ ہر لحاظ سے ناتواں ہیں، ذیل میں چند آیات اس کے اثبات کی تائید کو بیان کرتی ہیں۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿إِنَّ الَّذِينَ تَعْبُدُونَ مِن دُونِ اللَّهِ لَا يَمْلِكُونَ لَكُمْ رِزْقًا فَابْتَغُوا عِندَ اللَّهِ الرِّزْقَ وَاعْبُدُوهُ وَاشْكُرُوا لَهُ﴾ [2]

ترجمہ: سنو! جن جنکی تم اللہ تعالیٰ کے سوا پوجا پاٹ کر رہے ہو وہ تو تمہاری روزی کے مالک نہیں پس تمہیں چاہئے کہ تم اللہ تعالیٰ ہی سے روزیاں طلب کرو اور اسی کی عبادت کرو اور اسی کی شکر گزاری کرو

بنیادی طور پر اس آیت میں کے اندر دو نقاط سامنے آتے ہیں۔ پہلا نقطہ یہ کہ انسان کے اعتقادی و فکری بگاڑ کی نوعیت اور دوسرا ان کی کفیت جن کو انسان اپنا کاساز اور استمداد کا اہل سمجھ کر اس کی طرف رجوع کرتا ہے۔ علامہ حافظ ابن کثیر نے اس آیت کی تشریح میں ﴿ مِن دُونِ اللَّـهِ﴾ سے مراد ہر وہ چیز جس سے انسان کا مقصود مدد کی شکل میں واضح ہو اور اس سے استعانت طلب کے اپنی حاجات کو پورا کرنا ہو جو کہ ظلم ہے۔

(1) ثناء اللہ پانی پتی،، تفسیر مظہری، ج۵ ،ص ۳۶۰

(2) سورۃ العنکبوت: ۲۹/ ۱۷

اس کے علاوہ اس آیت سے یہ بھی ثابت ہو گیا کہ غیر اللہ کو حاجت روائی کے لیے پکارنا ان کی عبادت ہے۔ جب انسان ایسا کرتا ہے تو گویا وہ اسے تمام لحاظ سے کامل اختیار مان کر ہی ایسا کرتا ہے۔ حالانکہ وہ بذات خود ہر لحاظ سے کمزور ہوتے ہیں۔ جس کی تائید اس آیت سے عیاں ہوتی ہے ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَالَّذِينَ يَدْعُونَ مِن دُونِ اللَّهِ لَا يَخْلُقُونَ شَيْئًا وَهُمْ يُخْلَقُونَ﴾ (1)

ترجمہ: اور جن جن کو یہ لوگ اللہ تعالیٰ کے سوا پکارتے ہیں وہ کسی چیز کو پیدا نہیں کر سکتے، بلکہ وہ خود پیدا کیے ہوئے ہیں

اس آیت کے مفہوم میں امام قرطبی رحمہ اللہ نے غیر اللہ سے مدد کو شرک و ظلم سے تعبیر کیا ہے۔ (2)

اسی طرح متعدد آیات سے غیر اللہ کی کمزوری اور اس سے استمداد لینا شرک اور ظلم عبادت حق اللہ واضح کیا ہے۔

جیسا کہ ارشاد ہے:

﴿مَثَلُ الَّذِينَ اتَّخَذُوا مِن دُونِ اللَّهِ أَوْلِيَاءَ كَمَثَلِ الْعَنكَبُوتِ اتَّخَذَتْ بَيْتًا وَإِنَّ أَوْهَنَ الْبُيُوتِ لَبَيْتُ الْعَنكَبُوتِ لَوْ كَانُوا يَعْلَمُونَ﴾ (3)

ترجمہ: جن لوگوں نے اللہ تعالیٰ کے سوا اور کارساز مقرر کر رکھے ہیں ان کی مثال مکڑی کی سی ہے کہ وہ بھی ایک گھر بنا لیتی ہے، حالانکہ تمام گھروں سے زیادہ بودا گھر مکڑی کا گھر ہی ہے، کاش! وہ جان لیتے

2- غیر اللہ کی قسم اٹھانا

قسم کو عربی لغت میں حلف یا یمین کہتے ہیں جس کی جمع احلاف اور ایمان ہے؛ لسان العرب کے مطابق:

"حلف: الحِلْفُ والحَلِفُ" (4)

" حلف: قسم اور قسم "

قسم بنیادی طور پر کسی فعل و واقعات پر اس فعل یا واقعات کی نوعیت و حقیقت کی پختگی کو یقینی تسلیم کرنے کے لیے ہوتی ہے۔ اور یہ صرف اللہ کا حق ہے کہ اس ذات کی قسم اٹھائی جائے۔ لہذا کسی کام کے کرنے یا نہ کرنے پر تاکید اور پختگی کیلئے رب ذوالجلال کی قسم کھانا (یمین کہلاتا ہے) قرآن حکیم میں قسم کا اثبات کا استدلال ان آیات سے ہوتا ہے، قسم کی مشروعیت قرآن و سنت اور اجماع سے ثابت ہے، جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

---

(1) سورۃ النحل: ١٦/ ٢٠

(2) القرطبی، الجامع لاحکام القرآن، ج ٦، ص ٤١٩

(3) سورۃ العنکبوت: ٢٩/ ٤١

(4) ابن منظور، افریقی، لسان العرب، ج ١٠، ص ٢٢٥٦

﴿لَّا يُؤَاخِذُكُمُ اللَّهُ بِاللَّغْوِ فِي أَيْمَانِكُمْ وَلَٰكِن يُؤَاخِذُكُم بِمَا كَسَبَتْ قُلُوبُكُمْ وَاللَّهُ غَفُورٌ حَلِيمٌ﴾ (1)

ترجمہ: اللہ تعالیٰ تمہیں تمہاری ان قسموں پر نہ پکڑے گا جو پختہ نہ ہوں ہاں اس کی پکڑ اس چیز پر ہے جو تمہارے دلوں کا فعل ہو، اللہ تعالیٰ بخشنے والا اور بردبار ہے

ایک اور آیت میں ارشاد ربانی ہے:

﴿وَأَوْفُوا بِعَهْدِ اللَّهِ إِذَا عَاهَدتُّمْ وَلَا تَنقُضُوا الْأَيْمَانَ بَعْدَ تَوْكِيدِهَا وَقَدْ جَعَلْتُمُ اللَّهَ عَلَيْكُمْ كَفِيلًا إِنَّ اللَّهَ يَعْلَمُ مَا تَفْعَلُونَ﴾ (2)

ترجمہ: اور اللہ کے عہد کو پورا کرو جب کہ تم آپس میں قول و قرار کرو اور قسموں کو ان کی پختگی کے بعد مت توڑو، حالانکہ تم اللہ تعالیٰ کو اپنا ضامن ٹھہرا چکے ہو، تم جو کچھ کرتے ہو اللہ اس کو بخوبی جان رہا ہے

یعنی قسم کھا کر اللہ کو ضامن بنا لیا ہے اب اسے توڑنا نہیں، بلکہ اس عہد و پیمان کو پورا کرنا ہے جس پر قسم کھائی ہے۔ قسم صرف اللہ تعالیٰ اور اس کے اسماء وصفات کی کھانا جائز ہے اللہ رب العزت کے اسماء وصفات کے علاوہ کسی بھی چیز کی قسم کھانا مطلقاً حرام اور شرک کے زمرے میں داخل ہوتی ہے۔ جو سراسر ظلم ہے۔

جیسا کہ ارشاد ربانی ہے:

﴿فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُونَ حَتَّىٰ يُحَكِّمُوكَ فِيمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لَا يَجِدُوا فِي أَنفُسِهِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَيْتَ وَيُسَلِّمُوا تَسْلِيمًا﴾ (3)

ترجمہ: سو قسم ہے تیرے پروردگار کی! یہ مومن نہیں ہو سکتے، جب تک کہ تمام آپس کے اختلاف میں آپ کو حاکم نہ مان لیں، پھر جو فیصلے آپ ان میں کر دیں ان سے اپنے دل میں اور کسی طرح کی تنگی اور ناخوشی نہ پائیں اور فرمانبرداری کے ساتھ قبول کر لیں

اسی طرح ایک اور جگہ ارشاد ربانی ہے:

﴿ وَ يَسْتَنبِئُوْنَكَ اَحَقٌّ هُوَ قُلْ اِیْ وَ رَبِّیْٓ اِنَّه لَحَقٌّ ؔ وَ مَآ اَنْتُمْ بِمُعْجِزِیْنَ﴾

ترجمہ: اور وہ آپ سے دریافت کرتے ہیں کہ کیا عذاب واقعی سچ ہے؟ آپ فرما دیجئے کہ ہاں قسم ہے میرے رب کی وہ واقعی سچ ہے اور تم کسی طرح اللہ کو عاجز نہیں کر سکتے

---

(1) سورۃ البقرہ:۲/۲۲۵

(2) سورۃ النحل:۱۶/۹۱

(3) سورۃ النساء:۴/۶۵

اس آیت کے ضمن میں علامہ قرطبی رحمہ اللہ نے قسم اٹھانے کو صرف ذات باللہ کے ساتھ تحصیص فرمایا ہے اور اس کے علاوہ حق اللہ میں ظلم کے مترادف قرار دیا ہے۔ [1]

جہاں اللہ تعالیٰ نے خود اپنی ذات کی قسم کو مختلف حالات، واقعات اور صورتوں میں بیان کرکے یہ واضح کر دیا کہ یہ صرف اس کا حق ہے نہ کہ اس کے غیر کا حق ہے۔

اس حق کی تائید آپ کی مختلف اوقات میں مختلف حالات پر اللہ کی ذات کی قسم اٹھائی۔ جیسا کہ ارشاد نبوی ہے:

((حَدَّثَنَا عَنْ سَعْدِ بْنِ عُبَيْدَةَ، قَالَ سَمِعَ ابْنُ عُمَرَ، رَجُلاً يَحْلِفُ لاَ وَالْكَعْبَةِ فَقَالَ لَهُ ابْنُ عُمَرَ إِنِّي سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صلى الله عليه وسلم يَقُولُ " مَنْ حَلَفَ بِغَيْرِ اللَّهِ فَقَدْ أَشْرَكَ)) [2]

ترجمہ: سعد بن عبیدہ کہتے ہیں عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے ایک شخص کو کعبہ کی قسم کھاتے ہوئے سنا تو ابن عمر رضی اللہ عنہما نے اس سے کہا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا ہے: جس نے اللہ کے سوا کسی اور کے نام کی قسم کھائی تو اس نے شرک کیا

مذکورہ احادیث مبارکہ سے صریحاً واضح ہوتا ہے کہ قسم صرف اللہ کا حق ہے اور غیر اللہ کی قسم اٹھانا شرک و ظلم ہے۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ غیر اللہ کی قسم کھانا حرام و شرک ہے۔۔ اللہ تعالیٰ کے نام اور صفات کے سوا کسی اور کی قسم کھانا سخت گناہ ہے عصر حاضر سماج میں مشاہدے یہ تجزیہ ہوا ہے کہ غیر اللہ کی قسم کا اٹھانا عام سی بات معلوم ہوتی ہوئی نظر آرہی ہے۔ جیسے میری جان کی قسم، تیرے پیر کی قسم، میرے مرشد کی قسم، سید کی قسم، آپ کے ماں باپ کی قسم، تیری محبت کی قسم وغیرہ جیسے الفاظ استعمال کرتے ہیں جو حرام بھی ہے عباداتی ظلم بھی ہے۔ بعض لوگ اپنی گفتگو میں اولاد، اولیاء اور نیک بندوں کی قسم یا اگر کسی اور کی قسم کھائی تو شرعاً یہ قسم نہیں ہوتی اس طرح کی تمام قسمیں حرام ہیں۔ [3]

اسی غیر شرعی معاملاتی کاموں پر قسم کھانا سراسر ناجائز ہے لیکن آج کل لوگوں کا رویہ اس کے برعکس ہے خصوصاً تاجر و دوکاندار حضرات جھوٹی سچی قسمیں کھا کر اپنا مال فروخت کرتے ہیں، اشیاء کے عیوب چھپانے اور ناقص و گھٹیا مال پر زیادہ منافع کمانے کی خاطر پے درپے قسمیں کھائے چلے جاتے ہیں اور کسی قسم کی عار محسوس نہیں کرتے۔

لہٰذا ہم پر واجب ہونا چاہیے کہ صرف اللہ کی قسم کھائیں، غیر اللہ کی قسم کھانا چاہے مخلوق کوئی بھی ہو، جائز نہیں ہے، گزشتہ حدیث کی روشنی میں غیر اللہ کی قسم کھانا شرک اصغر ہے، اور شرک اکبر بھی ہو سکتا ہے، جبکہ قسم

---

(1) القرطبی، الجامع لاحکام القرآن، ص ۸۴۰

(2) ابو داؤد، سنن ابی داود، کتاب الایمان والنذور، باب کراھیت لحلف، ج۳، ص ۵۹۵، حدیث ۳۲۵۱

(3) ناصر البانی، بدعات کا انسائیکلوپیڈیا، مکتبہ الفہیم، یو۔پی انڈیا، ۲۰۰۹، ص ۹۰

کھانے والا دل میں یہ اعتقاد رکھے کہ جس کی قسم کھا رہا ہے اس کی تعظیم ایسے ہی ہے جیسے اللہ کی تعظیم کی جاتی ہے، یا یہ اعتقاد رکھے کہ اللہ کے ساتھ-اس کی عبادت جائز ہے، اسی طرح اور دیگر کفریہ مقاصد کو دل میں رکھے۔

3۔ غیر اللہ کا ذبیحہ

عبادت کی تمام شکلوں کا بجالانا صرف اللہ کا حق ہے۔ جس کی تائید اس آیت سے ہوتی ہے:

﴿قُلْ إِنَّ صَلَاتِي وَنُسُكِي وَمَحْيَايَ وَمَمَاتِي لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ﴾ (1)

ترجمہ: آپ فرمادیجئے کہ بالیقین میری نماز اور میری ساری عبادت اور میرا جینا اور میرا مرنا یہ سب خالص اللہ ہی کا ہے جو سارے جہان کا مالک ہے

اسی طرح ایک اور جگہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَانْحَرْ﴾ (2)

ترجمہ: پس تو اپنے رب کے لئے نماز پڑھ اور قربانی کر

اس کے علاوہ بہت سی آیات اس بات پر دلالت ہیں کہ سجدہ اور ذبح کرنا عبادت ہے اور یہ غیر اللہ کے لئے کرنا شرکِ اکبر ہے۔ اس آیت کی تاویل کے ضمن میں امام قرطبی نے اللہ کے علاوہ ذبیحہ کرنے کو شرک و ظلم سے منصوب کیا ہے۔ (3)

غیر اللہ کے نام پر ذبیحہ کرنے کی ممانعت کا استدلال ایک واقعہ سے بھی ہوتی ہے جو ثابت بن الضحاک رضی اللہ عنہ سے ان الفاظ میں روایت ہے:

((نَذَرَ رَجُلٌ أَنْ يَذْبَحَ إِبِلًا بِبُوَانَةَ فَسَأَلَ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ هَلْ كَانَ فِيهَا وَثَنٌ مِنْ أَوْثَانِ الْجَاهِلِيَّةِ يُعْبَدُ؟ قَالُا: لَا، قَالَ: فَهَلْ كَانَ فِيهَا عِيدٌ مِنْ أَعْيَادِهِمْ؟ قَالُوا: لَا، فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَوْفِ بِنَذْرِكَ، فَإِنَّهُ لَا وَفَاءَ لِنَذْرٍ فِي مَعْصِيَةِ اللَّهِ، وَلَا فِيمَا لَا يَمْلِكُ ابْنُ آدَمَ)) (4)

ترجمہ: ایک آدمی نے بوانہ کے مقام پر اونٹ ذبح کرنے کی نذر مانی، اس نے اس کے متعلق نبی اکرم ﷺ سے دریافت کیا، تو آپ نے فرمایا: کیا وہاں دور جاہلیت کے کسی بت کی پوجا ہوتی تھی؟ صحابہ نے کہا: نہیں۔ آپ نے مزید پوچھا: کیا وہاں مشرکین کا کوئی تہوار ہوتا تھا؟

---

(1) سورۃ الانعام:۶/۱۶۲

(2) سورۃ لکوثر:۱۰۸/۲

(3) القرطبی، الجامع لاحکام القرآن، ج۴ ص ۱۹۱

(4 ابوداؤد، سنن ابی داود، کتاب الایمان، باب مایؤمر بہ من وفاء النذر، ج۳، حدیث ۲۱۳

صحابہ نے کہا: نہیں۔ آپ نے فرمایا: تم اپنی نذر پوری کر لو۔ یاد رکھو! جو نذر اللہ تعالی کی نافرمانی کے متعلق ہو یا انسان کے تصرف واختیار میں نہ ہو، اسے پورا کرنا ہرگز جائز نہیں۔ اور نہ جائز نذر ہے جس کی ابن آدم کی ملکیت نہ رکھتا

مذکورہ آیت کی بحث سے یہ بات عیاں ہوتی ہے کہ غیر اللہ کے تقرب کے لیے ذبح کرنا عبودیت میں شرک ہے اور غیر اللہ کا نام لے کر ذبح کرنا استعانت اور مدد کے لیے طلب کرنا عباداتی ظلم وشرک ہے۔ اسی طرح مذکورہ حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ غیر اللہ کے تقرب اور تعظیم کی خاطر ذبح شرک کرنا ہے۔ عصر حاضر سماج میں غیر اللہ کے نام پر ذاتی حاجتوں کی تکمیل کے لیے مزاروں، آستانوں، درگاہوں اور عام طور پر بھی عوام جانوروں کو یا تو ان لوگوں کے نام نصوب کر کے چھوڑ دیتے ہیں یا وہاں ہی اس قبیح فعل کو عملی شکل میں اظہار کرتے ہوئے نظر آرہے ہیں۔ قرآن حکیم کی تعلیمات کی روشنی میں جہاں اس فعل غیر اللہ کی نہ صرف ممانعت کے ساتھ مذمت بیان کی گئی ہے وہاں اس نحوست والے فعل کے جانور کو بھی حرمت کی نگاہ سے ممانعت کے ساتھ دیکھا ہے۔ جس کی دلیل اس آیات سے صراحتاً واضح ہوتی ہے:

﴿إِنَّمَا حَرَّمَ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةَ وَالدَّمَ وَلَحْمَ الْخِنزِيرِ وَمَا أُهِلَّ بِهِ لِغَيْرِ اللَّهِ ۖ فَمَنِ اضْطُرَّ غَيْرَ بَاغٍ وَلَا عَادٍ فَلَا إِثْمَ عَلَيْهِ ۚ إِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَّحِيمٌ﴾ (1)

ترجمہ: تم پر مردہ اور (بہا ہوا) خون اور سور کا گوشت اور ہر وہ چیز جس پر اللہ کے سوا دوسروں کا نام پکارا گیا ہو حرام ہے پھر جو مجبور ہوجائے اور وہ حد سے بڑھنے والا اور زیادتی کرنے والا نہ ہو، اس پر ان کے کھانے میں کوئی گناہ نہیں، اللہ تعالیٰ بخشش کرنے والا مہربان ہے

امام قرطبی نے مذکورہ آیت کی تشریح میں واضح کیا کہ غیر اللہ کے نام پر ذبح شرک اور ظلم حق اللہ ہے۔ (2)

مذکورہ آیت کی تشریح میں امام قرطبی رحمہ اللہ م نے لفظ ﴿ وَمَا أُهِلَّ بِهِ لِغَيْرِ اللَّهِ ﴾ سے مراد قربانی کے لیے وہ جانور لیا ہے جس کو ذبح کرتے وقت اللہ کے غیر کا نام لیا گیا ہو جیسے صاحب قبر، سرکار کسی اؤلیا اللہ اور درویش۔ (3)

صاحب تدبر قرآن نے مذکورہ آیت کے ذیل میں غیر اللہ کے نام پر زبح کو شرک فی العبادہ قرار دیا۔(4)

---

(1) سورۃ المائدہ ۵/ ۳

(2) القرطبی، الجامع لاحکام القرآن، ج۳، ص ۴۶۳

(3)، ایضا، ج ا ص ۱۷۳

(4) امین احسن اصلاحی، تدبر قرآن، ج۲، ص ۴۵۱

اسی طرح مذکورہ آیت کی تاویل میں ابن کثیر رحمہ اللہ نے لفظ ﴿وَمَا ذُبِحَ عَلَى النُّصُبِ﴾ سے مراد وہ جانور جو مزاروں آستانوں، قبروں اور درگاہوں وغیرہ پر ذبح کیا گیا ہو جب کہ عبادات کی تمام انواع جیسے دعا و پکار اور التجا، محبت، خوف، امید و رجا، توکل و بھروسہ، رغبت و رہب، خشوع و خضوع، رجوع و انابت، استعانت و استغاثہ، ذبح اور نذر و نیاز خالص اللہ کے لیے خاص ہیں۔ اس کے برعکس عباداتی ظلم حق اللہ ہے۔ (1)

4۔ غیر اللہ کی نذر و نیاز انداز فکر:

نذر کا لغت میں معنی الزام (اپنے پر کوئی چیز لازم کر لینا) اور عہد کا ہے جیسا کہ لسان العرب یوں رقم طراز ہیں:

" نذر: النَّذْرُ: النَّحْبُ، وهو ما يَنْذِرُه الإِنسان فيجعله على نفسه "(2)

" ایک منت: منت: محبت، وہی ہے جو انسان منت مانتا ہے، اور اسے اپنے خلاف کرتا ہے "

نذر اللہ تعالیٰ کے حق عبادات میں سے عبادت کی ایک شکل اس کی نام کی نذر و نیاز بھی ہے، اس کا اثبات قرآن حکیم کی ان آیات سے واضح ہوتا ہے:

﴿يُوفُونَ بِالنَّذْرِ وَيَخَافُونَ يَوْمًا كَانَ شَرُّهُ مُسْتَطِيرًا﴾ (3)

ترجمہ: جو نذر پوری کرتے ہیں اور اس دن سے ڈرتے ہیں جس کی برائی چاروں طرف پھیل جانے والی ہے

اس سے بھی واضح آیت کہ نذر و نیاز و منت عبادت ہے یہ ہے:

﴿وَلْيُوفُوا نُذُورَهُمْ﴾ (4)

ترجمہ: انہیں چاہیے کہ اپنی نذریں پوری کریں

اس آیت کی تاویل میں صاحب مظہری نے لکھا ہے کہ یہاں امر (حکم) ہے اور اس کی وفاء کرنے کا حکم دینا اس بات کی دلیل ہے کہ یہ عبادت ہے۔ کیونکہ عبادت اسی کو کہتے ہیں جس کا شرعی طور پر حکم دیا گیا ہو جو اللہ کا حق ہے۔ (5)

اور اسی طرح اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

---

(1) ابن کثیر، تفسیر القرآن العظیم،، ج۲، ص۱۱

(2) ابن منظور افریقی، لسان العرب، ج ٦، ص ٢٧٥٦

(3) سورۃ الدھر: ٧٦/ ٧

(4) سورۃ الحج: ٢٢/ ٢٩

(5) ثناء اللہ پانی پتی، تفسیر مظہری، ج ۴، ص ۲۳۱

﴿وَمَا أَنفَقْتُم مِّن نَّفَقَةٍ أَوْ نَذَرْتُم مِّن نَّذْرٍ فَإِنَّ اللَّهَ يَعْلَمُهُ﴾ (1)

ترجمہ: تم جتنا کچھ خرچ کرو یعنی خیرات اور جو کچھ نذر مانو اسے اللہ تعالیٰ بخوبی جانتا ہے

نذر ماننا اللہ تعالیٰ کے لیے ایک عبادت ہے اور غیر اللہ کے لیے نذر ماننا بھی عبادت ہے جو حرام ہے۔ غیر اللہ کے لیے نذر ماننے والا جب اپنی نذر پوری کرتا ہے تو وہ غیر اللہ کی عبادت بجالاتا ہے۔ جبکہ اللہ تعالیٰ کے لیے نذر ماننے والا جب اپنی نذر پوری کرتا ہے تو وہ اللہ تعالیٰ کی عبادت بجالاتا ہے۔ اللہ کے اس حق کو قرآن کی یہ آیت ظاہر کرتی ہے:

﴿قُلْ إِنَّ صَلَاتِي وَنُسُكِي وَمَحْيَايَ وَمَمَاتِي لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ﴾ (2)

ترجمہ: آپ فرمادیجئے کہ بالیقین میری نماز اور میری ساری عبادت اور میرا جینا اور میرا مرنا یہ سب خالص اللہ ہی کا ہے ا جو سارے جہان کا مالک ہے

اس آیت سے استدلال یوں ہے کہ کسی چیز کو اللہ تعالیٰ کے علم کے ساتھ جوڑنا اس بات کی دلیل ہے کہ اس پر جزاء ملتی ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کا یہ باور کروانا کہ مجھے اس کا علم ہے اس کا ہمیں فائدہ تب ہی پہنچتا ہے جب ہم جانیں کہ اس پر جزاء مرتب ہوتی ہے۔ اور اس پر جزاء مرتب ہونا اس بات کی دلیل ہے کہ یہ وہ عبادت ہے جس پر انسان کو جزاء دی جاتی ہے۔

اور آپ ﷺ نے فرمایا:

((مَنْ نَذَرَ أَنْ يُطِيعَ اللَّهَ، فَلْيُطِعْهُ وَمَنْ نَذَرَ أَنْ يَعْصِيَهُ، فَلَا يَعْصِهِ)) (3)

ترجمہ: جس نے نذر مانی کہ میں اللہ کی اطاعت کروں گا تو اسے چاہیے کہ اس کی اطاعت کرے، اور جس نے نذر مانی کہ وہ اس (اللہ) کی نافرمانی کرے گا، تو وہ اس کی نافرمانی نہ کرے

عصر حاضر میں دین سے بے رخی اور ایمانی کمزوری کی وجہ سے کلمہ گو مسلمان اللہ تعالیٰ کے علاوہ نیک فوت شدہ صلحا، انبیا اولیا کے نام وغیرہ پر نذر و نیاز مانتے ہیں، حالاں کہ اللہ تعالیٰ کی ان برگزیدہ شخصیات نے اپنی پوری زندگیاں لوگوں کو جاہلی رسم ورواج اور شرک کی ظلمتوں سے نکالنے اور اسلام جیسے پاکیزہ مذہب اور اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کی طرف مائل کرنے میں صرف کیں۔ نذر و نیاز صرف اللہ تعالیٰ کے نام پر ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی اور مخلوق، چاہے کسی نبی کے نام کی ہو، یا کسی ولی کے نام کی، جائز نہیں۔ معاشرے میں اس فعل کی مختلف صورتیں دیکھنے اور اپنانے میں نظر آتی ہیں پہلی صورت یہ ہے کہ یہ نذر مانی کہ اگر میرا فلاں کام ہو گیا، تو میں فلاں بزرگ کے

---

(1) سورۃ البقرہ:۲/۲۷۰

(2) سورۃ الانعام:۶/۱۶۲

(3) بخاری، محمد بن اسماعیل، صحیح بخاری، کتاب الایمان النذور، باب النذر، ج۳، ص ۸۳۶ حدیث ۸۹۹

نام کا بکرا ذبح کروں گا اور جب کام ہو گیا، تو اس بزرگ کے نام پر بکرا ذبح کیا جات ہے اور ذبح کرتے وقت بھی جانور پر اللہ تعالیٰ کا نام نہیں لیا، بلکہ جس بزرگ کے نام کی نذر مانی تھی، اس کا نام جانور ذبح کرتے وقت لیا۔ [1]

غیر اللہ کے نام کی نذر و نیاز ماننا حرام ہے کسی بھی پیغمبر، صحابی، بزرگ کے نام کی نذر و نیاز ماننا جائز نہیں، اور اگر کسی نے اس طرح کی نذر و نیاز مانی ہے، تو اس کو کھانا حرام ہے۔ یعنی اکثر عوام کی طرف سے مردوں کی خاطر جو نذر چڑھائی جاتی ہے اور بزرگوں کے مزارات پر جو موم بتی، خوشبو، روپیہ وغیرہ چڑھایا جاتا ہے، جس سے ان کا مقصد ان بزرگوں کو خوش کرنا اور ان کا تقرب حاصل کرنا ہوتا ہے۔ غیر اللہ کے لیے نذر و منت ماننا شرک ہے۔ [2]

متعلقہ بحث کے بعد یہ بات عیاں ہوتی ہے کہ اعتقادی ضعف کی وجہ سے انسان عبادات میں عملہ طور پر حق ضائع کرتا ہے۔ اور یوں اپنی ذات پر ظلم کا ارتکاب کرنے کے ساتھ ساتھ دوسروں کے حق میں کوتاہی کا مرتکب بن جاتا ہے، جس کی عملی تطبیق سماج میں، مزارات کے علاوہ دیگر اشکال میں ہر طرف نظر آرہی ہیں۔

5۔ عباداتی ظلم اور قبر پرستی

قبر پرستی بھی ایک عباداتی ظلم کی شکل ہے۔ اس ظلم کی حقیقت کو جاننے سے پہلے اس کی نوعیت کا ناننا ضروری ہے۔ اس بیماری و فعل کی سب سے پہلے ابتداء قوم نوح کے ملتی ہے۔ جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَقَالُوا لَا تَذَرُنَّ آلِهَتَكُمْ وَلَا تَذَرُنَّ وَدًّا وَلَا سُوَاعًا وَلَا يَغُوثَ وَيَعُوقَ وَنَسْرًا﴾ [3]

ترجمہ: اور کہا انہوں نے کہ ہر گز اپنے معبودوں کو نہ چھوڑنا اور نہ ود اور سواع اور یغوث اور یعوق اور نسر کو (چھوڑنا)

اس آیت کے تناظر میں یہ بات عیاں ہے کہ یہ حضرت آدم اللہ علیہ السلام کی اولاد میں سے نیک اور صالح لوگ تھے۔ ان کی زندگی میں یہ لوگ ان کے پیروکار تھے۔ جب یہ فوت ہو گئے تو ان کے پیروکاروں نے اکٹھے ہو کر آپس میں مشورہ کر کے ان کی تصویریں اور مجسمے بنائے۔ تاکہ ایسا کرنے سے عبادت میں زیادہ شوق پیدا ہو گا۔ لہٰذا انہوں نے ان بزرگوں کی تصویریں اور مجسمے بنائے۔ جب یہ لوگ اس عالم آب و گل سے رختِ سفر باندھ کر دار عدم وفانی میں چلے گئے تو ان کی اولادیں بڑی ہوئیں تو ان سے کہا گیا کہ وہ ان کی پوجا کیا کرتے تھے اور ان سے بارش طلب کرتے تھے۔ اس کی بات سن کر ان کے

---

(1) عبد الخالق صدیقی، شرک کے چور دروازے، دار التوحید، لاہور ۲۰۱۹، ص ۵۳

(2) محمد مشتاق عقیدہ یا جہالت، مولانا، الکتاب انٹر نیشنل، ۲۰۰۲ء جامعہ نگر، نئی دہلی، انڈیا، ص ۳۷

(3) سورۃ نوح: ۷۱/ ۲۳

پرستار بن گئے آہستہ آہستہ تمام لوگ ان کا پجاری بن گے۔ اس کے ساتھ ساتھ ان کے پیروکاران کی قبروں پر مجاور بن کر بیٹھ گئے۔ پھر ان کی تصویریں اور مجسمے بنائے، اور زمانہ گزرنے کے ساتھ ساتھ ان کی عبادت شروع کردی گئی۔ اور یوں یہ مشرکانہ فعل ترقی کرتے کرتے آج بھی نئی نئی شکلوں میں روشن دن کی طرح عیاں اور سرعام دیکھنے میں نظر آرہاہے۔ [1]

قبروں پر مسجد، گنبد اور بنانے کی ممانعت کی گئی ہے جس کی تائید اس حدیث سے ظاہر ہوتا ہے:

((عَنْ عَائِشَةَ . رضى الله عنها . قَالَتْ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صلى الله عليه وسلم فِي مَرَضِهِ الَّذِي لَمْ يَقُمْ مِنْهُ " لَعَنَ اللَّهُ الْيَهُودَ وَالنَّصَارَى، اتَّخَذُوا قُبُورَ أَنْبِيَائِهِمْ مَسَاجِد)) [2]

ترجمہ: ام المؤمنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس بیماری میں جس کے بعد پھر تندرست نہیں ہوئے: ”لعنت کرے اللہ یہود اور نصاریٰ پر کہ انہوں نے اپنے پیغمبروں کی قبروں کو مسجد بنا لیا۔“ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا: اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس بات کا خیال نہ ہوتا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر کھلی جگہ میں ہوتی۔ حجرہ میں نہ ہوتی مگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم ڈرے کہ کہیں لوگ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر کو مسجد نہ بنا لیں

اس حدیث کو متعلقہ اسباق کی روشنی میں تجزیہ کیا جائے تو یہ بات واضح طور پر سامنے آتی ہے کہ قبر کو سجانے سے کیا اثرات مرتب ہوتے ہیں، جس کی ساری لڑیاں شرک پر جا کر ختم ہوتی ہیں، جو کہ بذات عباداتی ظلم ہے۔ کیونکہ قبروں پر گنبد اور قبے بنانے کے بعد یہ یقینی بات ہے کہ لوگوں میں مفاسد اعتقاد پھیلنے کی راہیں کھل جاتی ہیں اس لیے شیطان لوگوں کو قبریں اونچا کرنے کی ترغیب دیکر ااس کام کو ان کے لیے نہایت خوبصورت دکھلاتا ہے، جب ایک عام آدمی قبر کو دیکھتا ہے کہ اس کی عمارت پر بنے گنبد کو دیکھ کر اس میں داخل ہوتا ہے۔ اندر جا کر قبر پر خوبصورت پردے ار غلاف دیکھتا ہے اوپر روشنی کرتے ہوئے چراغ بھی اسے نظر آتے ہیں۔ اس کے ارد گرد خوشبودار انگیٹھیوں کو دیکھتا ہے، ان چیزوں کو دیکھ کر اس کے دل میں صاحب قبر کی تعظیم و تکریم کا خیال پیدا ہوتا ہے۔ اور لامحالہ اس کی سجدے کی شکل میں تعظیم کرکے عباداتی ظلم کر بیٹھتا ہے۔ چونکہ مانوس اور متاثرہ افراد کا ذہن اس صاحب قبر کی تعریف بیان کرنے سے قاصر رہتا ہے۔ ان کے دلوں اور دماغ پر اس کا خوف اور رعب چھا جاتا ہے۔ ان وجوہات کی بنا پر ان کے دلوں میں شیطانی عقائد جنم لیتے ہیں۔ بالآخر نوبت یہاں

---

(1) ثناءاللہ، تفسیر مظہری، ج۱۲ ص۷۶

(2) بخاری محمد بن اسماعیل، صحیح بخاری، کتاب الصلوۃ، باب النھی عن بنا المساجد علی القبور، حدیث ۲۸۸

تک پہنچ جاتی ہے کہ وہ صاحب قبر سے ایسی درخواستیں کرنے لگتے ہیں، کہ جن کو منظور کرنے کی اللہ کے سوا کسی کو قدرت نہیں۔ اور یوں شرک کی ذد میں کر عباداتی ظلم کرتا ہے۔ [1]

اور یہ اعتقاد رکھتے ہیں کہ یہ بہت بڑی عبادت، مفید اطاعت اور مقبول نیکی ہے۔ یہ سب کچھ معصیت، گناہ، شرک اور ظلم ہے۔ قبروں پر سجدہ اور ذبح کرنا دورِ جاہلیت کی بت پرستی اور شرکِ اکبر ہے، کیونکہ یہ عبادت ہے اور عبادت اللہ کے علاوہ کسی کی نہیں ہوتی اور جو غیر اللہ کی عبادت کرتا ہے وہ مشرک ہے غیر اللہ کے لیے ذبح کرنے کی شدید وعید ہے اور وہ یہ کہ یہ اللہ عزوجل کے ساتھ شرک ہے۔ [2]

یہ نذر بھی ایسی ہے کیونکہ اس سے رضائے الٰہی مقصود ہرگز نہیں ہوتی۔ بلکہ یہ تمام نذریں ایسی ہیں کہ ان کو پورا کرنے والا اللہ کے غضب کو دعوت دیتا ہے اور اس کی ناراضگی مول لیتا ہے۔ کیونکہ یہ نذر ماننے والے کے دل میں ایسا اعتناء پیدا کرتی ہے کے جس کے نتیجہ میں وہ مُردوں کو الوہیت کے درجہ پر تصور کرنے لگتا ہے۔ پھر دین کے معاملہ میں اس کے پاؤں میں استقلال نہیں رہتا اور قدم قدم پر لڑکھڑاتا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ جب کوئی شخص اپنا پیارا مال اور دل پسند مال خرچ کرتا ہے تو شیطان اس کے دل میں اس کی محبت اور تعظیم کا بیج بوتا ہے اور قبر کی تقدیس کا اعتقاد پیدا کرتا ہے۔ صاحب قبر کی تعظیم و تکریم کا جذبہ دل میں ابھارتا ہے۔ اور قبروں پر اس کے اعتقاد میں غلو پیدا کرتا ہے۔ حتیٰ کہ وہ باطل عقائد میں پھنس کر رہ جاتا ہے اور اسلام کی طرف واپس نہیں آتا۔ ایسی ذلت و رسوائی سے ہم اللہ کی پناہ چاہتے ہیں۔ اس کے علاوہ ایک خرابی یہ بھی ہے کہ ان میں سے اکثر لوگ اپنے عمدہ چوپائے اور بہترین مویشی قبر کے پاس لے جاکر ذبح کرتے ہیں۔

اس کی غرض وغایت ان کا قرب حاصل کرنا ہوتا ہے۔ نیز وہ امید رکھتے ہیں کہ ان سے کچھ فائدہ حاصل ہو گا۔ ایسی صورت میں قربانی غیر اللہ کے نام پر ہو گی اور بتوں کی عبادت شمار ہو گی۔ کیونکہ کھڑے کئیے ہوئے پتھر (جس کو وثن کہتے ہیں) کے پاس قربانی کرنے اور کسی میت کی قبر کے پاس جاکر قربانی کرنے میں کوئی فرق نہیں۔ صرف نام بدلنے سے باطل کو حق وصداقت سے تعبیر نہیں کیا جا سکتا۔ [3]

یہی قبر پرستی ہے جو ابتداء میں قبر پر حاضری اور اس کے آگے جھکنے، سجدہ کرنے اور چومنے جیسے اعمال تک محدود رہتی ہے مگر پھر رفتہ رفتہ ان ہی بزرگوں کی تصویریں بن جاتی ہیں اور بت بھی تیار ہوتے ہیں جن کے آگے مناجات ہوتی ہے ان پر چڑھاوے چڑھائے جاتے ہیں اور ان کے آگے منتیں اور مرادیں مانگی جاتی ہیں۔ جو دربار میں

---

(1) صلاح الدین، قبر پرستی ایک حقیقت پسندانہ جائزہ،، دارالسلام، ۲۰۱۰ لاہور ص ۶

(2) احمد ابن تیمیہ، قبروں کی زیارت اور صاحب قبر سے فریاد، ریاض، سعودی عرب ۲۰۰۸ ص ۴۱

(3) صلاح الدین، قبر پرستی ایک حقیقت پسندانہ جائزہ، ص ۸۴

جا کر یہ سب نہیں کر سکتا وہ اپنے گھروں میں ان ہی کی تصاویر کے آگے ہاتھ باندھے کھڑا ہو کر اس فعل کو سر انجام دیتا ہے، اور جس کے پاس تصویر نہیں ہے وہ اپنے تصور میں ان بزرگوں سے التجائیں کر رہا ہے اور اپنی مرادیں پوری کرانے کے لیے زور لگا رہا ہے۔ (1)

عصر حاضر سماج میں قبرستانوں، قبروں پر قبے اور عمارتیں بنی ہوئی عام ہیں کوئی چھوٹا پیر ہے کوئی بڑا پیر ہے۔ کوئی بیٹے دینے کا ماہر ہے اور کوئی بیٹیوں کا رشتہ دلانے اور ان کی شادیاں کرانے کا ایکسپرٹ ہے۔ جگہ جگہ درختوں پر یا ان ہی آشیانوں کی کھڑکیوں اور چھجوں پر سبز، لال، نیلے پیلے دھاگے اور دھجیاں لٹکتی نظر آئیں گی جو کسی منت یا مراد کے لیے لٹکائی گئی عیاں ہیں۔

بعض قبروں کے مجاور یا وہاں کے سجادہ نشیں پیر کچھ پڑھے ہوئے دھاگے اور کڑے وغیرہ طالب مراد کے ہاتھوں اور پیروں میں ڈالتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ان کو کبھی نہ اتارنا کیونکہ ان کی برکت سے تمہارا یہ کام ہو گا اور فلاں مراد پوری ہو گی۔ (2)

قرآن مجید کی تعلیمات سے دوری اور سنت نبوی کا علم نہ ہونے کی بدولت انسان اس گڑھے میں گرتا چلا جا رہا ہے ان کی کئی ایک بدعات کفر ہیں جیسے غیر اللہ کو مشکلات کے حل کے لیے پکارنا، انہیں اللہ رب العزت کی صفات سے متصف کرنا، وغیرہ۔ جیسا کہ آیت سے ظاہر ہوتا ہے:

﴿وَمَن يَدْعُ مَعَ اللَّهِ إِلَٰهًا آخَرَ لَا بُرْهَانَ لَهُ بِهِ فَإِنَّمَا حِسَابُهُ عِندَ رَبِّهِ إِنَّهُ لَا يُفْلِحُ الْكَافِرُونَ﴾ (3)

ترجمہ: جو شخص اللہ کے ساتھ کسی دوسرے معبود کو پکارے جس کی کوئی دلیل اس کے پاس نہیں، پس اس کا حساب تو اس کے رب کے اوپر ہی ہے۔ بے شک کافر لوگ نجات سے محروم ہیں

امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ درج ذیل آیت کے ضمن میں فرماتے ہیں:

" پس جو شخص یہ اعتقاد رکھے کہ قبروں سے منت ماننا اللہ سے مرادیں حاصل کرنے کا ذریعہ ہے، یا اس سے مصائب دور ہوتے ہیں، رزق کھلتا ہے، جان و مال و ملک کی حفاظت ہوتی ہے تو وہ مشرک بلکہ کافر ہے" (4)

---

(1) صلاح الدین، قبر پرستی ایک حقیقت پسندانہ جائزہ، ص ۸۶

(2) ایضا ص ۲۸

(3) سورۃ المومنون: ۲۳/ ۱۱۷

(4) احمد ابن تیمیہ، اصحاب صفہ اور تصوف کی حقیقت، (مترجم) عبد الرزاق، المکتبیہ السلفیہ ۲۰۱۰ ، لاہور، ص ۳۰

اس آیت کے ضمن میں مولانا امین احسن اصلاحی نے غیر اللہ کو پکارنا شرک لکھا ہے۔(4)

مذکورہ تمام اقسام میں عبادت کا حق اللہ کی ذات کے لیے مخصوص ہے، عبادات کی ان اشکال میں جہاں اللہ سے استعانت مانگنا، اللہ کے نام کی نذر دینا شامل ہے، وہاں عبادات کی دیگر صورتیں بھی اسی ذات کا حق ہے ،اس کے برعکس حق تلفی حق اللہ ہے جو کہ ظلم و ناانصافی ہے، جس کا عملی عیاں سماج میں کسی نہ کسی صورت میں دکھائی دیتا ہے۔

(4) امین احسن اصلاحی ،تدبر قرآن ،ج۵ص۳۶۰

فصل دوم
اعتقادی وعباداتی ظلم کے اثرات

مبحث اول: اعتقادی اثرات

غلو کے معنی لغتِ عرب میں " حد سے تجاوز " کر جانے کے ہیں اور جب اس کو شرعی زبان میں استعمال کیا جاتاہے، تو اس کے معنی یہ ہیں کہ شریعت میں کسی چیز کی جو حد مقرر ہے، اس سے نکل جائے، اور متعین کے حق کو مزید بڑھادیا جائے۔ اس مذموم فعل کے محرکات میں ابتدائی واولین درجہ ایمان میں ضعف کو حاصل ہے، اس کے علاوہ، آباواجداد کی اندھی تقلید، عقل پرستی، اتباع نفس اور شیطان کو مکر و فریب ثانی کامقام رکھتے ہیں۔ غلو فی الدین اعتقادی کمزروی وظلم کے اثر کا نتیجہ ہے جیسے حضرت نوح علیہ السلام کے دور کے لوگوں نے اپنے زمانے کے اولیاء اللہ وصالحین کو عقیدت ومحبت کے نام پر قابل پرستش بنالیا تھا۔

دین میں غلو کی دو قسمیں ہیں

1-غلو فی العقیدہ

2- غلو فی العمل

1-غلو فی العقیدہ

عقیدے میں غلو یہ ہے کہ عقیدے کی جو حدیں مقرر کی گئی ہیں، ان میں غلو و تجاوز کیا جائے۔ جیسے یہود و نصاری نے حضرات انبیا علیہم السلام کو خدائی کے مقام پر پہنچا دیا اور مشرکین عرب نے ملائکہ کو خدا کی بیٹیاں قرار دے دیا اور کسی نے سورج وچاند کی، کسی نے ستاروں کی پرستش کرکے ان کو خدا بنا ڈالا۔ [1]

عصر حاضر میں عوام اولیاء اللہ کو حاجت رواو مشکل کشا اور عالم الغیب اور حاظر وناظر ٹھہرا کر ان کی مزاروں کے سامنے سجدے کرتے اوران کو طواف کرتے اور ان سے اپنی حاجتیں مانگتے، ان کی نذر ونیاز کرتے ہیں، یہ سب اعتقادی ظلم کے اثرات ہیں کہ جن سے عقیدے میں ایسے غلو کی صورتیں پھوٹتی ہیں

2-غلو فی العمل

غلو فی العمل یہ ہے کہ عمل میں غلو کیا جائے۔ جیسے عیسائی لوگوں نے رہبانیت اختیار کی اور اس کی بہت سی شکلیں نکالیں اور دین کے نام سے ان کو رواج دیا اور حدود سے تجاوز کرنے لگے تھے۔ اسی طرح مشرکین کا ننگے ہو کر طواف کرنا اور احرام کی حالت میں گھروں کے پچھواڑوں سے گھروں میں داخل ہونا اسی غلو فی العمل کی مثالیں ہیں۔

(1) محمد شعیب، غلو فی الدین، حقیقیت، اسباب اور صورتیں، مکتبہ امت، بنگلور، انڈیا، ۲۰۱۵، ص ۱۶۶

عصر حاضر میں اولیاء کی شان میں غلو کرنا، ان سے دعائیں مانگنا، نذر و نیاز کرنا، آستانوں پر جانا، اور استمداد کا ممتنی بننا، موم بتیاں جلانا حاجات کے لیے، اسی طرح اس کے علاوہ مختلف انداز اپنانا جیسے وہاں طواف و سجدے کرنا، مراقبے واعتکاف کا قیام، منتیں و نذریں منانا، جانور کا ذبیحہ کرنا فاتحہ و عرس کے میلے لگانا عام سی عادت کو دیکھنے میں ملتا ہے۔، اس کے ساتھ ساتھ وہاں کے ستونوں سے چمٹا ہوا عرض معروض کرتا، کوئی سسکیاں بھر رہا ہوتا، کوئی جوشِ عقیدت میں چیخ رہا، کوئی اپنی مصیبتوں کی داستان سنا کر التجائیں کر رہا، کوئی ادب و ہیبت کے لحاظ سے دم بہ خود ہوتا ہے ؛یہ سب اس لیے کہ اولیاء اللہ کو مشکل کشا و حاجت روا خیال کر لیا گیا ہے اور عالم الغیب والشہادۃ ہونے کا تصور قائم کر لیا گیا ہے، گویا وہ عبد نہیں؛ بل کہ خود خدائی مقام کے حامل ہو گئے ہیں۔ جو سراسر اظلم اعتقادی اور غلوف العمل کی عملی سایہ ہے۔

مبحث دوم: اخلاقی اثرات

اعتقاد کی کمزوری سے انسان کی شخصیت پر منفی اثرات مرتب ہوتے ہیں، نیز یہ اثرات اخلاق رزیلہ کی صورت میں ظاہر ہوتے ہیں، جس سے جرائم وتشدد میں اضافہ ہوتا ہے ان اثرات کی تفصیل درجہ ذیل ہے۔

1۔ حسن اخلاق سے دوری:

اعتقادی انحطاط سے اانسان کی خلاقی سیرت اور اس کے ظاہر و باطن کا پھول مرجھا جاتا ہے، جو رفتہ رفتہ اس حد تک پہنچ جاتا ہے، جہاں اخلاقی و عملی اقدار، اطوار وصفات نام تک رہ جاتی ہیں اور اس کے مدمقابل صفات سیئہ کی آبیاری ہوتی ہے، جیسے غیبت و بد گوئی، کینہ و حسد، تکبر، حق تلفی چوری وڈاکہ، قتل وخوں ریزی، جھوٹ و بہتان طرازی، کبر ونخوت، ظلم وستم، بدسلوکی وبے رحمی، فریب ودھوکہ دہی، شراب نوشی وجوابازی، زناکاری وبے حیائی، جنگ وجدال وغیرہا مورافعال وعادات جنم لیتے ہیں۔ (1)

عصری سماج میں اعتقادی ظلم کے اثرات اخلاقی اثرات کی شکل میں کینسر ودیمک کی طرح ایک دوسرے کے حقوق کو چاٹ رہے ہیں، معاملاتی لحاظ سے جیسے دودھ میں پانی کی ملاوٹ، صحت میں ادویات میں مضر صحت اجزاء کی ملاوٹ، انسانی گفتگو میں جھوٹ کی ملاوٹ، رویوں میں فریب اور دھوکہ دہی کی ملاوٹ اور رشتوں میں قطع رحمی کی ملاوٹ ہر طرح عیاں ہے۔ اس طرح افراد معاشرتی اور اخلاقی اقدار و حقوق کی خلاف ورزی کرتے نظر آتے ہیں، اور معاشرہ انحراف کی بدترین شکل اختیار کررہا ہے مذموم افعال جیسے چوری' ڈکیتی' قتل' زنا' منشیات فروشی' عورتوں پر تشدد' یہ سب معاشرتی انحراف کی مختلف صورتیں ہیں۔ مذہبی اور اخلاقی اقدار میں گراوٹ' دولت' عزت کی خواہش' منشیات کا بڑھتا ہوا استعمال یہ سب وہ وجوہات ہیں جو لوگوں کو معاشرتی حقوق کے انحراف پر مجبور کرتی ہیں۔ بڑھتی ہوئی بیروزگاری اور مہنگائی بھی اخلاقی انحراف کی شرح میں اضافے کا سبب ہے۔

2۔ جرائم میں اضافہ:

یہ اخلاقی تنزلی اور عدم ادائیگی اخلاقی حقوق کے علاوہ ذہنی اعتقادی فقدان کا ہی کا نتیجہ ہے کہ سماج میں عوامی مقامات کے ساتھ ساتھ گلی، محلے، بازاروں میں چوری' ڈکیتی' قتل' زنا' منشیات فروشی جیسے واقعات کی نشوونما ہورہی ہے، اس کے علاوہ انسانی ومعاشی سمگلنگ کے بادل ہر طرف پھیلتے جارہے ہیں۔

3۔ عورتوں پر تشدد:

---

(1) محمد یوسف، ہمارا اخلاقی بحران، ماہنامہ اشراق، ادارہ المورد، لاہور، شمارہ ۱۳۸ اکتوبر ۲۰۱۹، ص ۲۱

اعتقادی فقدان کا ایک اثر سماج میں خاندانی وعائلی حقوق کی حق تلفی شکل میں بھی ملتا ہے، جس سے فریقین کے حقوق میں جب زیادتی ہوتی ہے تو وہاں اخلاقی حق تلفی بھی جنم لیتی ہے اور مرد عورتوں پر ان کے حقوق کو مانگنے پر بجائے ادا کرنے کے ان پر تشدد کرتے ہیں، جس کی ایک شکل طلاق کی صورت میں سامنے آتی ہے۔اس طرح عورتوں پر تشدد کی کئی اور شکلوں میں بھی سماج میں عیاں ہے۔ جیسے مارپیٹ، نفقہ ونان نفقہ کی عدم ادائیگی وغیرہ شامل ہے۔

4۔ قتل وغارت:

قتل وغارت بھی اس وقت جنم لیتا ہے، جب اعتقادی ضعف اس سطح پر پہنچ جاتا ہے جہاں انسان نہ صرف زندگی کے نصب العین سے غافل ہو جاتا ہے، بلکہ فکری لحاظ سے ارتداد کا شکار بن جاتا ہے، نتیجے کے طور پر نہ اپنے حقوق کا علم ہوتا ہے نہ دوسروں کے حقوق کا۔ جب دوسروں کے حقوق ادا بھی نہیں کرتا تو دوسروں کے حق کو زبردستی غضب کرتا ہے، جسمیں اس فعل کو قتل وغارت کی شکل میں انجام دیتا ہے، جیسے خود کشی، انفرادی واجتماعی طور پر، گھریلو، خاندانی وعوامی سطح پر فعل نمایاں طور پر نظر آرہا ہے۔

مندرجہ بالا بحث سے یہ بات سامنے آتی ہے کہ معاشرتی عدم ادائیگی حقوق سے افراد ایک دوسرے کے حق کو نہ صرف باطل طریقوں سے ضائع کرتے ہیں، بلکہ اس کے ساتھ ساتھ اور حقوق کی ادائیگی میں رکاوٹ کا سبب بنتے ہیں۔

مبحث سوم: فکری اثرات

اعتقادی تنزل وجاہلانہ رسومات کی اندھی تقلید انسان کے مزاج ونفسیات پر گہرے نقوش چھوڑتی ہے، جو نشوونما کرتے کرتے اس کے کردار میں ایسے پھلوں کی اشکال میں منتقل ہو جاتی ہے کہ جس کا ذائقے سے ہر چکھنے والا بیماری کا شکار ہوتا ہے، اس فکری سوچ کے مندرجہ ذیل پہلو سامنے آتے ہیں۔ (1)

ا-دنیاوی ظاہر پرستی ۲-منفی سوچ کا فروغ و متعصبانہ رویہ 3۔ عقل پرستی کا فروغ و مسلکی تعصب و بے اعتدالی عصر حاضر میں اس فکری اثرات کی عملی تطبیق ہر طرف عیاں ہے، جن کا تذکرہ کیا جاتا ہے۔

ا۔ دنیاوی ظاہر پرستی

اعتقادی واخلاقی بگاڑ دنیا پرستی کو وجود دیتا ہے جس میں انسان مال کمانا اور اس سے دنیا حاصل کرنا اپنا نصب العین بنالیتا ہے، مگر یہ مال آسانی سے نہیں ملتا۔ خاص طور پر اس شخص کو جو حلال و حرام، جائز و ناجائز، عدل و ظلم اور خیر و شر کو اپنا مسئلہ بنالیتا ہے۔ چنانچہ ایک انسان جس کا سب سے بڑا مسئلہ مال و دنیا بن جائے، اپنے مفادات کی خاطر اخلاقی اقدار سے چشم پوشی شروع کر دیتا ہے۔ جب کبھی کوئی اخلاقی قدر حصول زر کے عمل میں رکاوٹ بنتی ہے تو وہ پر کاہ کے برابر بھی اسے اہمیت نہیں دیتا۔ رفتہ رفتہ اس کا اخلاقی وجود کمزور ہوتا چلا جاتا ہے اور ایک روز دم گھٹ کر مر جاتا ہے۔ اخلاقی وجود کی موت کا ہی عکس ہے کہ فسادات، رشوت و بدعنوانی جیسے امور مذمومہ جنم لیتے ہیں، ظلم و ناانصافی اسی کی پیداوار ہے۔ خیانت و بددیانتی یہی سے پھوٹتی ہے۔ ملاوٹ و جعل سازی اسی طرح جنم لیتی ہے۔ جھوٹ اور دروغ گوئی اسی کا نتیجہ ہے۔ غرض دنیا پرستی اخلاقی زندگی کی عمارت کے ہر ستون کو دیمک کی طرح کھا جاتی ہے۔

۲۔ منفی سوچ کا فروغ و متعصبانہ رویہ

منفی سوچ کا فروغ فکری فقدان کی دوسری عملی شکل ہے، جو معاصر میں عام مشاہدے کی عکاسی کرتی ہے، دوسروں سے غیر متوازن رویوں کا استعمال اسی فکری انحطاط کا ردعمل ہے۔

اس طرح کی منفی سوچ کے نتیجے میں عوام الناس اپنے اوپر عائد اخلاقی ذمہ داریوں کو پورا کرنے میں کوتاہی کا مظاہرہ کرتے نظر آتے ہیں، اور دوسروں کا ہر عیب اپنی غلطی کا ایک عذر بنتا چلا جارہا ہے، جیسا کہ اب ہر فرد کا ذہن

(1) محمد ارشاد، ہمارا اخلاقی زوال، ماہنامہ دار العلوم، دیوبند، انڈیا، ۱۵ ستمبر ۲۰۱۹ شمارہ ۹، ج ۲۹۹، ص ۶

کچھ اس طرح بن گیا ہے کہ ملک سے رشوت و بدعنوانی ختم ہو جائے۔ تاہم جب تک ایسا نہیں ہو تا تو اس کے لیے رشوت لینا جائز ہے۔

" اب یہی سوچ کر ایک کلرک اور کانسٹیبل رشوت لیتا ہے کہ اسے تنخواہ کم مل رہی ہے۔یہی سوچ کر ایک دکان دار ملاوٹ کرتا اور کم تولتا ہے کہ اس کے بغیر گزارا نہیں ہو تا۔اسی فکر کے پیش نظر ایک غریب دوسرے غریب کا حق اسی طرح مارتا ہے جس طرح کوئی طاقت ور کسی کم زور کے ساتھ معاملہ کرتا ہے۔سوسائٹی میں پھیلی بداخلاقی، ظلم اور بدعنوانی کا شکار ہونے والے اکثر لوگ کسی بڑے آدمی کے نہیں، بلکہ اپنے ہی جیسے عام آدمیوں کے ستائے ہوئے ہوتے ہیں۔ جس سے ایک دوسرے کے حقوق کی پامالی ہوتی ہے اور معاشرہ مزید استحصالی کی طرف گامزن ہو جاتا ہے" [1]

3۔ عقل پرستی کا فروغ و مسلکی تعصب وبے اعتدالی

اعتقادی ضعف اور ارتداد کا ایک اثر اس شکل میں بھی سامنے ہے کہ انسان جب تمام فطری اصولوں کو نظر انداز کرتا ہے، اور ان قوانین کو عقلی ترازو میں وزن کرنے کی کوشش کرتا ہے تو پھر اس کے نفس کی آمیزش یقینی بن جاتی ہے، جس کا نتیجہ عقل پرستی کے علاوہ مسلکی تعصب کو بھی جنم دیتا ہے اور یوں مذہبی رواداری کی بجائے مذہبی فرقہ واریت کی آبیاری ہوتی ہے، جس کے اثرات نہ صرف مذہب کی یگانگت کو متاثر کرتے ہیں،بلکہ اس سے سماج کا شیرازہ بھی بکھر جاتا ہے،اور انا پرستی کی فضا پیدا ہو جاتی ہے۔ ہر گروہ خود کو حق اور دوسروں کو غلطی پر پاتا ہے، جس کی عملی تطبیق سماج میں ہر مذہبی مسلک ہے۔

مذکورہ بحث سے یہ اخذ ہو تا ہے کہ اعتقادی وعباداتی ضعف سے نہ صرف انسان کی انفرادی زندگی پر بلکہ اجتماعی لحاظ سے بھی دوررس اثرات مرتب ہوتے ہیں، اور یوں پورا معاشرہ امن کی بجائے انتشار کا شکار ہو جاتا ہے، موجودہ معاشرہ ان اثرات کی عکاسی کرتا دکھائی دیتا ہے۔

---

(1) محمد ارشاد، ہمارا اخلاقی زوال ،ماہنامہ دار العلوم ، دیوبند، انڈیا، ۱۵ ستمبر ۲۰۱۹ شمارہ ۹، ج ۲۹۹، ص ۹

فصل سوم
اعتقادی وعباداتی ظلم کا تدارک

اعتقادی ظلم کا تدارک

1۔ جادو کی ممانعت:

جادو کرنا ایک قبیح کی فعل ہے اسی وجہ سے اسلام میں اس کے اثرات کی وجہ سے ممانعت ہے، شریعت نے اس کا جو حل بیان کیا ہے وہ مندرجہ ذیل ہے۔

☆ جادو کا کرنا یا کرانا ایک اعتقادی ظلم ہے، جادو کرنے اور کرانے کی بنیادی وجہ ایمان کی کمزوری ہے۔ جس کے نتیجے میں انسان غیر اللہ کا سہارہ لے کر مسائل کا حل چاہتا ہے، جو ممکن نہیں اور اللہ کی ذات کا سہارہ لیا جائے، جیسا کہ ارشاد ربانی ہے:

﴿ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ ﴾

ترجمہ: یقیناً اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قدرت رکھنے والا ہے

اس آیت کے ضمن میں امام قرطبی نے تمام حاجات کا منبہ غیر اللہ کی بجائے اللہ کی ذات پر کامل ایمان اور بھروسہ کے ساتھ رجوع لکھا ہے۔ لہذا انسان کو صرف اللہ ہی کی ذات کا سہارہ لینا چاہیے ہر مسلئے اور معاملے میں کہ وہی تصرف والی ذات ہے۔[1]

☆ جادو کے بنیادی محرکات میں ایک محرک حسد ہے جسد کا مقصد ہی دوسروں کو مختلف انداز میں ضرر پہنچانا مقصود ہوتا ہے اس سے دوسروں کے حقوق کو نہ صرف ضرب لگتی ہے بلکہ یہ معاشرتی واخلاقی ظلم بھی ہے۔ اس تناظر میں ایک مسلمان کو یہ یقین ہمہ وقت ذہین نشین رہنا چاہیے کہ اس ظلم کے انجام کے لیے اللہ کے سامنے جوابدہی کرنی ہے۔ لہذا حسد جیسے مذموم فعل سے دور رہنا چاہیے، جیسا کہ اس فعل کے اثرات اور اجتناب کو صاحب مظہری نے قصہ ابیل و قابیل میں ذکر کیا۔

☆ جادو کرانے کی جہاں کئی اور وجوہات ہیں۔ وہاں ایک وجہ دوسروں کو ان کے حقوق سے محروم کیا جانا بھی ہے۔ اس کا حل یہ ہے کہ ذمہ داران حقدار کو ان کے حقوق ادا کریں، ایسا عمومی طور پر خاندانی تناظر میں مشاہدہ ہوتا ہے، تو متاثرہ لا محالہ اور مجبوراً اس فعل کی طرف قدم اٹھاتا ہے۔ اور نتیجے میں اس عمل کو کر کے نہ صرف دوسروں کو نقصان دیکر دوسروں کے حق کو مارتا ہے بلکہ اس سے اپنی ذات پر ظلم کرتا ہے۔[1]

---

(1) القرطبی، الجامع لاحکام القرآن، ج ۱، ص ۲۳۱

(2) ثناء اللہ پانی پتی، تفسیر مظہری، ج ۳، ص ۲۹۲

علم نجوم اور ستارہ پرستی کا سدباب

قرآن حکیم کی روشنی میں علم نجوم کا جو حل بتایا گیا ہے۔ان کو اپنانے سے اس سے نجات یقینی ہے۔ جو مندرجہ ذیل ہے۔

☆ اللہ تعالیٰ ہی کائنات کے ذرہ ذرہ کا خالق ومالک ہے۔ کائنات کا ہر ذرہ اور اس کی تاثیر محض اس کے ارادے کی وجہ سے ہے نہ کہ بذات خود وجودی ہے۔ اس لیے انسان کو صرف ایمان باللہ پر کامل یقین و بھروسہ رکھنا چاہیے۔لحاظ ستارے وسیارے ماسوائے مخلوق کے اور کچھ نہیں ہیں، جیسا کہ ارشاد ربانی ہے:

﴿اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ﴾

ترجمہ: یقیناً اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قدرت رکھنے والا ہے

اس آیت کے ضمن میں امام ابن کثیر نے تمام حاجات کا منبہ غیر اللہ کی بجائے اللہ کی ذات پر کامل ایمان اور بھروسہ کے ساتھ رجوع لکھا ہے۔ لہذا انسان کو صرف اللہ ہی کی ذات کا سہارہ لینا چاہیے ہر مسلئے اور معاملے میں کہ وہی تصرف والی ذات ہے۔(1)

لہذا علم نجوم اور ستارہ پرستی کے اعتقادی سوچ کو سب سے پہلے زائل کیا جائے جو کتاب اللہ اور پیروی اسوہ حسنہ کے ذریعے ایمان کو ہمہ وقت تروتازہ کرنے سے ہی ممکن ہے۔، کیونکہ کمزوری اعتقاد ہی ایسے امور وخرافات کی طرف لے کر جاتی ہے۔ اور انسان اس ظلم کو کر بیٹھتا ہے۔

☆ انسان کو اپنی امور حیات کے متعلق اللہ تعالیٰ کی ذات پر کامل یقین و بھروسہ رکھنا چاہیے کہ وہی میری زندگی کے تمام امور کا خالق ومالک وکارساز ہے جو کچھ بھی مجھے پہنچتا ہے اس کے ارادے ومشیت ہی سے ہوا، اسی طرح غیبی امور کے حق میں یہ بات باالقلب سے تسلیم کرنی کہ غیب جاننا صرف اللہ کی صفت ہے نہ کہ کسی مخلوق کی۔ علم غیب صرف اللہ کے لیے خاص ہے، جیسا کہ ارشاد ربانی ہے:

﴿يَوْمَ يَجْمَعُ اللَّهُ الرُّسُلَ فَيَقُولُ مَاذَا أُجِبْتُمْ قَالُوا لَا عِلْمَ لَنَا إِنَّكَ أَنتَ عَلَّامُ الْغُيُوبِ﴾(1)

ترجمہ: جس روز اللہ تعالیٰ تمام پیغمبروں کو جمع کرے گا، پھر ارشاد فرمائے گا کہ تم کو کیا جواب ملا تھا، وہ عرض کریں گے کہ ہم کو کچھ خبر نہیں تو ہی بے شک پوشیدہ باتوں کو پورا جاننے والاہ

---

(1) ابن کثیر ، تفسیر القرآن العظیم، ج ا، ص ۱۲۶

(2) ثناء اللہ ، تفسیر مظہری ، ج ۳، ص ۳۸۱

توہم پرستی کا تدارک

قرآن حکیم نے توہم پرستی کا مندرجہ ذیل حل پیش کیا ہے۔

☆ عقائد کو ہمہ وقت اللہ کے مطلوب کی روشنی میں نشوونما کی جائے ،اس سے تمام باطل سوچ ختم ہو جاتی ہے، چونکہ توہم پرستی کی وجہ دین سے دوری ہے ،جب کہ اسلام دینِ فطرت اور دینِ انسانیت ہے، یہ ایک کامل و مکمل دین اور ابدی ضابطہ ٔحیات ہے۔ دین اسلام نے انسان کی ہر سطح پر کامل رہنمائی کی ہے۔ اللہ کی ذات پر ایمان، اعتقاد اور توکل کا تقاضا یہ ہے کہ جب سب کچھ اسی سے ہونے کا یقین انسان کے قلب و ذہن میں راسخ ہو تا ہے۔ تو کسی شے کے بارے میں بدفالی، نحوست اور توہّم پرستی کا نظریہ درحقیقت ایک غیر اسلامی سوچ اور اسلامی تعلیمات کے منافی عمل معلوم ہوتا ہے۔ اور ضعف الاعتقادی کی وجہ سے توہّم پرستی کو زندگی میں ہونے والے اور آنے والے واقعات وحالات سے جوڑتے ہیں۔ حالانکہ سب کچھ اللہ ہی کے امر و معشیت سے ہوتا ہے۔ جیسا کہ ارشاد ربانی ہے:

﴿ وَإِن تُصِبْهُمْ حَسَنَةٌ يَقُولُوا هَٰذِهِ مِنْ عِندِ اللَّهِ ۖ وَإِن تُصِبْهُمْ سَيِّئَةٌ يَقُولُوا هَٰذِهِ مِنْ عِندِكَ ۚ قُلْ كُلٌّ مِّنْ عِندِ اللَّهِ ۖ فَمَالِ هَٰؤُلَاءِ الْقَوْمِ لَا يَكَادُونَ يَفْقَهُونَ حَدِيثًا﴾[1]

ترجمہ: اور اگر انہیں کوئی بھلائی ملتی ہے تو کہتے ہیں کہ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے اور اگر کوئی برائی پہنچتی ہے تو کہہ اٹھتے ہیں کہ یہ تیری طرف سے ہے۔ انہیں کہہ دو کہ یہ سب کچھ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے۔ انہیں کیا ہو گیا ہے کہ کوئی بات سمجھنے کے بھی قریب نہیں

اس آیت کے ضمن میں امام قرطبی نے انسان کے اعمال ہی کو انسان پر تکالیف کو موجب لکھا ہے، اور اعمال کی درستگی سے حالات کا انزال ہے۔

☆ اس کے علاوہ عصر حاضر میں معاشرے میں بڑھتے ہوئے اس فعل کے عام ہونے کی حصاروں کو روکنے کے لیے خطبا، علما، مبلغین و واعظین اپنے خطبوں میں عوام الناس کو اس کے حقائق کو دین کے ہر زاویے کی روشنی میں واضح کریں، تاکہ عوام کو اس فعل کی حقیقت کا علم ہو جائے۔ اور اس سے اجتناب کیا جائے۔

---

(1) القرطبی، الجامع لاحکام القرآن، ج ۳، ص ۲۸۱

غیر شرعی وسیلے کا سد باب

قرآن حکیم نے غیر شرعی اسلامی وسیلہ کا حل بتایا ہے۔ جو نکات کی شکل میں درج ذیل ہے۔

☆ غیر اللہ اور غیر شرعی وسیلہ چونکہ اعتقادی ظلم ہے۔ اور یہ اللہ کا حق ہے کہ صرف اسی کے سامنے اسی کے حق کو پیش کیا جائے۔ جیسا کہ اس ظلم کی بنیادی وجہ اعتقادی اور توحید کی کمزوری ہے۔ لہذا توحید ہی کا دامن مضبوطی سے تھامہ جائے۔ جب توحید کا سہارہ جتنا قوی ہوتا ہے اتنا ہی انسان غیر اللہ سے مستغنی ہوتا ہے۔ اور انسان صرف اللہ ہی کا دامن پکڑتا ہے اور اسی ہی کا ہوتا ہے۔

☆ شریعت نے جن مشروع و جائز صورتوں و ذرائع کو وسیلہ بنانے کی جازت دی صرف ان ہی کو اپنا کر اللہ کے سامنے پیش کرنا چاہیے۔ جس کی تاکید خود شریعت نے اجازت دی ہے۔ ان ذرائع میں ایک ذریعہ اسمائے حسنیٰ ہیں۔ جن کی تائید قرآن میں ان الفاظ میں آئی ہے:

﴿وَلِلَّهِ الْأَسْمَاءُ الْحُسْنَىٰ فَادْعُوهُ بِهَا﴾

ترجمہ: اور اچھے اچھے نام اللہ ہی کے لیے ہیں سو ان ناموں سے اللہ ہی کو پکارا کرو

لفظ فَادْعُوهُ کی تاویل میں امام قرطبی نے بیان کیا کہ اس سے مراد اللہ کے تمام اسمائے حسنیٰ کے زریعے اللہ کو پکار کر اس سے دعا و استمداد کی آہ گزاری کی جائے۔ جیسے یا الرحمن، یا الرحیم اور یا کریم وغیرہ جیسے الفاظوں سے مانگا جائے۔[1]

اسلام کی تعلیمات کی روشنی میں نیز قرآنی آیات سے یہ وضاحت ملتی ہے کہ اسلام میں جادو ٹونے، ستارہ پرستی، توہم پرستی اور غیر شرعی وسیلے کا استعمال کی کسی صورت گنجائش نہیں، بلکہ اسلام نے مشکلات کی صورت میں حسبنا اللہ و نعم الوکیل کا درس دیا ہے۔

(1) القرطبی، الجامع لاحکام القرآن، ج۷، ص ۳۲

مبحث دوم : استغاثہ غیر اللہ کا حل

قرآن حکیم کی روشنی میں استمداد غیر اللہ کا حل ذیل میں پیش کیا جاتا ہے۔

☆ چونکہ کامل تصرف صرف اللہ ہی کی ذات ہے وہی کائنات کا خالق و مالک ہے اور وہی مشکل کشاہ و حاجت روا ہے لہذا ہمیں اسی ذات سے ہمہ وقت مانگنا چاہیے جیسا کہ ارشاد خداوندی ہے:

﴿أَمَّن يُجِيبُ الْمُضْطَرَّ إِذَا دَعَاهُ وَيَكْشِفُ السُّوءَ وَيَجْعَلُكُمْ خُلَفَاءَ الْأَرْضِ أَإِلَٰهٌ مَّعَ اللَّهِ قَلِيلًا مَّا تَذَكَّرُونَ﴾(1)

ترجمہ:بے کس کی پکار کو جب کہ وہ پکارے، کون قبول کرکے سختی کو دور کر دیتا ہے؟ اور تمہیں زمین کا خلیفہ بناتا ہے، کیا اللہ تعالیٰ کے ساتھ اور معبود ہے؟ تم بہت کم نصیحت وعبرت حاصل کرتے ہو

اس آیت کے ضمن میں امام ابن کثیر نے تمام حاجات کے لیے غیر اللہ کی بجائے رجوع الی اللہ لکھا ہے۔(1)

اسی طرح ایک اور جگہ فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿وَإِذَا سَأَلَكَ عِبَادِي عَنِّي فَإِنِّي قَرِيبٌ أُجِيبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ إِذَا دَعَانِ فَلْيَسْتَجِيبُوا لِي وَلْيُؤْمِنُوا بِي لَعَلَّهُمْ يَرْشُدُونَ﴾(2)

ترجمہ: جب میرے بندے میرے بارے میں آپ سے سوال کریں تو آپ کہہ دیں کہ میں بہت ہی قریب ہوں ہر پکارنے والے کی پکار کو جب کبھی وہ مجھے پکارے، قبول کرتا ہوں اس لئے لوگوں کو بھی چاہئے کہ وہ میری بات مان لیا کریں اور مجھ پر ایمان رکھیں، یہی ان کی ہدایت کا باعث ہے

مذکورہ آیت کے ذیل میں صاحب مظہری نے غیر اللہ کی بجائے براہ راست اللہ کی ذات استمداد لینا لکھتے ہیں۔

☆ نیک بندوں، اولیا، فوت شدہ بزرگان دین اور صلحا کے تعظیم کے اسی درجے تک محدود رکھا جائے جتنا شریعت نے اس کی اجازت دی ہے ورنہ غلو اور شدت محبت انسان ان کا معبد بن جانے کے ساتھ ان کو الوہیت اور صفات الٰہیہ کا درجہ دیتا ہے۔

---

(1)ابن کثیر ، تفسیر القرآن العظیم ،ج ۴،ص ۵۱۳

(2)ثناءاللہ پانی پتی ، تفسیر مظہری ، ج ۱،ص ۲۴۸

غیر اللہ کی قسم کا حل

☆ قسم چونکہ ایک حلفی اقرار اور تعظیم کے زمرے میں آتی ہے اور اللہ کے علاوہ جب کسی کے نام کی کھائی جاتی ہے تو گویا اس کی تعظیم کرنا ہے جو حرام اور ممنوع ہے اور اعتقادی کی بجائے عملی شرک باللہ ہے قسم لینا عبادت کی ایک شکل ہے جو منصوب باللہ ہی کے لائق ہے لہذا اس سے گریز اور اجتناب کرنا چاہیے اور صرف اللہ ہی کے نام کی قسم لینی چاہیے۔ جیسا کہ اس آیت سے اس کا ثابت ہونا ملتا ہے:

﴿زَعَمَ الَّذِينَ كَفَرُوا أَن لَّن يُبْعَثُوا قُلْ بَلَىٰ وَرَبِّي لَتُبْعَثُنَّ ثُمَّ لَتُنَبَّؤُنَّ بِمَا عَمِلْتُمْ وَذَٰلِكَ عَلَى اللَّهِ يَسِيرٌ﴾

ترجمہ: ان کافروں نے خیال کیا ہے کہ دوبارہ زندہ نہ کیے جائیں گے۔ آپ کہہ دیجئے کہ کیوں نہیں اللہ کی قسم! تم ضرور دوبارہ اٹھائے جاؤ گے پھر جو تم نے کیا ہے اس کی خبر دیئے جاؤ گے اور اللہ پر یہ بالکل ہی آسان ہے

مذکورہ آیت کی تشریح میں امام ابن کثیر نے قسم صرف اللہ ہی کا حق لینا لکھا ہے (1)

اس کے علاوہ عصر حاضر میں معاشرے میں بڑھتے ہوئے اس فعل کے عام ہونے کی حصاروں کو روکنے کے لیے خطبا، علما، مبلغین و واعظین اپنے خطبوں میں عوام الناس کو اس کے حقائق کو دین کے ہر زاویے کی روشنی میں واضح کریں، تاکہ عوام کو اس فعل کی حقیقت کا علم ہو جائے۔ اور اس سے اجتناب کیا جائے۔

غیر ذبیح اللہ کا حل

☆ عبادات کی تمام انواع جیسے دعا و پکار اور التجا، محبت، خوف، امید و رجا، توکل و بھروسہ، رغبت و رہبت، خشوع و خضوع، رجوع و انابت، استعانت و استغاثہ، ذبح اور نذر و نیاز خالص اللہ کے لیے بجالانی چاہئیں۔ عبادات کی تمام انواع میں اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک نہیں ٹھہرانا چاہیے۔ یہ اللہ تعالیٰ کے واجب حق ہیں، جو اسی کے لیے پورے کیے جانے ضروری ہیں۔ تاحیات ان پر ڈٹے رہنا اور ان کی دعوت دینا ہر مسلمان کا فریضہ ہے۔

جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَانْحَرْ﴾[1]

ترجمہ: پس اپنے رب کے لیے نماز اور قربانی کر

(1)ابن کثیر، تفسیر القرآن العظیم، ج ۷، ص ۵۴۷

اس آیت کے ضمن میں امام ابن کثیر نے عبادات کے تمام انواع کو اللہ کی طرف منصوب لکھا ہے۔(1)

غیر اللہ کی نذر و نیاز اور قبر پرستی کا سد باب

☆ اسلامی تعلیمات نے غیر اللہ کی نذر و نیاز کو حرام ،بدعت و شرک قرار دیا وہاں اس قبیح فعل سے دور اور اجتناب رہنے کی بھی تاکید کی ہے تاکہ ایک مسلمان سلیم فطرت کے ساتھ دین اسلام کی بجا آوری لانا بن جائے۔

☆ اپنے عقیدے کو راسخ العقیدہ اور خالص قرآن و حدیث کے مطابق ڈھالا جائے اور اللہ ہی کی ذات کو عبادات کی تمام شکلیں صرف اور صرف اللہ کی ذات کے لیے ہیں ،وہ قادر مطلق وحدہ لاشریک ذات ہے لہذا حنف ہو کر اسی کی رضا اور نام کی عبادات کی جائیں۔

☆ ایمان اور تعلق مع اللہ کو مضبوط کیا جائے کیونکہ عدم تعلق مع اللہ غیر اللہ کی طرف راہیں کھولتا ہے اور یوں انسان ظلم شرک کی شکل میں کر بیٹھتا ہے۔ شریعت کے دامن کو مضبوطی سے تھامے رکھنا۔جب شریعت پر عملی عمل پیرا ہو گا تو انسان بھٹکنے سے بچ جائے گا جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿لَّقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللَّهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ لِّمَن كَانَ يَرْجُو اللَّهَ وَالْيَوْمَ الْآخِرَ وَذَكَرَ اللَّهَ كَثِيرًا﴾(1)

ترجمہ:یقیناً تمہارے لئے رسول اللہ میں عمدہ نمونہ (موجود) ہے، ہر اس شخص کے لئے جو اللہ تعالیٰ کی اور قیامت کے دن کی توقع رکھتا ہے اور بکثرت اللہ تعالیٰ کی یاد کرتا ہے

اس آیت کی تشریح میں امام ابن کثیر نے اسوہ حسنہ کی پیروی کو انسان کی کامل نجات اور رہنمائی لکھا ہے۔(2)

مندرجہ بالا بحث سے یہ بات سامنے آتی ہے کہ اعتقادی ظلم کی عملی معاشرتی شکل میں گھریلو لڑائی جھگڑے، میاں بیوی کے درمیان جدائی ، انتقام لینا ، کاروبار کی بندش، شادی رکاوٹ اور دشمنی پیدا کرنا کے ساتھ ساتھ انسان کاہن کے غیب کے متعلق باتوں اور حقائق کو تسلیم کر لیتا ہے جو کہ وصف اللہ کے منافی ہے۔کیونکہ غیب جاننا صرف اللہ کی صفت ہے انسان کی نہیں۔اور اللہ کے وصف کو انسان میں سمجھنا اعتقادی شرک و ظلم ہے۔ دنوں، مہینوں، جگہوں، چیزوں اور مختلف رسم ورواج کی عدم ادائیگی کی شکل میں بے شمار توہمات داخل ہو گئے ہیں کہ فلاں دن اور فلاں مہینہ منحوس ہے۔

---

(1) ابن کثیر، تفسیر القرآن العظیم ،ج ۱۰،ص۷۸۶

(2) ایضا،ج ۶،ص۴۶۷

اسی طرح جادو کا کرنا، شگون لینا، علم نجوم، توہم پرستی اور غیر شرعی وسیلہ سب اعتقاد باللہ پر کمزوری کا سایہ ہے جو اعتقادی ظلم ہونے کے ساتھ ساتھ ظلم حق اللہ بھی ہے۔ زیادہ تر آستانوں، درگاہوں، مزارات، درباروں اور مختلف مذہبی محافل کے اختتامی و دعائیہ کلمات کے دوران خصوصاً ایسا ہوتا ہے جس سے کئی زندہ، فوت شدہ گان اولیا، صلحا اور بزرگان دین کو یا تو براہ راست پکار کر اپنے مسائل کو بیان کر کے ان سے ان مسائل کا بولا جاتا ہے۔ عصر حاضر میں اولیاء کی شان میں غلو کرنا، ان سے دعائیں مانگنا، نذر و نیاز کرنا، آستانوں پر جانا، اور استمداد کا ممتنی بننا، موم بتیاں جلانا حاجات کے لیے ،اسی طرح اس کے علاوہ مختلف انداز اپنانا جیسے وہاں طواف و سجدے کرنا، مراقبے و اعتکاف کا قیام، منتیں و نذریں منانا، جانور کا ذبیحہ کرنا اس کے علاوہ عصر حاضر میں معاشرے میں بڑھتے ہوئے اس فعل کے عام ہونے کی حصاروں کو روکنے کے لیے خطبا، علما، مبلغین و واعظین اپنے خطبوں میں عوام الناس کو اس کے حقائق کو دین کے ہر زاویے کی روشنی میں واضح کریں، تاکہ عوام کو اس فعل کی حقیقت کا علم ہو جائے۔ اور اس سے اجتناب کیا جائے۔

باب سوم
منتخب تفاسیر کی روشنی میں ظلم بالنفس

فصل اول: نفس کی اقسام ازوئے قرآن

فصل دوم: ظلم باالنفس کی صورتیں

فصل سوم: ظلم بالنفس کا تدارک

فصل اول: نفس کی اقسام ازوئے قرآن

مبحث اول: نفس امارہ

لغت کے نقطہ نظر سے امر مشتق ہے لفظ امارہ کا اور لسان العرب میں اس کا مفہوم یوں درج ہے:(1)
"أمر: الأَمْرُ: معروف، نقيض النَّهْيِ. أَمَرَه به وأَمَرَهُ"
حکم: حکم: جانا جاتا ہے ، منع کرنے کے برعکس ہے۔اس نے اسے حکم دیا اور حکم دیا
یہ نفس کی پہلی قسم ہے،اور قرآن حکیم میں نفس امارۃ کا ذکر اس آیت سے واضح ہوتا ہے،ارشاد ربانی ہے:

﴿ وَمَا أُبَرِّئُ نَفْسِي إِنَّ النَّفْسَ لَأَمَّارَةٌ بِالسُّوءِ إِلَّا مَا رَحِمَ رَبِّي إِنَّ رَبِّي غَفُورٌ رَحِيم ﴾ (2)

ترجمہ: میں اپنے نفس کی پاکیزگی بیان نہیں کرتا۔ بیشک نفس تو برائی پر ابھارنے والا ہی ہے، مگر یہ کہ میرا پروردگار ہی اپنا رحم کرے، یقیناً میرا پالنے والا بڑی بخشش کرنے والا اور بہت مہربانی فرمانے والا ہے

اس آیت کی وضاحت میں لفظ﴿ إِنَّ النَّفْسَ لَأَمَّارَةٌ ﴾ کو بیان کرتے ہوئے صاحب مظہری نے اس سے مراد انسان کی روح کے اس پہلو کو عیاں کیا جس میں انسان کو اس جہاں میں احکام کے دو راستے بتلا کر آزمائش کے لیے بھیجا ہے، کہ وہ متعین معروف یا منکر جیسے چاہے اختیار کرے، لیکن جب معرفت الٰہی کے احکام میں کوتاہی ہوتی ہے تو انسان کے ساتھ اس کا دشمن اس کو منکر کے راستے کو مزین بنا کر ایسا پیش کرتا ہے کہ شر کا پہلو مکمل غالب آجاتا ہے اور یوں انسان متعین احکامات کی حدود و قیود کو عبور کر کے حق میں ظلم کرتا ہے۔(3)

امام غزالیؒ نے نفس امارہ کو بیان کرتے ہوئے اس بات کی وضاحت کی کہ نفس امارہ انسان کی روح کی اس کیفیت سے ملحق ہے جس میں روح جب عرفان الٰہی کی معرفت سے محروم ہو جاتی ہے تو انسان کے عنصری جسم کو منکرات کی طرف راغب کر لیتی ہے، جس سے انسان میں مادی زندگی کی خواہشات کا جذبہ پروان ہوتا ہے، جو بڑھتے بڑھتے اس حد کو چھونے لگتا ہے کہ انسان میں تمیز کا پہلو سیاہ بن جاتا ہے، جس سے اسے منکرات کے امور میں لذت بڑھ جاتی ہے۔

---

(1) ابن منظورافریقی ، لسان العرب، ج ۷،ص ۷۳٦

(2) سورۃ یوسف:۵۲/۱۲

(3) ثناءاللہ پانی پتی، تفسیر مظہری، ج۳، ص ۱۲۳

اس کی تائید میں قرآن کی مزید آیات بھی نفس امارہ اور اس کی پیروی پر دلادلت کرتی ہیں۔ ارشاد ربانی ہے:

﴿ أفرأیت من اتخذ إلاهه هواه وأضله الله علی علمٍ وختم علی سمعه وقلبه وجعل علی بصره غشاوة ﴾ (1)

ترجمہ: کیا آپ نے اسے بھی دیکھا؟ جس نے اپنی خواہش نفس کو اپنا معبود بنا رکھا ہے اور باوجود سمجھ بوجھ کے اللہ نے اسے گمراہ کردیا ہے اور اس کے کان اور دل پر مہر لگادی ہے اور اس کی آنکھ پر بھی پردہ ڈال دیا ہے، اب ایسے شخص کو اللہ کے بعد کون ہدایت دے سکتا ہے

اس آیت کا ظاہری نص انسان کے باطنی حصائل اور اس ظاہری دنیاوی زینت کے جال میں پھنس کر خواہشات کی پیروی کا گرویدہ بن کر نافرمانی حکم الہی کا ارتکاب کر جاتا ہے۔ نفس امارہ کا مفہوم کا احاطہ وسیع ہے۔

اس آیت کے لفظ کی تشریح کرتے ہوئے امام قرطبی نے وضاحت کی کہ انسان جب متعین حکم الہی سے انحراف کرتا ہے تو لا محال اپنی خواہشات کی تکمیل کو پورا کرے گا اور نافرمانی کا ارتکاب کر کے اپنی ذات اور ظلم حق اللہ کا مرتکب بن جاتا ہے۔ (2)

اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ نفس کی وہ قسم ہے جو ہمہ وقت شیطان کی نگرانی میں انسان کو برائی ہی طرف راغب اور دھکیلتا ہے، اور انسان مسلسل خواہشات اس کی پیروی میں اتنا اندھا بن جاتا ہے کہ انسان کے اندر حیوان جیسی صفات کا ظہور ہوتا ہے۔ فرقان حمید میں قوم لوط کی معاشرتی بداعمالیاں، قوم شعیب کی معاملاتی خرابیاں اور قوم نوح کی مذہبی خرافات اس نفس کے مرتکب اور حمایتوں کی نشاندہی کرتی ہیں۔ معاصر سماج میں اسی نفس امارہ کی پیروی نظر آتی ہے، جس میں انسان دوسروں کے حقوق کو روندتا ہی جارہا ہے، باہمی حق تلفی کے علاوہ، سماجی منکرات جیسے فحاشی وعریانیت کا عام ہو جانا، گھر، خاندان، انفرادی و اجتماعی ماحول، خوشی اور غمی، عباداتی و معاملاتی ہر جگہ اور ہر سطح پر حق اللہ اور حقوق العباد بکھرتا نظر آتا ہے۔

---

(1) سورۃ الجاثیہ: ۴۵/۲۳

(2) القرطبی، الجامع لاحکام القرآن، ج ۱، ص ۱۷۳

مبحث دوم: نفس لوامہ

لغت میں لفظ لوامہ کے معنیٰ یوں بیان ہیں۔

" لوم: اللَّومُ واللَّوْماءُ: العَذْلُ. لامَه على"

الزام: الزام اور الزام: انصاف۔ اس پر الزام لگائیں۔(1)

نفس کی دوسری قسم نفس لوامہ ہے، کلام الٰہی میں اس کا ذکر یوں ملتاہے، ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَلَا أُقْسِمُ بِالنَّفْسِ اللَّوَّامَةِ﴾ (2)

ترجمہ: اور قسم کھاتا ہوں اس نفس کی جو ملامت کرنے والا ہو

اس آیت کے ذیل میں ابن کثیرؒ نے بیان کیاہے کہ نفس لوامہ کی کیفیت میں انسان کا مایہ معرفت الٰہی اس حدتک زندہ ہو تاہے کہ جس میں انسان کا نفس جب اسے منکرات کی طرف مائل کرتا ہے تو انسان کے سامنے اس کا انجام بھی سامنے ہوتا ہے اور انسان اس نفس کے سائے میں مکمل طور پر میں ہوتا اگر چہ یہ نفس اکساتا ہے۔(3)

لوامہ کا مفہوم:

انسان جب نفس پرستی کی بجائے خدا پرستی کو ترجیح دیتاہے اور اپنے خالق کے احکام کی تعمیل اورآخرت کے خوف میں نفس کے تقاضوں کو پورا نہیں کرتا تو اس کا یہی نفس لوامہ یعنی برے کاموں پر ملامت کرنے والا بن جاتاہے۔ یہ وہ نفس ہے جو اپنی طبعی خاصے کی وجہ سے کبھی غلطی کر بھی لیتا ہے لیکن نصی انسان کا ضمیر پھر پچھتاتا بھی ہے۔گناہ بھی اس سے ہوتا ہے لیکن پھر نادم بھی ہوتا ہے۔ غلطی بھی کرتا ہے لیکن پھر معافی بھی مانگتا ہے ، توبہ بھی کرتا ہے۔قرآن حکیم میں اس کی تائید قوم یونس اور حضرت آدم کے قصے سے ملتاہے۔(4)

اسی طرح اس نفس کی پیروی کرنے اور پھر اس سے اپنے آپ کو پاک کرنے والوں کے بارے میں یوں ارشاد فرمایا:

﴿إِلَّا مَن ظَلَمَ ثُمَّ بَدَّلَ حُسْنًا بَعْدَ سُوءٍ فَإِنِّي غَفُورٌ رَّحِيمٌ﴾ (5)

ترجمہ: لیکن جو لوگ ظلم کریں پھر اس کے عوض نیکی کریں اس برائی کے پیچھے تو میں بھی بخشنے والا مہربان ہوں

---

(1) ابن منظور افریقی، لسان العرب، ج ۱۱، ص ۴۳۶

(2) سورۃ القیامۃ:۷۵/ ۲

(3) ابن کثیر ، تفسیر القرآن العظیم ،ج۹ص۳۸

(4) امین احسن اصلاحی، تذکیہ نفس،، مکتبہ ملک سنز، لاہور۲۰۰۶، ص۲۶

صاحب مظہری نے اس نفس لوامہ کو بیان کرتے ہوئے لکھا ہے کہ نفس لوامہ انسان کی روح کی اس کیفیت سے ملحق ہے، جس میں انسان کا فطری شعور اس نفس کے ورغلانے سے اگرچہ مائل اور جھک جاتا ہے۔ لیکن اس کے ساتھ ہی اس کی فطری بیداری اسے احساس اور انجام سے آگاہ کرتی ہے تو انسان منکرات کی طرف قدم نہیں بڑھاتا اور یوں کسی حد تک بچ جاتا ہے۔[1]

یہ نفس انسان کو حکم عدولی اور خواہش نفسانی کی طرف کبھی راغب کرنے کا باعث بنتا ہے، اور کبھی انسان کی اصلاح کا باعث بھی بن جاتا ہے، جس کے نتیجے میں انسان دوسروں کے حق کو معاملاتی، اخلاقی اور عباداتی لحاظ سے ضائع اور متاثر کر بیٹھتا ہے، جس کا عملی اظہار معاصری سماج میں ہر ذی فہم فرد کرتا نظر آتا ہے۔(3)

---

(1) ثناءاللہ، تفسیر مظہری، ج ٦ ص ٢١

(3) امین احسن اصلاحی، تذکیہ نفس، مکتبہ ملک سنز، لاہور، ص ٦٧

مبحث سوم: نفس مطمئنہ

لغت میں لفظ مطمنہ کے معنی یوں بیان ہیں۔

"لنفس المطمئنة :التي تنورت بنور القلب حتى انخلعت عن صفاتها الذميمة وتخلقت بأخلاقها الحميدة"

تسلی بخش روح کے لئے: جو دل کی روشنی سے اس وقت تک روشن ہو اجب تک کہ اس کی قابل مذمت خوبیوں کو پیش نہ کیا جائے اور اسے اچھے اخلاق سے پیدا کیا گیا [1]

یہ نفس کی تیسری قسم ہے، کلام الہی میں اس کا ذکر یوں ملتا ہے، ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ يَا أَيَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ ارْجِعِي إِلَىٰ رَبِّكِ رَاضِيَةً مَّرْضِيَّةً﴾ [2]

ترجمہ: اے اطمینان والی روح تو اپنے رب کی طرف لوٹ چل اس طرح کہ تو اس سے راضی وہ تجھ سے خوش

یہ نفس کی وہ قسم ہے جس سے برے کاموں کا تقاضا ہی نہیں کرتا تو وہ نفسِ مطمئن ہو جاتا ہے۔اور ایسے نفس سے اعمال خیر و بھلائی کے علاوہ کچھ خارج نہیں ہوتا، نفوس انبیا اس نفس کے مالک تھے، جن کی زندگی کے ہر گوشے سے اللہ کی مرضی والے اعمال صادر ہوتے اور اس کے بعد صحبت انبیا میں صحابہ کرام نے مقام کو پایا، اور وقت کے ساتھ ساتھ ہر زمانے میں بہت سے اولیا اللہ نے ریاضت، عبادت کا راستہ اختیار کرکے نفس کی پاکی کو حاصل کیا، ایسے نفوس کے حق میں اللہ کریم نے یوں فرماتے ہیں:

﴿إِنَّ الَّذِينَ قَالُوا رَبُّنَا اللَّهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوا تَتَنَزَّلُ عَلَيْهِمُ الْمَلَائِكَةُ أَلَّا تَخَافُوا وَلَا تَحْزَنُوا وَأَبْشِرُوا بِالْجَنَّةِ الَّتِي كُنتُمْ تُوعَدُونَ﴾ [3]

ترجمہ: جن لوگوں نے کہا کہ ہمارا پروردگار اللہ ہے پھر اسی پر قائم رہے ان کے پاس فرشتے (یہ کہتے ہوئے آتے ہیں کہ تم کچھ بھی اندیشہ اور غم نہ کرو (بلکہ) اس جنت کی بشارت سن لو جس کا تم وعدہ دیئے گئے ہو

اللہ کی توحید اور اور اس پر احکامات کے ساتھ پیروی نفس مطمنہ کو حاصل کرنے کے لیے بنیادی شرط ہے۔

---

(1) ابن منظور افریقی ، لسان العرب، ج ٧١،ص ٥١٦

(2) سورۃ الفجر: ٢٨ /٧٩

(3) القرطبی، الجامع لاحکام القرآن، ج ٥، ص ٣

اس قسم کے نفس کو اپنانے کے لیے لوامہ اور امارہ کے خلاف انسان کو مجاہدہ سے سفر سے گزرنا پڑتا ہے، جس کی بنیاد تقوی، پرہیز گاری کو اختیار کرنا جبکہ خواہشات جیسی لذات کو ترک کرنا ہے (1)

مذکورہ آیت کے ذیل میں امام قرطبی فرماتے ہیں کہ اس قسم کے نفس سے دوسروں کے حق کی ادائیگی اور پاسداری ہی ہوتی ہے اور حق تلفی کو تو تصور نہیں ہوتا کیونکہ انسان ہمہ وقت اللہ کے دھیان کے سارھ ہوتا ہے۔(2)

اس کے علاوہ اس قسم کے نفس کے حصول کے لئے ذکر الہی بھی ایک بنیادی جز اور بیج کی طرح ہے جس کا اثبات اس آیت سے بھی ہوتا ہے ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَاذْكُرُوا اللّٰهَ كَثِيْرًا لَّعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ﴾(3)

ترجمہ: اور اللہ کو بہت یاد کیا کرو تاکہ تم کامیاب ہو جاؤ

اس آیت کے ضمن میں اہل تصوف نے ذکر الہی پر روشنی ڈالتے ہوئے نفس مطمنہ کی تکمیل کے لیے روح کی آبیاری قرار دیا اور اس کے لازم سے روح ہمہ وقت اللہ کی طرف متوجہ رہتی ہے۔

---

(1) شاہ ولی اللہ، انفاس العارفین، (محمد فاروق) مکتبہ فرید، لاہور، ۲۰۰۵ ، ص ۹۱

(2) القرطبی، الجامع لاحکام القرآن، ، ج ۸، ص ۳۷

(3) سورۃ انفال ۴۸/۸

فصل دوم

ظلم باالنفس کی صورتیں

مبحث اول: حقوق اللہ کے ساتھ ظلم کی صورتیں

انسان اللہ کے احکامات کی نافرمانی کرکے اپنی ذات پر ظلم کرتا ہے۔ حقوق اللہ میں ظلم یعنی اللہ کے حق کو ضائع اور انحراف کرکے اللہ کے حقوق واحکامات میں روگردانی وظلم کرنا، حقوق اللہ میں ظلم کو تین اقسام یعنی عقائد، صفات اور عبادات میں منقسم کیا جاسکتا ہے۔

۱۔ عقائد میں ظلم

۲۔ صفات میں ظلم

۳۔ عبادات میں ظلم

1۔ عقائد میں ظلم:

عقیدہ توحید انسان کے ایمان کا بنیادی حصہ ہے جس کے بغیر انسان کی نجات ممکن نہیں اور جس کے بغیر اعمال بھی حقارت ہیں۔ اس عقیدے کے مطابق وحدانیت، ربوبیت اور اسمائے صفات صرف اللہ کا حق ہے اور اللہ کے اس حق کو مخلوق میں تصور کرنا یا برابر سمجھنا اس کے حق میں ظلم وناانصافی ہے انسان اللہ کا نائب ہے اور انسان نے روز اول سے اللہ کی وحدانیت اور اطاعت وفرمانبرداری کو بجالانے کا قول واقرار کیا۔ وحدانیت کو فرقان حمید نے ان الفاظ میں بیان کیا:

﴿أَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ قَالُوا بَلَىٰ شَهِدْنَا﴾(1)

ترجمہ: کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں؟ سب نے جواب دیا کیوں نہیں! ہم سب گواہ بنتے ہیں

اسی طرح اللہ کی اعتقادی وعباداتی لحاظ سے صحیح معرفت کو حق کے ساتھ معرفت نہ کرنے کو ان الفاظ میں بیان کیا:

﴿مَا قَدَرُوا اللَّهَ حَقَّ قَدْرِهِ إِنَّ اللَّهَ لَقَوِيٌّ عَزِيزٌ﴾(2)

ترجمہ: انہوں نے اللہ کے مرتبہ کے مطابق اس کی قدر جانی ہی نہیں، اللہ تعالیٰ بڑا ہی زور وقوت والا اور غالب وزبردست ہے

اس آیت کے ضمن میں امام قرطبی نے وضاحت فرمائی کہ اللہ کی ذات کی معرفت (وحدانیت) کو عقائد (عبادات) کے میزان میں فرمانبرداری حق کے کو عہد اول کی روشنی میں ادا نہیں کیا جیسے اس کا حق ہے، جس کا اثبات روز اول سے ہی ظاہر ہوتا ہے جب انسان نے حکم کو پامال کیا۔ اس جہان میں انسان چونکہ آزمائش میں ہے اور اس کا ابدی دشمن شیطان اور نفس اس کو ہمہ وقت اللہ کی نافرمانی، معصیت اور اسکے احکامات سے روگردانی کرانے میں کوئی کسر ہاتھ سے جانے نہیں دیتا، لہذا بحیثیت بشر انسان گناہ کا ارتکاب کر بیٹھتا ہے اور اللہ کے حق کو ضائع کرکے

---

(1) سورۃ الاعراف:۷/۱۷۲

(2) القرطبی، الجامع لاحکام القرآن، ج۲، ص۱۷۳

اپنی ذات پر ظلم کرتا ہے، انسان کی اس روداد کو قرآن نے اس کے ابدی مقام بہشت میں آزمائش کے دوران منع کرنے کے باوجود انسان کا حکم توڑنے پر ان الفاظ میں بیان کیا:

﴿ قَالَا رَبَّنَا ظَلَمْنَا أَنفُسَنَا وَإِن لَّمْ تَغْفِرْ لَنَا وَتَرْحَمْنَا لَنَكُونَنَّ مِنَ الْخَاسِرِينَ ﴾ (1)

ترجمہ: دونوں نے کہا اے ہمارے رب! ہم نے اپنا بڑا نقصان کیا اور اگر تو ہماری مغفرت نہ کرے گا اور ہم پر رحم نہ کرے گا تو واقعی ہم نقصان پانے والوں میں سے ہوجائیں گے

صاحب تدبر قرآن نے اس آیت کے ذیل میں لکھا ہے کہ انسان خصوصاً اعتقادی لحاظ سے کرکے اللہ کے حق کو ضائع کرکے اپنے نفس پر ظلم کرتا ہے۔

جیسا کہ قصہ بلقیس میں واضح طور پر ذکر موجود ہے ملکہ بلقیس نے اپنی ظلمت کو ایسے اقرار کیا:

﴿قَالَتْ رَبِّ إِنِّي ظَلَمْتُ نَفْسِي وَأَسْلَمْتُ مَعَ سُلَيْمَانَ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ﴾(2)

ترجمہ: کہنے لگی میرے پروردگار! میں نے اپنے آپ پر ظلم کیا۔ اب میں سلیمان کے ساتھ اللہ رب العالمین کی مطیع اور فرمانبردار بنتی ہوں

اسی طرح قوم موسیٰ کے ظلم کو بھی قرآن نے یوں بیان کیا:

﴿ وَإِذْ قَالَ مُوسَى لِقَوْمِهِ يَاقَوْمِ إِنَّكُمْ ظَلَمْتُمْ أَنْفُسَكُمْ بِاتِّخَاذِكُمُ الْعِجْلَ ﴾(3

ترجمہ: جب حضرت موسیٰ نے اپنی قوم سے کہا کہ اے میری قوم! بچھڑے کو معبود بنا کر تم نے اپنی جانوں پر ظلم کیا ہے

مذکورہ آیات ظلم کے عموم اور قاضی ثنا اللہ رحمہ اللہ نے مندرجہ بالا آیت کی جو تاویل فرمائی اس کے مطالعہ سے یہ بات ظاہر ہوتی ہے کہ انسان اللہ کے حق کو پامال کرکے اپنے حق میں اعتقادی ظلم کرتا ہے، اور اللہ کے حق تلفی کر بیٹھتا ہے۔ (4)

یہ ایک بنیادی نکتہ ہے کہ عصر حاضر میں اگرچہ قرون اول کی طرح انسان اس طرح بت پرستی اور اس کی مختلف صورتوں کو بنا کر اعتقاد یا ظہار تو نہیں کرتا مگر اس کی بدلی ہوئی کئی شکلوں کی پیروی کرتا ہوا ضرور دیکھائی دیتا ہے۔ مثال کے طور پر زمانہ جاہلیت میں انسان بتوں کی مصوری بنا کر ان کو معبود سمجھتا تھا اور آج اس کے مدمقابل

---

(1) امین احسن اصلاحی ،تدبر قرآن ج۳،ص۲۶۱

(2) سورۃ النمل:۲۷/۴۴

(3) سورۃ البقرہ:۲/۵۴

(4)ثناء اللہ پانی پتی، تفسیر مظہری، ج۳،ص۲۵۹

انسان، انسان اور مادیت کی شکلوں کو ہی اپنا آقا سمجھ بیٹھا ہے۔ اور نہ صرف اس کا بن کر رہ گیا بلکہ اس کا حصول ہی زندگی کا نصب العین بنالیا۔ اور ان ہی سے حیات کی ضروریات کو پورا ہونا سمجھتا ہے۔ توحید ربوبیت کا مطلب اس عقیدے پر یقین رکھنا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہی ہر چیز کا رب ہے، اس کے سوا کوئی رب نہیں۔ رب کے لغوی معنی ہیں، مالک و مدبر (انتظام کرنے والا اور ضرورت کی ہر چیز مہیا کرنے والا) وہ اپنی مخلوقات کا مربی ہے، کا مطلب ہو گا۔ ان کو پیدا کرنے والا بھی وہی اکیلا ہے اور مالک بھی وہی ہے اور ان کے تمام معاملات کی تدبیر بھی صرف اسی کے ہاتھ میں ہے۔ پس توحید ربوبیت کے معنی ہوں گے کہ یہ اقرار کیا جائے کہ وہی مخلوق کا خالق و مالک ہے، وہی ان کو زندگی عطا کرنے والا اور مارنے والا ہے، وہی ان کا نافع اور ضار ہے، اضطرار اور مصیبت کے وقت وہی دعاؤں کا سننے والا اور فریاد رسی کرنے والا ہے، وہی دینے اور روکنے والا ہے، ساری کائنات اسی کی مخلوق ہے اور اسی کا حکم اس میں نافذ ہے۔

جیسا کہ ارشاد ربانی ہے:

﴿إِنَّ رَبَّكُمُ اللَّهُ الَّذِي خَلَقَ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ فِي سِتَّةِ أَيَّامٍ ثُمَّ اسْتَوَىٰ عَلَى الْعَرْشِ يُغْشِي اللَّيْلَ النَّهَارَ يَطْلُبُهُ حَثِيثًا وَالشَّمْسَ وَالْقَمَرَ وَالنُّجُومَ مُسَخَّرَاتٍ بِأَمْرِهِ ۗ أَلَا لَهُ الْخَلْقُ وَالْأَمْرُ ۗ تَبَارَكَ اللَّهُ رَبُّ الْعَالَمِينَ﴾ (1)

ترجمہ: بے شک تمہارا رب اللہ ہی ہے جس نے سب آسمانوں اور زمین کو چھ روز میں پیدا کیا ہے، پھر عرش پر قائم ہوا۔ وہ شب سے دن کو ایسے طور پر چھپا دیتا ہے کہ وہ شب اس دن کو جلدی سے آ لیتی ہے اور سورج اور چاند اور دوسرے ستاروں کو پیدا کیا ایسے طور پر کہ سب اس کے حکم کے تابع ہیں۔ یاد رکھو اللہ ہی کے لئے خاص ہے خالق ہونا اور حاکم ہونا، بڑی خوبیوں سے بھرا ہوا ہے اللہ جو تمام عالم کا پروردگار ہے

اسی طرح ربوبیت کے بارے میں آیا ہے:

﴿الْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ﴾ (2)

ترجمہ: سب تعریف اللہ تعالیٰ کے لئے ہے جو تمام جہانوں کا پالنے والا ہے

صفات الٰہیہ میں ظلم:

اسمائے صفات میں ظلم بھی ہوتا ہوا نظر آرہا ہے۔ اور صفات الٰہیہ کو انسانوں میں تصور کیا جا رہا ہے۔ کسی انسان کی سیرت و کردار کے پہلوؤں میں اس کو قادر مطلق، اور صفات باری تعالیٰ جیسے علیم، سمیع، بصیر وھاب اور والوکیل جیسی کو انسان میں تصور کرکے ظلم کا مرتکب ٹھہرتا ہے۔

جب کہ ایسی اسمائے صفات کے متعلق قرآن میں اس طرح آیا ہے:

---

(1) سورۃ الاعراف:۷/۵۱

(2) سورۃ الفاتحہ:۱/۱

﴿لَيْسَ كَمِثْلِهِ شَيْءٌ وَهُوَ السَّمِيعُ الْبَصِيرُ﴾(1)

ترجمہ: اس جیسی کوئی چیز نہیں وہ سننے اور دیکھنے والا ہے

الوھاب عطا کرنے والا المغنی نوازنے والا، المستعان جس سے مدد مانگی جائے النصیر نصرت اور فتح دینے والا اور مدد کرنے والا۔ اللہ ہر مرحلے پر اپنی مخلوق کی مدد کرتے اور انہیں مصیبت سے نکالتے ہیں المجیب دعاؤں کا قبول کرنے والا اور بندوں کی پکار کا جواب دینے والا الوکیل۔ اس کا مطلب مدد گار، معتمد، کارساز، کام بنانے والے اور وکالت کرنے والے کے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان تمام امور میں کامل ترین صفات رکھتے ہیں۔ چنانچہ ان سے بہتر کام بنانے والا اور اعتماد کے قابل کوئی نہیں ہو سکتا۔ اب انسانوں کی طرف ان صفات کو منصوب کرنا ظلم صفات الٰہیہ ہے۔

قرآن حکیم نے ان کی بابت میں یوں فرمایا:

﴿وَمَا يُؤْمِنُ أَكْثَرُهُم بِاللَّهِ إِلَّا وَهُم مُّشْرِكُونَ﴾(2)

ترجمہ: ان میں سے اکثر لوگ باوجود اللہ پر ایمان رکھنے کے بھی مشرک ہی ہیں

عبادات میں ظلم:

عبادات میں ظلم بھی دیکھنے میں سرعام عیاں ہے، چونکہ عبادت ایک ایسا جامع لفظ ہے اس کے اندر وہ تمام ظاہری و باطنی اقوال و افعال داخل ہیں جو اللہ تعالیٰ کو پسند ہیں اور اس کی خوشنودی کا باعث ہیں اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ ہے عبادت کا لفظ تین معانی پر مشتمل ہے:

۱۔ پرستش اطاعت، خدا کے واحد پروردگار ہونے سے لازم آتا ہے کہ انسان اسی کا شکر گزار ہو، اسی سے دعائیں مانگے اور اسی کے آگے عقیدت و محبت سے سر جھکائے، یہ عبادت کا پہلا مفہوم ہے۔

۲۔ غلامی، انسان خدا کا بندہ و غلام بن کر رہے، اس کے مقابلے میں خود مختارانہ رویہ نہ اختیار کرے اور اس کے سوا کسی اور کی غلامی قبول نہ کرے یہ عبادت کا دوسرا مفہوم ہے۔

۳۔ انسان خدا کے حکم کی اطاعت اور اس کے قانون کی پیروی کرے نہ خود اپنا حکمراں بنے اور اس کے سوا کسی دوسرے کی حاکمیت تسلیم کرے یہ عبادت کا تیسرا مفہوم ہے۔

موجودہ سماج میں دین سے دوری اور عتقادی کمزروی کی وجہ سے معاشرے کی کثرت اللہ کی صفات کو انسانوں میں تصور کرتے ہوئے دیکھائی دیتی ہے۔ جیسے فریاد کا سننا وغیرہ۔ محقق نے اس کی عملی شکل کو مزرارت پر مشاہدہ اور اور تحقیق پر صاحب مرید نے بتایا کہ یہ صاحب ہماری فریاد کو نہ صرف سنتے ہیں بلکہ اس فریاد کی اللہ کے

---

(1) سورۃ الشوریٰ: ۴۲/ ۱۱

(2) سورۃ یوسف: ۱۲/ ۱۰۶

سامنے سفارش بھی کرتے ہیں اور حاجات حل ہوتی ہیں۔ مذکورہ تناظر میں فرقان حکیم اس ذات کے حق کو بیان کرتا ہے، جیسا کہ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿يَا أَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوا رَبَّكُمُ الَّذِي خَلَقَكُم مِّن نَّفْسٍ وَاحِدَةٍ﴾ (1)

ترجمہ: اے لوگو! اپنے رب کی عبادت کرو جس نے تم کو ایک جان سے پیدا کیا

مثلاً: نماز، روزہ، زکوٰۃ، حج، راست گوئی، امانت داری، اطاعت والدین، ایفائے عہد، امر بالمعروف، نہی عن المنکر، جہاد فی سبیل اللہ، پڑوسیوں، مسکینوں اور ماتحتوں کے ساتھ حسن سلوک، جانوروں کے ساتھ اچھا برتاؤ، دعاء، ذکر الٰہی، تلاوت قرآن اوراس قسم کے تمام اعمال صالحہ عبادات کے اجزاء ہیں۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ اوراس کے رسول کی محبت، رحمت خداوندی کی امیدوار اور عذاب الٰہی کا خوف، خشیت، انابت، اخلاص، صبر و شکر، توکل اور تسلیم ورضا وغیرہ ساری اچھی صفات عبادات میں شامل ہیں عبادت کے لغوی معنی کسی کی تعظیم کی غرض سے تواضع و انکساری اختیار کرنا ہے اور یہ صرف اللہ کے لیے ہے، کبھی عبادت کو طاعت و فرماں برداری کے معنی میں بھی استعمال کیاجاتا ہے۔

موجودہ تناظر میں میں فکری اور عقیدی بگاڑ کی وجہ سے معاشرے کی کثیر تعداد اعتقاداور عبادات میں انفرادی لحاظ سے مزاروں، درگاہوں اور آستانوں پر غیر اللہ کی پرتش کرتی ہوئی دیکھائی دیتی ہے جو اللہ کے حق میں ظلم کے مترادف کے افعال ہیں۔

(1) سورۃ النساء: ۴/۱

مبحث دوم: حقوق العباد اور ظلم کی صورتیں

اللہ تعالیٰ نے معاشرے کو بگاڑنے سے بچانے کے لیے اپنے بندوں کے درمیان حقوق و فرائض کا نظام وضع کیا ہے تاکہ باہمی حقوق کی ادائیگی کی فضا قائم لیکن حالیہ صورت حال میں معاشرے میں ظلم نظر آتا ہے جس کی صورتیں مندرجہ ذیل ہیں۔

1۔ حسن معاملہ کا فقدان

انسان کو معاشرتی زندگی گزارنے کے لیے معاشرے کے دوسرے افراد سے ضرورت کی نسبت سے واسطہ پڑتا ہے اور لین دین بھی ہوتا ہے۔ لیکن اس دوران انسان سے کسی نہ کسی شکل میں دوسروں کے حق ضائع ہوتے ہیں۔ جس کا تذکرہ قرآن کی اس آیت سے ہوتا ہے:

﴿قَالَ لَقَدْ ظَلَمَكَ بِسُؤَالِ نَعْجَتِكَ إِلَىٰ نِعَاجِهِ ۖ وَإِنَّ كَثِيرًا مِّنَ الْخُلَطَاءِ لَيَبْغِي بَعْضُهُمْ عَلَىٰ بَعْضٍ﴾

ترجمہ: آپ نے فرمایا! اس کا اپنی دنبیوں کے ساتھ تیری ایک دنبی ملا لینے کا سوال بیشک تیرے اوپر ایک ظلم ہے اور اکثر حصہ دار اور شریک (ایسے ہی ہوتے ہیں کہ) ایک دوسرے پر ظلم کرتے ہیں

اس آیت کی نص سے معاشرتی حق تلفی کی وضاحت ہو رہی ہے۔ جس میں ایک دوسرے سے ناحق اس کے حق کا مطالبہ کر رہا ہے۔ جو کہ فطری قوانین کے برعکس ہے۔ اسی تناظر میں آج سماج میں ہر طرف معاشرتی زندگی کے پہلوؤں میں ادائیگی حقوق جیسے باہمی معاہدہ معاملات، عہد کی پاسداری، ناپ تول میں کمی، معاشی لحاظ سے میں باہمی تضاد اور امانت و دیانت کا فقدان بہت عیاں نظر آرہا ہے، جو دوسروں کے حق کے ساتھ ظلم ہے۔[1]

معاشرتی زندگی میں باہمی معاملات کی اہمیت اور ایک دوسرے کے حقوق کو ضائع ہونے سے بچنے کے لیے اسلام نے معاہدہ جیسی شرط کو لازم قرار دیا کہ معاشرتی حق تلفی نہ ہو، جس کی تائید قرآن کی اس آیت سے ملتا ہے۔ جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا تَدَايَنتُم بِدَيْنٍ إِلَىٰ أَجَلٍ مُّسَمًّى فَاكْتُبُوهُ﴾[2]

ترجمہ: اے ایمان والو! جب تم آپس میں ایک دوسرے سے میعاد مقرر پر قرض کا معاملہ کرو تو اسے لکھ لیا کرو

---

(1) ثناء اللہ پانی پتی، تفسیر مظہری، ج ۵، ص ۱۳

(2) سورۃ البقرۃ: ۲/۲۸۱

اس آیت کے ضمن میں قاضی ثناءاللہ نے لفظ کو باہمی معاملات کے زمرے میں زندگی کے تمام شعبوں پر محیط کیا ہے، جس میں اخلاقی، معاملاتی اور معاشی نمایاں ہیں۔ [1]

عصر حاضر میں معاشرے میں بڑھتی ہوئی انتشاری اور ابتری صورت حال اس بات کی عکاسی کرتی ہے کہ باہمی معاملات میں معاہدے کو اہمیت نہ دینا اور محض زبانی لحاظ سے طے کرنا ہے، عدالتوں میں بڑھتے خاندانی اراضی، گاڑیوں، مکانات وغیرہ کے تنازعات اور جرائم کے محرکات اسی معاہدے کی عدم پاسداری اور فقدان کا نتیجہ ہے۔

اسی طرح معاشرتی حسن زندگی میں توازن اور حق تلفی سے بچنے کے لیے عہد اور وعدے کی پاسداری کو اہمیت دی جس کا ذکر قرآن کی اس آیت سے ملتا ہے، ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَأَوْفُوا بِالْعَهْدِ إِنَّ الْعَهْدَ كَانَ مَسْئُولًا﴾ [2]

ترجمہ: اور وعدے پورے کرو کیونکہ قول و قرار کی بازپرس ہونے والی ہے

مذکورہ آیت کی تشریح میں امام قرطبی نے دو طرح کے عہد کی پاسادری کی ذمہ داری کو بیان کیا ہے، اول جو اس کے ذمے ذاتی لحاظ سے مطلوب ہے، جیسے اولاد کے حق میں حقوق کی ادائیگی اور دوسری اس کو شریعت نے سونپی ہے، جیسے نابالغ، یتیموں، ناداروں اور بے سہارا یا کسی کے مال کا محافظ بنادیا جائے تو اس مال کو متعین کا لوٹا دے۔ [3]

اسی طرح معاشرتی باہمی حسن معاملات کا فقدان اور اس سے اجتناب کا ی ذکر قرآن کی اس آیت سے بھی ظاہے ہوتا ہے، ارشاد ربانی ہے:

﴿ وَلَا تَأْكُلُوا أَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ وَتُدْلُوا بِهَا إِلَى الْحُكَّامِ لِتَأْكُلُوا فَرِيقًا مِنْ أَمْوَالِ النَّاسِ بِالْإِثْمِ وَأَنْتُمْ تَعْلَمُونَ﴾ [4]

ترجمہ: اور ایک دوسرے کا مال ناحق نہ کھایا کرو، نہ حاکموں کو رشوت پہنچا کر کسی کا کچھ مال ظلم وستم سے اپنا کر لیا کرو، حالانکہ تم جانتے ہو

اس آیت کی تشریح میں قاضی ثناءاللہ نے باہمی مال کی حفاظت کو امانت کا درجہ دیا ہے اور اس کی خیانت مختلف رائج طریقوں سے استعمال کرنا یا کم وپیش کرنا معاشرتی حق کا ضائع کرنے کے مترادف قرار دیا ہے۔ [5]

---

(1) ثناءاللہ پانی پتی، تفسیر مظہری، ج۱، ص ۱۲۳

(2) القرطبی، الجامع لاحکام القرآن، ، ج ۳، ص ۱۷۳

(3) سورۃ البقرۃ:۲/ ۲۸۱

(4) سورۃ البقرہ:۲/ ۱۸۸

(5) ثناءاللہ، تفسیر مظہری، ج۴، ص ۲۳۱

جیسا کہ سماج میں کردار و افعال کے لحاظ سے ایک فرد انفرادی و اجتماعی دونوں طرح سے زندگی بسر کرتا ہے۔بحثیت اجتماعی یہ سماج کے دوسرے افراد سے ضروریات زندگی کے معاملات و دیگر تقاضوں کی نسبت سے برتاؤ کرتا ہے۔ جس میں دوسروں کے حقوق عائد و ادا کرنے ہوتے ہیں۔جو لازم ہوتے ہیں مگر موجودہ سماج میں یہ مال ،انفرادی ، گھریلو، دفتر اور دیگر شعبوں میں انحراف کی شکل میں ظلم کرتا نظر آتا ہے۔ اسی طرح لین دین میں دوسروں کی حق تلفی کرتا ہے۔ مثلاً کاروبار میں اشیاء کی ناپ تول،خرید و فروخت اور عیدوپیماں میں حق تلفی کرتا ہے۔

معاشرتی انحراف

انسان دوطرح کی زندگی بسر کرتا ہے۔ایک عائلی اور دوسرا معاشرتی اور سوسائٹی کے اندر بحثیت کردار کے ایک بنیادی اساس اور رکن تصور کیا جاتا ہے۔ انسان اپنا کردار معاشرے میں کئی انداز اور اشکال کے روپ میں ادا کرتا ہوا نظر آتا ہے۔ اس دوران اس سے معاشرے کے دوسروں کے حقوق کی ادائیگی میں حق تلفی کرتا ہے جو ظلم اور ناانصافی ہے۔ اس طرح ایک انسان کی حیات دو اقسام میں منقسم ہے۔ مثلا عائلی حوالے سے اور معاشرت حوالے سے

معاشرتی لحاظ سے ایک فرد پر دوسروں کے حقوق عائد ہوتے ہیں، جن کی عدم ادائیگی دراصل ان کے حق کو ضائع کرنا ہے، ان میں قرابت دار اور ہمسایوں کے حقوق نمایاں ہیں۔ قرابتداروں کے حقوق کے حق میں قرآن نے جو تاکید فرمائی اس کا تذکرہ اس آیت سے ملتاہے، ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَآتِ ذَا الْقُرْبَىٰ حَقَّهُ وَالْمِسْكِينَ وَابْنَ السَّبِيلِ وَلَا تُبَذِّرْ تَبْذِيرًا﴾[1]

ترجمہ:اور رشتے داروں کا اور مسکینوں اور مسافروں کا حق ادا کرتے رہو اور اسراف اور بیجا خرچ سے بچو

امام کثیر نے اس آیت کی تشریح میں قرابت دار جس میں والدین کے علاوہ والدین کے بھائی بہن ، چاچا ،ماموں ، پھوپھی ،خالہ اور ان کی اولادیں شامل ہیں ان سے اچھی طرح ملنے جلنے،ان کا حال احوال لیتے رہنا، مشکل وقتوں میں ان کی مدد کرنا،اس کے علاوہ ان کی دعوت قبول کرنا اور بیماری کے وقت ان کی عیادت کرنا اور دیگر معاملات سب ان کے حقوق گنوائے ہیں۔ جن کا پورا کرنالازم ہے اور عدم ادائیگی ان کے حق کو غضب کرناہے، جو حق تلفی اور ظلم ہے۔[2]

اسی طرح ہمسایوں کے حقوق کو بھی ادا کرنے کا حکم فرقان حمید میں ملتاہے۔ جیسا کہ ارشاد ربانی ہے:

---

(1) سورۃ الاسرا:۲۶/ ۱۷

(2)ابن کثیر، تفسیر القرآن العظیم، ج۷، ص۳۰۸

﴿وَ اعْبُدُوا اللّٰهَ وَ لَا تُشْرِكُوْا بِهٖ شَيْـًٔا وَّ بِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا وَّ بِذِی الْقُرْبٰى وَ الْيَتٰمٰى وَ الْمَسٰكِيْنِ وَ الْجَارِ ذِی الْقُرْبٰى وَ الْجَارِ الْجُنُبِ وَ الصَّاحِبِ بِالْجَنْۢبِ وَ ابْنِ السَّبِيْلِ ۙ﴾[1]

ترجمہ: اور اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرو اور ماں باپ کے ساتھ سلوک واحسان کرو اور رشتہ داروں سے اور یتیموں سے اور مسکینوں سے اور قرابت دار ہمسایہ سے اور اجنبی ہمسایہ سے اور پہلو کے ساتھی سے اور راہ کے مسافر سے

امام ابن کثیر نے مذکورہ آیت کے ذیل میں ہمسایوں کے حقوق کو قرابت داروں کے برابر قرار دیا جس میں ہمسایہ کے عزت نفس کے علاوہ اچھی طرح ملنا جلنا، رہائش کا بندوبست کرنا، ان کا حال احوال لیتے رہنا، کھانا پینا، مشکل وقتوں میں ان کی مدد کرنا، اس کے علاوہ ان کی دعوت قبول کرنا اور بیماری کے وقت ان کی عیادت کرنا بیان کیے ہیں، ان کو ادا نہ کرنا حق کو تلف کرنا ہے۔[2]

باہمی حقوق میں ظلم کی شکلیں:

ایک خاندانی زندگی میں بھائی کے بھائی پر بھی حقوق ہوتے ہیں۔ مثلاً معاشرے میں والد کے بعد بڑا بھائی کی حیثیت والد جیسی ہوتی ہے۔ جب بڑا بھائی سربراہ ہوتے ہوئے اختیارات کا استعمال عدل کے تقاضوں کے سامنے رکھتے ہوئے ادا نہیں کرتا تو وہ دوسرے بھائیوں کی حق تلفی کر کے ظلم کرتا ہے اس حق تلفی کی اشکال عیاں ہیں۔ مثلاً والد کی واراثت میں بھائیوں کو حق نہ دینا، بہنوں کو حق وراثت سے محروم رکھنا، بیٹوں اور بچوں اور بیوی کو بھی فطری حق سے دور رکھنا ظلم ہے۔[3]

اسی طرح معاشرتی زندگی میں ایک دوسرے کی اراضی، جائیداد، مکانات و دیگر حق پر قبضہ کرنا اور ناجائز ذرائع یعنی عدالت کا استعمال کر کے دوسروں سے چھیننا ظلم ہے۔[4]

ماحولیاتی ظلم:

اسی طرح دیگر اجناس جیسے ماحول کو صاف ستھرا رکھنا، جنگلات کے غیر ضروری کٹاو سے اجتناب کرنا اور جنگلی حیات کا تحفظ، آب حیات کا تحفظ، زمین اور اس میں موجود قدرتی وسائل کے ناجائز استعمال سے گریز کرنا اور ان

---

(1) ابن کثیر، تفسیر القرآن العظیم، ج ۷، ص ۳۰۸

(2) ایضا، ج ۲ ص ۲۰۷

(3) نعمان ندوی، اسلام کا نظام وراثت، ادارہ تعمیرات سیرت، لکھنو انڈیا ۲۰۱۴، ص ۵۴

(4) محمد تقی عثمانی، معاشرتی حقوق و فرائض، ، ادارہ تالیفات، ملتان ۲۰۱۷، ص ۵۹

کا تحفظ بھی ہم پر حق ہے، جس کی عدم ادائیگی سے پورا ارضی توازن ابتری کا شکار ہو جاتا ہے، جو کہ معاصر سماج میں ارض اور اس سے منسلک اعضا کے حقوق کو بے جا اور بے دردی سے ضایع کیا جا رہا ہے، جو ان کے ساتھ ظلم ہے [1]

عصر حاضر میں راقم الحروف نے چشم دید کئی ایسے واقعات دیکھے جہاں ایسے حقوق کی بھائی کی طرف سے بھائی کی حق تلفی ہوئی اور نتیجے میں کئی مسائل جیسے قتل وغارت لڑائی جھگڑا، ایک دوسرے پر تشدد، نے جنم لیا۔ اس کی بنیادی وجہ ایک دوسرے کے حقوق کو نہ ادا کرنا ہے، اس کے علاوہ دوسروں کے حقوق کو زبردستی غضب کرنے اور ان پر اپنا حق لینا اور دینا بھی سامنے آیا ہے۔

(1) پرویز عالم، ماحول کا تحفظ اور ہماری زمہ داری، روزنامہ اوصاف، اسلام آباد، ۶ دسمبر ۲۰۱۸

فصل سوم

منتخب تفاسیر کی روشنی میں ظلم بالنفس کا تدارک

مبحث اول: رجوع الیٰ اللہ

☆ توحید انسانی ایمان کا بنیادی جز ہے۔اس کا نقص شرک کا وجود اور اللہ کے حق میں ظلم ہے اور اس کی حقیت معرفت اللہ ہے،لہذا توحید کے بنیادی لوازمات کو مضبوطی سے تھامنا اور اس پر عمل پیرا ہونا تا کہ عملی طور پر اس کا اظہار ظاہر ہو۔ دعوت الی اللہ کو لازم کر لیا جائے،کیونکہ جتنا اللہ کی ذات۔اس کی عظمت،کبریائی اور اس کی تمام جملہ صفات کو ذکر کے ساتھ بیان کیا جاتا ہے،اتنا ہی تعلق مع اللہ بڑھے گا،اور یوں حق اللہ میں اعتقادی ظلم کا قلع قمع ہو جائے گا۔ اسوہ حسنہ کی پیروی کی جائے۔ یہ اللہ کے حق کا عملی حق ادا ہونا ہے،جس کے بغیر انسان کی زندگی کا مقصد فوت ہوجاتا ہے اور جب عبادت کا حق ادا کرے گا تو اس سے تعلق مع اللہ مضبوط ہوتا ہے اور اللہ کے قریب ہوتا ہے،جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿لَّقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللَّهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ لِّمَن كَانَ يَرْجُو اللَّهَ وَالْيَوْمَ الْآخِرَ وَذَكَرَ اللَّهَ كَثِيرًا﴾[1]

ترجمہ:یقیناً تمہارے لئے رسول اللہ میں عمدہ نمونہ (موجود) ہے، ہر اس شخص کے لئے جو اللہ تعالیٰ کی اور قیامت کے دن کی توقع رکھتا ہے اور بکثرت اللہ تعالیٰ کی یاد کرتا ہے

اس آیت کی تشریح میں امام ابن کثیر نے اسوہ حسنہ کی پیروی کو انسان کی کامل نجات اور رہنمائی لکھا ہے

☆ توبہ و استغفار رجوع الی اللہ کی طرف ایک یقنی قدم ہے جس کے لازم پکڑنے پر اللہ کے قریب اور حکم عدولی سے بچ جاتا ہے،جس کا ذکر قرآن میں قصہ آدم علیہ اور حضرت یونس علہ سے ملتا ہے اور اس آیت سے بھی رجوع الی اللہ ہونا ثابت ہوتا ہے ارشاد ربانی ہے:

﴿وَمَن يَعْمَلْ سُوءًا أَوْ يَظْلِمْ نَفْسَهُ ثُمَّ يَسْتَغْفِرِ اللَّهَ يَجِدِ اللَّهَ غَفُورًا رَّحِيمًا﴾[2]

ترجمہ:جو شخص کوئی برائی کرے یا اپنی جان پر ظلم کرے پھر اللہ سے استغفار کرے تو وہ اللہ کو بخشنے والا، مہربانی کرنے والا پائے گا

1۔عبادت الہی کی طرف راغب ہونا۔

2۔نماز۔روزہ وغیرہ کا اہتمام کرنا

---

(1) ابن کثیر ،تفسیر القرآن العظیم ۱۹۹۹،ج ۶،ص۴۶۷

(2)ثناءاللہ پانی پتی،تفسیر مظہری ،(مترجم) ج ۳،ص۱۸۰

مبحث دوم: ادائیگی حقوق العباد

☆ معاشرتی زندگی میں باہمی معاملات کی اہمیت اور ایک دوسرے کے حقوق کو ضائع ہونے سے بچنے کے لیے اسلام نے معاہدہ جیسی شرط کو لازم قرار دیا تاکہ معاشرتی حق تلفی نہ ہو، لہذا دوسروں کی حق پاسداری کی جائے نہ کہ حق تلفی جس کی تائید قرآن کی اس آیت سے ملتاہے۔جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا تَدَايَنْتُمْ بِدَيْنٍ إِلَىٰ أَجَلٍ مُسَمًّى فَاكْتُبُوهُ﴾(1)

ترجمہ : اے ایمان والو! جب تم آپس میں ایک دوسرے سے میعاد مقرر پر قرض کا معاملہ کرو تو اسے لکھ لیا کرو

اس آیت کے ضمن میں قاضی ثنا اللہ نے لفظ﴿ تَدَايَنْتُمْ بِدَيْنٍ﴾ کو باہمی معمالات کے زمرے میں زندگی کے تمام شعبوں پر محیط کیاہے، جس میں اخلاقی، معاملاتی اور معاشی نمایاں ہیں۔

☆ اسی طرح دوسروں کے مال وجان کے حقوق کی حفاظت کی ضمانت دی ہے، جیسا کہ ارشاد ربانی ہے:

﴿وَلَا تَأْكُلُوا أَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ وَتُدْلُوا بِهَا إِلَى الْحُكَّامِ لِتَأْكُلُوا فَرِيقًا مِنْ أَمْوَالِ النَّاسِ بِالْإِثْمِ وَأَنْتُمْ تَعْلَمُونَ﴾(2)

ترجمہ:اور ایک دوسرے کا مال ناحق نہ کھایا کرو، نہ حاکموں کو رشوت پہنچا کر کسی کا کچھ مال ظلم وستم سے اپنا کر لیا کرو،حالانکہ تم جانتے ہو

اس آیت کی تشریح میں قاضی ثنا اللہ نے باہمی مال کی حفاظت کو امانت کا درجہ دیاہے اور اس کی خیانت مختلف رائج طریقوں سے استعمال کرنا یاکم وپیش کرنا معاشرتی حق کاضائع کرنے کے مترادف قرار دیاہے

اس سے معلوم ہوا کہ قرآنی تعلیمات کی روشنی میں دوسروں کے حقوق کی ادائیگی سے ہی معاشرتی ناانصافی ممکن ہے،جو کہ مطلوبہ معاشرہ وفطرت ہے۔

---

(1)ثناءاللہ پانی پتی، تفسیر مظہری ، ج ۲ص ۲۸۱

(2) ایضا، ج ۴ص ۲۳۱

مندرجہ بالا بحث سے یہ بات سامنے آتی ہے کہ نفس انسان کو حکم عدولی اور خواہش نفسانی کی طرف راغب کرنے کا باعث بنتا ہے، اور کبھی انسان کی اصلاح کا باعث بھی بن جاتا ہے، جس کے نتیجے میں انسان دوسروں کے حق کو معاملاتی، اخلاقی اور عباداتی لحاظ سے ضائع اور متاثر کر بیٹھتا ہے، جس کا عملی اظہار معاصری سماج میں ہر ذی فہم فرد کرتا ہے جب کہ نفسِ مطمئن سے اعمال خیر و بھلائی کے علاوہ کچھ خارج نہیں ہوتا موجودہ سماج میں دین سے دوری اور عتقادی کمزروی کی وجہ سے معاشرے کی کثرت اللہ کی صفات کو انسانوں میں تصور کرتے ہوئے دیکھائی دیتی ہے۔ جیسے فریاد کا سننا وغیرہ۔ موجودہ تناظر میں کردار وافعال کے لحاظ سے ایک فرد انفرادی و اجتماعی دونوں طرح سے زندگی بسر کرتا ہے۔ انسان بحثیت اجتماعی سماج کے دوسرے افراد سے ضروریات زندگی کے معاملات و دیگر تقاضوں کی نسبت سے برتاؤ کرتا ہے۔ جس میں دوسروں کے حقوق عائد وادا کرنے ہوتے ہیں۔ جو لازم ہوتے ہیں مگر موجودہ سماج میں یہ مال، انفرادی، گھریلو، دفتر اور دیگر شعبوں میں انحراف کی شکل میں ظلم کرتا نظر آتا ہے۔ اسی طرح لین دین میں دوسروں کی حق تلفی کرتا ہے۔ مثلاً کاروبار میں اشیاء کی ناپ تول، خرید وفروخت اور عید وپیاں میں حق تلفی کرتا ہے قتل وغارت لڑائی جھگڑا، ایک دوسرے پر تشدد، نے جنم لیا قرآنی تعلیمات کی روشنی میں دوسروں کے حقوق کی ادائیگی سے ہی معاشرتی ناانصافی ممکن ہے، جو کہ مطلوبہ معاشرہ وفطرت ہے اس کے علاوہ عصر حاضر میں معاشرے میں بڑھتے ہوئے اس فعل کے عام ہونے کی حصاروں کو روکنے کے لیے خطبا، علما، مبلغین وواعظین اپنے خطبوں میں عوام الناس کو اس کے حقائق کو دین کے ہر زاویے کی روشنی میں واضح کریں، تاکہ عوام کو اس فعل کی حقیقت کا علم ہو جائے۔ اور اس سے اجتناب کیا جائے

باب چہارم
منتخب تفاسیر کی روشنی میں معاشرتی اور اخلاقی ظلم

فصل اول: معاشرتی ظلم کی صورتیں
فصل دوم: اخلاقی ظلم کی اشکال
فصل سوم: معاشرتی و اخلاقی ظلم کے اثرات
فصل چہارم: معاشرتی و اخلاقی ظلم کا تدارک

فصل اول
معاشرتی ظلم کی صورتیں

مبحث اول: رشوت، کرپشن اور بددیانتی

رشوت، کرپشن اور بددیانتی بھی ظلم کی صورتیں ہیں، رشوت سے مراد وہ معاوضہ جو کسی فرضی منصب یا واجب کام کے لیے ناحق، ناواجب اور ناجائز کام کے صلہ میں نقد، تحائف، دعوت، قیمتی اشیاء یا کمیشن کی شکل میں دیا یا وصول کیا جائے رشوت کہلاتا ہے۔ شیخ عبداللہ نے اپنی کتاب میں اس کی تعریف یوں بیان کی:

"ہر اس چیز کے لئے زر خرچ کرنا جو مخالف شریعت ہو، عرف عام میں اسے رشوت کے نام سے تعبیر کیا جاتا ہے اور یہ ایک بدترین اخلاقی ظلم و فعل ہے۔ کیونکہ یہ زر ایسی راہ میں صرف کیا جارہا ہے، جس کی وجہ سے اللہ کے وضع کردہ قانون کی پامالی ہوتی ہے "[1]

اس سے معلوم ہوا رشوت سے ظلم کی داغ پھوٹتی ہے اس کے اثرات سے حق کی فضا زہر آلود ہو جاتی ہے اور باطل کو فروغ ملتا ہے اور اس کے مرتکب کا ایمان متزلزل ہو جاتا ہے۔ جس کی وجہ سے وہ ایسے فعل کی طرف قدم رکھتا ہے۔ اور یوں اس فعل سے انفرادی و اجتماعی حقوق تلفی کی کے ساتھ بدعنوانی، کرپشن کی کونپلیں ظلم و زیادتی کی جڑوں کو تقویت دیتی ہیں۔

رشوت اور ہدیہ میں فرق:

رشوت اور ہدیہ میں بنیادی فرق یہ ہے کہ رشوت فریقین کے درمیان کسی شرط اور نعم البدل کے باہمی تناظر میں طے پاتی ہے، جبکہ ہدیہ کسی سے محبت، الفت و انس کے اظہار کے عملی شکل کا مظہر ہوتا ہے۔

قرآن حکیم میں رشوت و کرپشن و بدعنوانی کا اثبات ذیل کی اس آیت سے ملتا ہے:

﴿وَ تَرٰى كَثِيْرًا مِّنْهُمْ يُسَارِعُوْنَ فِى الْاِثْمِ وَ الْعُدْوَانِ وَ اَكْلِهِمُ السُّحْتَ لَبِئْسَ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ﴾ [2]

ترجمہ: آپ دیکھیں گے کہ ان میں سے اکثر گناہ کے کاموں کی طرف اور ظلم وزیادتی کی طرف اور مال حرام کھانے کی طرف لپک رہے ہیں، جو کچھ یہ کر رہے ہیں وہ نہایت برے کام ہیں

اس آیت کریمہ میں باطل طریقہ سے لوگوں کے مال کھانے کی صورت میں ایک انتہائی بدترین صورت ہے جس کے ذریعہ حکام اور کارپرداز اشخاص کو عدل و انصاف کی ڈگر سے منحرف کر دیا جاتا ہے اور صاحب حق کے خلاف راشی کے حسب منشاء فیصلہ کیا جاتا ہے یا کم از کم جس کا کام بعد میں ہونا چاہئے، اس کا پہلے اور جس کا پہلے ہونا چاہئے اس کا بعد میں کیا جاتا ہے۔

---

(1) شیخ عبداللہ، رشوت، (مترجم) مولانا نصیر احمد، فاروقی کتب خانہ، الفیصل مارکیٹ، لاہور ص ۱۵

(2) سورۃ المائدہ: ۵/ ۶۲

علامہ ابن کثیر نے اس آیت کی تفسیر بیان کرتے ہوئے لکھاہے کہ یہ آیت ایسے شخص کے بارے میں ہے جس کے پاس کسی کا حق ہو؛ لیکن حق والے کے پاس ثبوت نہ ہو، اس کمزوری سے فائدہ اٹھاکر وہ عدالت یاحاکم مجاز سے اپنے حق میں فیصلہ کروالے اوراس طرح دوسرے کا حق غصب کرلے۔ یہ ظلم ہے اور حرام ہے۔ عدالت کا فیصلہ ظلم اور حرام کو جائز اور حلال نہیں کرسکتا۔ یہ ظالم عند اللہ مجرم اور ناجائز ہی تصور ہوتا ہے۔ [1]

صاحب مظہری نے آیت مذکورہ کی تفسیر میں حلال وحرام کے اسباب کی وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں :

" شریعت اسلام میں جتنے معاملات باطل یافاسداور گناہ کہلاتے ہیں ان سب کی وجہ یہی ہوتی ہے کہ ان میں وجوہِ مذکورہ میں کسی وجہ سے خلل ہوتاہے، کہیں دھوکہ فریب ہوتاہے، کہیں نامعلوم چیزیانامعلوم عمل کامعاوضہ ہوتاہے، کہیں کسی کا حق غصب ہوتاہے، کہیں کسی کونقصان پہونچاکر نفع حاصل کیاجاتاہے، کہیں حقوق عامہ میں ناجائز تصرف ہوتاہے، رشوت ، کرپشن، بدعنوانی، سود، قماروغیرہ کوحرام قراردینے کی اہم وجہ یہ ہے کہ وہ حقوق عامہ کے لیے مضرہیں، ان کے نتیجہ میں چندافراد پلتے بڑھتے ہیں، اور پوری ملت مفلس ہوتی ہے، ایسے معاملات فریقین کی رضامندی سے بھی اس لیے حلال نہیں کہ وہ پوری امت کے خلاف ایک جرم ہے" [2]

یہ آیت اپنے ترجمہ کے لحاظ سے رشوت، کرپشن اور بدعنوانی کی ممانعت میں صاف وصریح ہے، کیوں کہ رشوت بھی ایک ایسا عمل ہے جس کااثر حقوق عامہ پربراہ راست پڑتاہے، اوراس کی وجہ سے حقدار کا حق ماراجاتاہے۔ س کی ممانعت اس حدیث کی وعید سے لگایاجاسکتاہے

((قال رسول الله : لعنة الله على الراشي والمرتشي))[3]

ترجمہ: رسول اللہ فرمایا: رشوت دینے والے اور رشوت لینے والے دونوں پر اللہ کی لعنت ہے

عصر حاضر میں رشوت، کرپشن اور بدعنوانی کا اطلاق مذکورہ بالا حدیث اور قرآنی آیت کی روشنی میں ہروہ لین دین جوشریعت کے خلاف ہو، اورکسی کا حق مارنے کے لیے ہویااسی طرح غیرشرعی افعال کوانجام دینے کے لیے کچھ لیایادیاجارہاہووہ سب رشوت کے دائرہ میں آتے ہیں۔ [4]

([1]) ابن کثیر ، تفسیر القرآن العظیم ، ج ۲، ص ۳۵۷

([2]) ثناء اللہ پانی پتی، تفسیر مظہری ، ج ۴، ص ۲۳۱

([3]) محمد ابن ماجہ ، سنن ابن ماجہ ، ، کتاب الاحکام ، باب التغلیظ فی الحیف والرشوۃ ، ج ۳، ص ۱۸۰ ، حدیث ۲۱۱

([4]) محمد عدیل ، رشوت کا تصادم ، روزنامہ جنگِ ، ، راولپنڈی ۳۴ مارچ ۲۰۱۹

گھر، بازار، سرکاری و نیم سرکاری ادارے، دینی و عصری تعلیمی ادارے، سکول، کالج، نیز زندگی سے منسلک تمام شعبے کسی نہ کسی شکل میں اس قباحت کے دھوائے اور سایہ کی زدہ میں ہیں۔ اور مسلسل اس کی شرح میں اضافہ ہوتا جارہا ہے۔ اس کے علاوہ عصر حاضر کا سب سے بڑا ہتھیار میڈیا (الیکٹرانک و پرنٹنگ) اور دیگر سوشل ذرائع ابلاغ سب سے موئثر اور طاقتور ذریعہ ہے اپنی بات لوگوں تک پہونچانے اور اپنے مقاصد کو حاصل کرنے کا۔ تو ہر وہ شخص جو غیر شرعی طور پر اپنی بات اخبار میں شائع کرانے کے لیے یا اپنے کسی مدمقابل کو نیچا دکھانے کے لیے کوئی خبر اخبار میں شائع کراتا ہے اور ظاہر ہے کہ اس طرح کی خبریں جو شخصی ہوتی ہیں اخبار والے بھی بغیر کچھ لیے دیے شائع نہیں کرتے تو یہ دینا اور اخبار والے کا لینا دونوں شرعاً بھی حرام ہیں اور صحافتی و قانونی نقطۂ نظر سے بھی حرام ہے۔ یہ تو ایک چھوٹی سی مثال ہے، آج کی دنیا میں قدم قدم پر رشوت کا سامنا کرنا پڑتا ہے، اور اس کا چلن سب سے زیادہ سرکاری دفاتر اور محکموں میں دیکھنے کو ملتا ہے اور یہ جگہیں ایسی ہیں جہاں ایک نیک اور دین دار شخص کو بھی اپنا حق حاصل کرنے کے لیے رشوت کا سہارا لینا پڑتا ہے؛ کیوں کہ اگر وہ رشوت نہیں دیتے ہیں تو وہ اپنے حق سے محروم رہ جائیں گے، ایسے معاملات میں جہاں اپنا حق حاصل کرنے کے لیے بہ جبر و اکراہ رشوت دینی پڑتی ہے، اسے تو فقہاء نے کسی حد تک جائز قرار دیا ہے؛ لیکن رشوت لینا ہر حال میں حرام اور ناجائز ہے۔

اخلاقی ظلم رشوت کسی معاشرے میں اس وقت جنم لیتی ہے جب وہاں عدل و انصاف کا خاتمہ ہوجاتا ہے اور انسان خود غرضی اور مفاد پرستی کا شکار ہوجاتا ہے، جس کی وجہ سے لوگوں کو ان کے حقوق جائز طریقے سے بھی حاصل نہیں ہوتے۔ رشوت کے نتیجے میں اعلی اخلاقی اقدار عدل، ایثار، رواداری، اخوت وغیرہ ختم ہوجاتے ہیں۔ انسان میں لالچ اور خود غرضی پیدا ہوجاتی ہے جس کے نتیجے میں وہ صرف اپنے فائدے کے لیے سوچتا ہے اور دوسروں کے نقصان کی فکر نہیں کرتا۔ رشوت خور دوسرے کا نقصان کرکے صرف اپنا فائدہ چاہتا ہے جو اسلام کی تعلیمات کے برعکس ہے۔

نیز اسی طرح ایک اور جگہ یوں بھی ارشاد ربانی ہے:

﴿سَمَّاعُونَ لِلْكَذِبِ أَكَّالُونَ لِلسُّحْتِ﴾ (1)

ترجمہ: یہ کان لگا لگا کر جھوٹ کے سننے والے اور جی بھر بھر کر حرام کے کھانے والے ہیں

(1) سورۃ المائدہ: ۵/ ۴۲

مذکورہ آیت میں لفظ ﴿أَكَّالُونَ لِلسُّحْتِ﴾ یعنی یہ سُحت کھانے والے لوگ ہیں۔ سُحت کے لفظی معنی کسی چیز کو جڑ، بنیاد سے کھود کر برباد کرنے کے ہیں۔ قرآن مجید میں اس جگہ لفظ سُحت سے مراد رشوت ہے، حضرت علی کرم اللہ وجہہ ، اور ضحاک وغیرہ ائمہ تفسیر نے اس کی تفسیر رشوت کی ہے۔[1]
معاشرہ میں رشوت کی شکل میں حق تلفی بد ترین اثرات میں سے یہ بھی ہے کہ اس سے مزید دوسروں کے حقوق کی پامالی کا نہ صرف دروازہ کھلتاہے بلکہ اس سے گھٹیا اور رذیل باتیں عام ہو جاتی ہیں، اچھی اور خوبی کی باتیں ختم ہو جاتی ہیں۔ اس طرح کے گناہوں کی وجہ سے جب ایک دوسرے کی حق تلفی ہوتی ہے، تو پھر معاشرہ کے افراد ایک دوسرے پر ظلم کو اپنا شعار بنا لیتے ہیں، اس لیے کہ ظلم کا یہی نتیجہ ہوتا ہے، یہ ان جرائم میں سے ہے، جو اللہ تعالیٰ کی ناراضگی کا سبب بنتے ہیں اور مسلمانوں میں بغض وعداوت کا۔ نیز عام آفتوں اور فتنوں کا رقص،ہی روشن ہوتا ہے۔

صاحب معارف القرآن نے مذکورہ آیت کے مفہوم میں حرام کھانے سے مراد رشوت لی ہے۔[2]

اسی طرح لوگ باہمی حقوق کی ادائیگی اور اس کے ازالہ کے لیے لوگ عدالت اور قانون کا سہارہ لینے کی کوشش کرتے ہیں کیوں کہ عدالت ان کی آخری امید ہوتی ہے جہاں سے انصاف ملنے کی توقع ہوتی ہے اور جب وہاں سے بھی انصاف نہیں ملتا تو وہ قانون کو اپنے ہاتھ میں لینے کی کوشش کرتے ہیں۔ جس سے بد امنی، دہشت گردی، قتل وغارت گری اور معاشرتی بے راہ روی کی راہ ہموار ہوتی ہے۔ اب تو چھوٹے سے چھوٹے کام کے لیے بھی رشوت دینی پڑتی ہے۔ جائیداد کے کاغذات حاصل کرنے ہوں یا بجلی گیس کا بل ٹھیک کرانا ہو، عدالت سے کسی فیصلے کی نقل حاصل کرنی ہو یا مقدمے کی اگلی تاریخ لینی ہو، کوئی فیس ادا کرنا ہو یا تن خواہ کا اجرا اور درستی ہو، رشوت کے بغیر کام نہیں ہوتا اور عوام اپنا کام جلد نکلوانے کے لیے رشوت دیتے اور لیتے ہیں۔

موجودہ سماج میں جہاں دیگر متعدد عیوب وقباحتیں صالح اقدار وروایات کو روند کر پروان چڑھ رہی ہیں وہیں رشوت جیسا مہلک اور بدترین کینسر بھی عام ہو گیا ہے۔ باہمی حق تلفی کے لیے رشوت سرکاری غیر سرکاری کوئی محکمہ رشوت کی زد سے بری نہیں کہا جا سکتا، سینئر افسران کے عتاب سے بچنے کے لیے جونیئر افسران اپنی آمدنی سے ایک خطیر طے شدہ رقم اپنے سینئر کو ادا کرتے ہیں، صنعتی اور تجارتی ادارے رشوت خور حکام وملازمین کی خواہش کا احترام کرتے ہوئے اپنی مصنوعات کی فہرستوں میں قیمتیں درج کرتے وقت ان کا کمیشن بھی ادا کرتے ہیں اور فروخت شدہ مال کی قیمت وصول کرنے کے بعد بلا طلب وتقاضا ان افسران کا حصہ بھی پیش کرتے ہیں۔

---

(1) ابن کثیر، تفسیر القرآن العظیم، ۱۹۹۹، ج۳، ص۲۷۰

(2) محمد شفیع، معارف القرآن، ، ج۲، ص۳۸۱

کرپشن اور ناانصافی:

عربی زبان میں کرپشن کے نعم البدل لفظ الفساد استعمال ہوا ہے، اور یوں لغت میں الفساد کی تعریف یوں بیان ہے:

"فسد: الفسادُ: نقیض الصلاح "[1]

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ ایک ایسا فعل ہے جس میں ظلم اور حق تلفی لازم ہے اسی طرح کرپشن سے بھی دوسروں کے حقوق کو ہضم کرنا یاپامال کرنا ملتا ہے، جس میں ایک سرکاری و نیم سرکاری عہدیدار اختیارات کا مختلف اشکال جیسے کبھی نقد کی صورت میں، کبھی سفارش اور ہدیہ و تحفہ کی شکل میں، کبھی کسی کو منصب و ملازمت دے کر، کبھی جنسی لذت حاصل کرکے کبھی دعوتوں کے ذریعے میں ناجائز استعمال کرکے مقصد کی تکمیل کی جاتی ہے۔

معاصر سماج میں کرپشن کی بیماری عام ہے زندگی کے ہر شعبے میں یہ ہر ذی فہم کے علم اور آسانی سے مشاہدہ کرسکتا ہے۔ گھر سے لیکر دفتر تک، ملازم سے لیکر سرکار تک اس بیماری کا شکار ہے، جو روشن دن کی طرح عیاں ہے، کرپشن عدل وانصاف کا گلا گھونٹ کر ظلم خون کردیتی ہے جس کے نتیجے میں وہ معاشرہ جو امن وسکون کا گہوارہ ہوتا ہے، اختلاف وافتراق اور انتشار و خلفشار کا شکار ہوجاتا ہے۔ انسانی افراد میں اخوت و محبت، ہمدردی و بھائی چارگی کے رشتے ٹوٹ جاتے ہیں۔ بغض و عناد، نفرت، عداوت و شقاوت کا شعلہ بھڑک اٹھتا ہے، ہر شخص ایک دوسرے کے خون کا پیاسا ہوجاتا ہے۔ رشوت، خیانت امن و شانتی، صلح و آشتی کا خرمن جل کر پیوند خاک ہوجاتا ہے۔ معاملات میں دھوکہ دہی، جھوٹی گواہی، ظلم و تشدد اور اس طرح دیگر افعال شنعیہ کی وجہ سے جب ایک دوسرے کی حق تلفی ہوتی ہے تو سماج کا ہر فرد وبشر ایک دوسرے پر جبر واستبداد کو اپنا شعار بنالیتا ہے[2]

---

(1) ابن منظور افریقی، لسان العرب، ج ۸، ص ۷۵٦

(2)، محمد مہر اظہر، رشوت وبدعنوانی، روزنامہ ایکسپریس، ۱ فروری ۲۰۱۹

مبحث دوم: قتل وغارت اور فتنہ

قتل ایک کبیرہ گناہ اور ظلم ہے اور اللہ تعالی کے نزدیک ایک ناپسندیدہ فعل ہے اسی وجہ سے اسے ظلمت اور پوری انسانیت کے قتل کے مترادف بتایا۔اس طرز کو قرآن نے یوں فرمایا:

﴿مَن قَتَلَ نَفْسًا بِغَيْرِ نَفْسٍ أَوْ فَسَادٍ فِي الْأَرْضِ فَكَأَنَّمَا قَتَلَ النَّاسَ جَمِيعًا﴾ [1]

ترجمہ: جو شخص کسی کو بغیر اس کے کہ وہ کسی کا قاتل ہو یا زمین میں فساد مچانے والا ہو، قتل کر ڈالے تو گویا اس نے تمام لوگوں کو قتل کر دیا۔

﴿ وَلَا تَقْتُلُوا النَّفْسَ الَّتِیْ حَرَّمَ اللّٰہُ اِلَّا بِالْحَقِّ ﴾[2]

ترجمہ: اور جس کا خون کرنا اللہ تعالیٰ نے حرام کر دیا ہے اس کو قتل مت کرو، ہاں مگر حق کے ساتھ

اسی طرح ایک اور آیت میں اس کے بدلے کے توازن کو بر قرار رکھا اور برابر عدل کو اجاگر کیا جو فرقان حمید کی اس آیت سے استدلال ملتا ہے:

﴿وَلَا تَقْتُلُوا النَّفْسَ الَّتِیْ حَرَّمَ اللّٰہُ اِلَّا بِالْحَقِّ وَ مَنْ قُتِلَ مَظْلُوْمًا فَقَدْ جَعَلْنَا لِوَلِیِّہٖ سُلْطٰنًا فَلَا یُسْرِفْ فِّی الْقَتْلِ اِنَّہٗ كَانَ مَنْصُوْرًا﴾

ترجمہ: اور کسی جان کو جس کا مارنا اللہ نے حرام کر دیا ہے ہرگز ناحق قتل نہ کرنا اور جو شخص مظلوم ہونے کی صورت میں مار ڈالا جائے ہم نے اس کے وارث کو طاقت دے رکھی ہے پس اسے چاہیئے کہ مار ڈالنے میں زیادتی نہ کرے بے شک وہ مدد کیا گیا ہے۔

علامہ ابن کثیر رحمہ اللہ نے مذکورہ آیت کی تشریح میں عدل سے تجاوز اور ناجائز کسی جان کو قتل کرنا ظلم کے زمرے میں قرار دیا ہے۔[3]

ان آیات سے یہ بات عیاں ہوتی ہے کہ قتل دراصل ایک ایسا فعل ہے کہ اس سے پوری انسانیت متاثر ہوتی ہے بلکہ اس کے محرکات اور انجام مزید مسائل کو جنم دیتے ہیں۔اسی طرح فتنہ وفساد کرنا اور پھیلانا بھی ظلم ہے، اور یہ فعل قتل سے بھی زیادہ سنگین اور مہلک ہے، جس کی تائید قرآن سے یوں ثابت ہے، ارشاد ربانی ہے:

---

(1) سورۃ المائدہ:۵/۳۲

(2) سورۃ الانعام:۶/۱۵۱

(3) ابن کثیر، تفسیر القرآن العظیم، ج۳، ص۴۸

﴿ وَ الْفِتْنَةُ اَشَدُّ مِنَ الْقَتْلِ ۚ﴾[1]

ترجمہ: اور (سنو) فتنہ قتل سے زیادہ سخت ہے۔

قتل کا اطلاق ایک وسیع دائرہ حجم کے لحاظ سے پورے معاشرے کو محیط کیے ہوئے اس لئے آسانی کی خاطر اس کو تین طرح سے منقسم کیا جاتا ہے۔[2]

1- خاندانی تناظر میں

2- عموم معاشرتی تناظر میں

3- اخلاقی تناظر میں

1- خاندانی تناظر میں

معاشرتی باہمی عدم ادائیگی حقوق و فرائض مسائل کو پروان اور وجود بخشتی ہیں اور یوں رفتہ رفتہ یہ مسائل اتنے گھمبیر اور پیچیدہ ہو کر ایسی شکل اختیار کر جاتے ہیں کہ انجام ایک سفاک ممنوع فعل قتل کی صورت میں ظاہر ہوتا ہے۔ خاندانی افراد میں زوجین کے علاوہ، ماں باپ، بہن بھائی، اور دیگر افراد شامل ہیں۔

معاشرتی زندگی میں جب افراد سے باہمی حقوق کی پاسداری نہیں ہوتی یا اس سے جان بوجھ اور دبوچ کر ادا نہ کرنا نہ صرف معاشرتی استحکام کمزور ہوتا ہے بلکہ اس سے قتل جیسے سنگین جرائم اور مسائل پرورش پاتے ہیں۔

شوہر سے بیوی کی انحراف حق تلفی:

عائلی زندگی میں مرد نہ صرف گھر کا سربراہ ہوتا ہے، بلکہ مرد پر بیوی کے حقوق بھی لازم ہوتے ہیں۔ جس کا تذکرہ قرآن کی اس آیت سے ہوتی ہے:

﴿ وَ لَهُنَّ مِثْلُ الَّذِیْ عَلَیْهِنَّ بِالْمَعْرُوْفِ ﴾[3]

ترجمہ: اور عورتوں کے بھی ویسے ہی حق ہیں جیسے ان پر مردوں کے ہیں اچھائی کے ساتھ

اس آیت میں میاں بیوی کے تعلقات کا ایسا جامع دستور ملتاہے کہ جس سے بہتر کوئی دستور نہیں ہوسکتا اور اس جامع ہدایت کی روشنی میں ازدواجی زندگی گزاری جائے تو اِس رشتہ میں کبھی بھی تلخی اور

([1]) سورۃ البقرۃ:۲/۱۹۱

([2]) محمد شعیب، اسلامی معاشرتی زوال، ادارہ علم وفکر، اتر پردیش ۲۰۱۴، ص ۱۵۴

([3]) سورۃ البقرہ:۲/۲۲۸

کڑواہٹ پیدا نہیں ہوتی۔ یہ آیت بتلارہی ہے کہ بیوی محض نوکرانی اور خادمہ نہیں بلکہ یہ اس کے بھی کچھ حقوق ہیں جن کی پاس داری شریعت میں ضروری بھی اور اس کا فطری حق ہے۔

ان حقوق میں جہاں نان ونفقہ اور رہائش کا انتظام شامل ہے وہیں اسکی دل داری اور راحت رسانی کا خیال رکھنا بھی ضروری ہے۔ اسی لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تم میں سب سے اچھا آدمی وہ ہے، جو اپنے گھر والوں (یعنی بیوی بچوں) کی نظر میں اچھا ہو۔۔۔ اور ظاہر ہے کہ ان کی نظر میں اچھا وہی ہوگا جو اُن کے حقوق کی ادائیگی کرنے والا ہو۔ دوسری طرف اِس آیت میں بیوی کو بھی آگاہ کیا کہ اُس پر بھی حقوق کی ادائیگی لازم ہے۔ کوئی بیوی اُس وقت تک پسندیدہ نہیں ہوسکتی جب تک کہ وہ اپنے شوہر کے حقوق کو ادا کرکے اُس کو خوش نہ کرے۔[1]

اس کے علاوہ شوہر کی چند اہم ذمہ داریاں، بیوی کے ساتھ حسن معاشرت بیوی کے تمام اخراجات، مکمل مہر کی ادائیگی بیوی کے لئے رہائش کا انتظام، بیوی کی مشورہ محاسن و خوبیوں کو دیکھنا وغیرہ شامل ہے۔ لیکن جب ان تمام مذکورہ حقوق میں عدم توازن اور زوجین کی باہمی ناچاقی سے قتل، خودکشی اور خود کو آگ لگانے جیسے حادثات رونما ہوتے ہیں[2]

بحیثیت باپ اولاد کے حقوق میں انحراف وظلم:

ایک باپ پر اولاد کے حقوق عائد ہوتے ہیں جیسے اس کی پرورش، تربیت۔ تعلیم، فطری ضرورتوں کا بندوبست اور وراثت میں حصہ وغیرہ، جن کا ادا کرنا اس باپ کی دینی ذمہ داری بھی ہے اس میں کوتاہی اور عدم ادائیگی ظلم ہے۔ یہ والدین پر عائد ہے کہ وہ اولاد کے حق کو ان کے فطری تقاضوں کی روشنی میں ادا کریں۔ مثلاً ا اسلام کی نظر میں اولاد کو بالغ ہونے کے بعد اپنے زندگی گزارنے کے لیے شریک حیات کے متعلق فیصلہ کرنے کی اجازت دیتا ہے۔، یہاں والدین کے اصرار یا خاندانی پس منظر کے تناظر میں ان کو مداخلت کرنے کی حوصلہ شکنی کی گئی۔ لیکن عملی حقیقت اس کے برعکس ہے اور والدین نہ صرف مداخلت کرتے ہیں بلکہ اولاد کو ان کے حق کے استعمال کو عزت و غیرت کے خلاف سمجھتے ہیں، جس کے نتیجے میں قتل اور خودکشی جیسے واقعات سامنے آتے ہیں۔ خاندانی لحاظ سے یہ فعل اس وقت سامنے آتا ہے، جب حق تلفی کسی بھی ایک فرد (ماں، باپ، بیٹا، بھائی اور بیٹی وغیرہ) کا دوسرے فرد

([1])، محمود احمد یاسین، اسلام میں زوجین کے حقوق (مترجم) حافظ زبیر، ادارہ التوحید ۲۰۰۴، لاہور، ص ۹۴

([2]) ایضاص ۹۴

سے کو حق ادا نہ کرنے پر آتی ہے اور یوں ایک دوسرے کے حق میں ظلم کرتا ہے، جب حقدار کو حق نہیں ملتا تو وہ طلب کے باوجود دلبرداشتہ ہو کر اس فعل کی طرف قدم اٹھاتا ہے، جو کہ سراسر ظلم و ناانصافی ہے۔ [1]

عصر حاضر سماج میں عدم ادائیگی حقوق کے نتیجے قتل کی شکل میں ظلم ہر ذی فہم انسان کے سامنے ہے اور ذرائع ابلاغ میں روزانہ کے اخبارات، جرائد، سوشل، الیکٹرانک و پرنٹنگ میڈیا اس سے بھرے نظر آتے ہیں۔ جو اس ناپسندیدہ و قبیح فعل کے محرکات کی نشاندہی حقوق کو روکنے یا ذیادتی کرنے کے بعد سامنے آتا ہے۔

2-عموم معاشرتی اور اخلاقی تناظر میں

انسان اصلاحا ایک معاشرتی وجود ہے۔ یہ سماج میں زندگی کو دو انداز سے گزارتا ہے۔ ایک بالذات اور دوسرا بالعباد۔ یہ ایک فطری حقیقت ہے کہ معاشرتی زندگی بھی کچھ لو اور دو کے اصول پر قائم ہوتی ہے۔ جس میں انسان دوسروں کے حقوق کی ادائیگی کا نہ صرف اخلاقی طور پر بجاآوری کا پابند ہے بلکہ ان حقوق کے تحفظ کا بھی زمہ دار ہے ۔یہی وجہ ہے کہ یہ صرف اصلاً انسان کی اخلاقی حس ہی ہوتی ہے جو حقوق کے ساتھ فرائض سے بھی انسان کو آگاہ کرتی ہے۔ جب اخلاقی حس مردہ ہونے لگے تو ایسے میں معاشرے اور دیگر میں ظلم و فساد عام ہوجاتا ہے۔ جس کے رد عمل میں پہلے معاشرہ کمزور اور پھر بکھر جاتا ہے۔ اور اس سے معاشرے میں سنگین ظلم بھی پھلتے پھولتے ہیں۔ [2]

عصر حاضر کا معاشرہ سنگین مسائل کی آماجگاہ بنا ہوا نظر آتا ہے، جہاں ہر طرف بدنظمی، بے انتشاری اور ذہنی تناؤ جیسے حالات وواقعات سرعام روشن دن کی طرح عیاں ہیں، اور معاشرے کا ہر فرد حق طلب کرنے پر اور حق غضب ہونے کا رونا رو رہا ہے۔ اور سارے کا سارا ملبہ دوسروں ہی پر ظلم کی شکل میں عائد کر رہا ہے۔ معاشرے کے عموم قتل مے پس منظر میں کئی جوہات سامنے آتی ہیں، مگر ان سب کا حاصل صرف حقوق کی یا تو ذبردستی چھین لینا یا پھر ذاتی ضروریات کے پیش دور سروں کے لیے پیشہ ورانہ قتل کرنا کے کام کی حثیت سے اس ظلم کو سرانجام دینا عام ہے۔ معاشرتی ظلم قتل جیسے مذمومہ فعل ہوئے، مثلاً عموما سٹریٹ کرائم کے دوران قتل ہونے والے مظلوموں کو دفاع اور مزاحمت کرنے پر قتل کر دیا جاتا ہے۔

اخلاقی پامالی و ظلم ہی کا نتیجہ ہے کہ خاندانی تنازعات کی بنیاد پر عدالتی نظام میں جھوٹی گواہی دینے، جھوٹا بہتان باندھنے سے قتل وغارت جیسے حالات رونما ہو رہے ہیں۔ اخلاقی ظلم جیسے حسد، لالچ حرص و طمع وغیرہ جب انسان کے کردار

---

(1) ڈاکٹر خالد علوی، اسلام کا معاشرتی نظام، ادارہ الفیصل اردو بازار، لاہور، ۲۰۰۹، ص ۱۹

(2) ایضا ص ۱۱

میں راسخ ہو جاتے ہیں تو انسان پھر انسانیت کی معراج سے سفاکی و بربریت کی تمام حدود کو نہ صرف پامال کرتا بلکہ اس سے مسائل اور خرافات کو تقویت ملتی ہے۔ [1]

قرآن حکیم میں ان اخلاقی ظلموں کو عملی واقعات و اثرات کے ساتھ بیان کیا ہے۔ جیسا کہ قصہ قتل ہابیل کے اساسی وجوہات و نکات کو مطالعہ کرنے سے یہ بات عیاں ہوتی ہے، کہ اس فعل کا محرک صرف حسد ہی تھا کہ جس نی انسان کو اس قتل جیسے معاشرتی ظلم و فعل کے کرنے پر نہ صرف اکسایا بلکہ اس کے منفی اثرات کو بھی ظاہر کیا۔ اسی طرح قصہ برادران یوسف میں وضاحت موجود ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ اخلاقی ظلم معاشرتی ظلم کو فروغ دسبب بنتا ہے۔ اسی معاشرے میں بدامنی اور فساد بے چینی کا پھیلانا بھی ظلم ہے، جس کے اسباب معاشرتی، معاشی، اخلاقی اور سیاسی شعبوں میں ظلم وزیادتی اور حقوق کی پامالی ہے۔ جس کے نتیجے میں سماج کے افراد چوری، ڈاکہ، شراب جیسے امور کے ساتھ خودکشی کا آلہ کار بن کے دوسروں کے ہاتھوں انتشار، افراتفری اور دامنی کو فروغ دیتے ہیں، جو کہ موجودہ حالات میں عیاں ہے۔

عدم ادائیگی حقوق العباد سے ظلم اور حق تلفی حقوق العباد وجود میں آتی ہے، معاشرے میں رہتے ہوئے افراد باہمی حقوق کی پاسداری کے بجائے اس کو ادا نہیں کرتے تو کئی سماجی مسائل نہ صرف پیدا ہوتے ہیں، بلکہ اس سے مزید حق تلفی کی راہیں کھلتی ہیں جس کی عملی شکل ہر جگہ عیاں ہے۔

---

[1] محمد طاہر القادری، اسلام کا معاشرتی نظام، ادارہ منہاج القرآن، لاہور، ۲۰۰۸، ص ۸۱

مبحث سوم: خاندانی سطح پر ظلم کی صورتیں

شریعت اسلامیہ میں عائلی زندگی کو نمایاں مقام حاصل ہے کیوں کہ اس سے معاشرتی زندگی جس کی رسم سنت نکاح ہے اور جو بنیادی اکائی تصور کی جاتی ہے اپنی جگہ اہمیت کی حامل ہے۔ اس رسم کی اہمیت کو قرآن حکیم نے ان الفاظ میں بیان کیا ہے:

﴿فَانْكِحُوْا مَا طَابَ لَكُمْ مِّنَ النِّسَآءِ مَثْنٰى وَ ثُلٰثَ وَ رُبٰعَ﴾[1]

ترجمہ: عورتوں میں سے جو بھی تمہیں اچھی لگیں تم ان سے نکاح کرلو، دودو، تین تین، چار چار سے

((إِنَّ أَعْظَمَ النِّكَاحِ بَرَكَةً أَيْسَرُه مؤُنَةً))[2]

ترجمہ: سب سے بابرکت شادی وہ ہے جس میں کم سے کم خرچ کیا گیا ہو

لیکن عصر حاضر سماج میں نکاح کی اس سنت اور اس کی ادائیگی کی رسم کو ایسا مشکل، پیچیدہ اور اجیرن بنادیا کہ اسے اب باقاعدہ زندگی کی رسم، رواج اور حصہ سمجھنے جانے لگا۔ جس سے مزید کئی معاشرتی مسائل کو وجود ملا۔ اور یہ غیر اسلامی شعائر مسلسل دیمک و کینسر کی طرح معاشرے کو اپنی لپیٹ میں لے رہا ہے۔ جسکی کئی وجوہات ہیں جن میں نمایاں طور پر جہالت، دین سے ناواقفیت، لاعلمی وغفلت فریقین کا مطالبہ، رسم و رواج کی پیروی، معاشرتی دباؤ، نمودونمائش، ذرائع ابلاغ کا کردار اور سوشل میڈیا کا کردار قابل ذکر ہیں۔ لیکن یہ خاندانی ظلم کے ساتھ ساتھ دیگر اثرات کے لحاظ سے مسائل اور ظلم کی عکاسی کا مظہر بن جاتا ہے۔ جن کا تذکرہ کیا جاتا ہے۔

1۔ ریاکاری کا عنصر:

جہیز غیر اسلامی شعائر ہونے کے ساتھ ساتھ معاشرتی ظلم بھی ہے۔ چونکہ اس میں فضول خرچی کا شاہانہ انداز میں تصرف ہونے کی وجہ سے ریاکاری کا عنصر سامنے آتا ہے۔ معاشرے میں معاشی لحاظ سے بہت سے لوگ صاحب ثروت ہوتے ہیں۔ نمودونمائش و تفاخر امراء رسم جہیز کو اپنے جاہ و منصب کی شناخت سمجھتے ہیں اور بے پناہ پیسہ خرچ کرتے ہیں، اور اس رسم کو شہرت و ناموری، دولت کی ریاکاری اور پابندی رسم کی نیت سے کیا جاتا ہے یہی وجہ ہے کہ بڑی دھوم دھام اور تکلف سے اس کی نمائش کی جاتی ہے حالانکہ اسلام نے نمودونمائش سے منع کیا ہے۔

دینی لحاظ سے یہ ایک بہت بڑا ظلم ہے کیونکہ نہ تو یہ دین کا حصہ ہے اور نہ اس کی ضرورت کی کوئی گنجائش بنتی ہے جیسے جواز بناکر اس کو ادا کیا جائے۔ یہ ایک قسم کا دین کے اندر نہ صرف غلو ہے۔ بلکہ دیگر منفی خرافات کو بھی جنم دیتا ہے۔ جیسا کہ ہر وہ عمل جس کا اثبات کتاب و سنت میں نہ ملے اور اسے مذہبی رسم سمجھ کر دین کا حصہ بنادے اور

---

(1) سورۃ النساء:۴/۳

(2) احمد بن حنبل، مسند احمد، (مترجم)، مولانا ظفر اقبال، مکتبہ رحمانیہ۔لاہور ۲۰۰۸، ج۱، ص۹۴۶

اس کا عملی پرچار کرے بدعت ہے اور ہر بدعت چونکہ اعتقادی ظلم ہے، جو انسان کو ایک مزین طریقے سے اچھا فعل سمجھ کر اس کو ادا کرتا ہے۔ جس کا حقیقت سے کوئی تعلق نہیں۔ اور یہ بدعت انجام کے لحاظ سے جہنم کی طرف دعوت ہے۔ اس لے جہیز کا ایسا نکاح اور اس کی ادائیگی کو حصہ سمجھنا ظلم ہے۔ اس رسم کی پیدائش میں انسان بنیادی طور پر اسلامی تعلیمات کو نظر انداز کر کے کئی وجوہات کی بنیاد پر اس رم کی داغ ڈالتا ہے۔ جس میں سب سے زیادہ کردار نفسانی خواہشات اور معاشرتی دباؤ اور تاثیر کا ہے۔ جس میں انسان اپنے آپ کو برقرار رکھنے کے لیے ایسا قدم مذہبی و اعتقادی ظلم کی شکل میں اٹھاتا ہے۔ جو ہر ذی العقل و فہم انسان کے سامنے ہر طرف واضح ہے [1]

2-غیر ضروری جہیز اور غربا کا استحصال:

معاشی لحاظ سے بھی یہ ایک قسم کا ظلم ہے۔ کیونکہ اس سے معاشرے کے متوسط اور کم آمدنی والے آفراد پر براہ راست اثر پڑتا ہے اگرچہ بااثر اور امرا طبقہ اس رسم کو بخوبی سر انجام دے سکے گا لکین کم اور عام شہری اس سے محروم اور مایوسی محسوس کر گا۔ اور اس وجہ سے غریب مائیں اور بیٹیاں احساس کمتری کا شکار ہوتی ہیں۔ اور وہ معاشرے کے دیگر افراد کی مالی اسطاعت کو بالا طاق رکھتے ہوئے وہ اس مال کا تصرف وہاں کرتے ہیں۔ جہاں اسلام نے مانع کیا ہے۔ ایسے افراد ایسے موقعوں کو غنیمت سمجھتے ہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ معاشرتی دباؤ کی وجہ سے ایسا کم آمدنی اور متوسطہ طبقہ والے افراد مالی مستحکم کی برداشت سے باہر ہے

اور وہ ایسا کرنے اور اپنی آپ کو سوسائٹی میں قائم رکھنی کے لیے ہر جائز و ناجائز ذرائع کا استعمال کرے گا جس سے دوسروں کے نہ صرف حقوق متاثر ہوتے ہیں۔ جو سراسر اخلاقی ظلم اور دین اسلام مین اس کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔ جو سماج کے ہر فرد پر مشاہدے کے لحاظ سے عیاں ہے [2]

معاشی لحاظ سے جہیز معاشرتی ظلم ہے، اور اپنے خاندانی طبقاتی سبقت کو ظاہر کرنے کے لیے جہیز کی شکل میں اپنی مال کا ایسا بے جا خرچ و انفاق کرتا ہے کہ اگر اسی مال کو حقداروں اور معاشرے کے غرباء، مساکین اور یتیموں کو دیا جاتا تو اس سے نہ صرف اس سے معاشرے میں حقداروں کو حق ملتا بلکہ اس سے اس رسم کی حوصلہ شکنی بھی ہوتی اور دوسروں کے لیے مسائل کا سبب بھی نہیں بنتا۔ محقق نے چشم دید کئی ایسے واقعات دیکھے جہاں صاحب مالداروں نے ایسے معوقعوں پر اپنے مال کا ایسا پرچار کیا کہ اس سے معاشرے کے بعد والوں کے لیے اس جیسا انتظام مشکل بن گیا۔ اور نتیجہ یہ دیکھا کہ ایسے صاحب حضرات کی بنات جہیز کے انتظار انتظار میں زندگی کا ایک حصہ کا حق کھو دیتیں اور سلسلہ حال بدستور رواں دواں ہے۔ اس طرح ایسے افراد کے مال کا ناجائز تصرف سے دو قسم کے ظلم سامنے آئے

([1]) رابعہ نسرین، ماہنامہ دختران اسلام، منہاج القرآن، لاہور، مئی ۲۰۱۶

([2]) سورۃ الاسراء: ۱۷/ ۲۷-۲۶

۔ایک حقداروں کا حق روک کر ذاتی نفس کے حاجشات کی تکمیل کی اور دوسرا معاشرے کے دیگر افراد کے لیے ایسا کرنے کے ایسے دروازے کھول دیے کہ اب جو نہیں کرے گا معاشرہ اس کو اچھی نگاہ سے نہیں چاہے گا۔اور ایسا کرنا اس کی مجبوری بن جائے گی جس کا زمہ دار صاحب ثرات ہوا۔اسراف و تبذیر بھی ہے۔لوگ دیکھا دیکھی اسراف پر مجبور ہو جاتے ہیں۔ مثلاً بھاری کپڑے، زیورات اور ضرورت سے زائد اشیاء وغیرہ ایسے فضول خرچی کرنے والوں کے بارے میں قرآن نے یوں ارشاد ہوا:

﴿وَ اٰتِ ذَا الْقُرْبٰى حَقَّه وَ الْمِسْكِيْنَ وَ ابْنَ السَّبِيْلِ وَ لَا تُبَذِّرْ تَبْذِيْرًا﴾(1)

ترجمہ:اور قرابت داروں کا اوکمزروں اور مسافروں دیتے رہو اور فضول اور بیجا خرچ سے دور رہو ایسا خرچ کرنے والے شیطانوں کے بھائی ہیں۔اور شیطان اپرب کا بڑا ہی کفر کرنے والا ہے

ایک اور جگہ اس فعل کی ممانعت ان الفاظ میں آئی ہے:

﴿ كُلُوْا وَ اشْرَبُوْا وَ لَا تُسْرِفُوْا اِنَّه لَا يُحِبُّ الْمُسْرِفِيْنَ﴾(2)

ترجمہ:اور اچھی طرح لطف اندوز ہو کر کھاؤ اور پیو اور تجاوزنہ کرو۔یقینا اللہ حد سے آگے جانے والوں کو پسند نہیں کرتا

اس آیت کے ذیل میں امام کثیر نے لفظ تُسْرِفُوْا سے مراد بے جا جگہوں پر استعمال واضح کیا ہے جو کہ ظلم اور اسراف کے درجے میں آتا ہے۔

اسی نمائش کے جذبے سے لوگوں میں تفاخر پیدا ہوتا ہے۔والدین فخر سے بتاتے ہیں کہ ہم نے اپنی بیٹی کو فلاں فلاں چیز دی۔ اللہ تعالیٰ نے اس چیز سے منع کیا ہے، جیسا کہ ارشاد ربانی ہے:

﴿وَ الَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ رِئَآءَ النَّاسِ وَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَ لَا بِالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَ مَنْ يَّكُنِ الشَّيْطٰنُ لَه قَرِيْنًا فَسَآءَ قَرِيْنًا﴾ (3)

ترجمہ:اور جو صاحب اپنا مال لوگوں کی نمائش کے لئے استعمال کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ پر اور روز جزا کے دن پر ایمان نہیں رکھتے اور جس کا ہم سفر اور ساتھی شیطان ہو، وہ بدترین دوست ہے

---

(1)سورہ الاسرا: ۲۶/۱۷

(2)ابن کثیر، تفسیر القرآن العظیم، ج ۲، ص ۵۷

(3)سورۃ النساء: ۳۸/۴

ایسی رسومات ہمارے معاشرے میں ایک سماجی دباؤ کی صورت اختیار کر چکی ہیں اور کئی افراد جو اتنے اخراجات برداشت کرنے کی حالت میں بھی نہیں ہوتے، مگر معاشرے میں بدنامی کے ڈر سے قرض لے کر ہی سہی، مگر یہ سب چیزیں کرنے پر مجبور ہو جاتے ہیں۔ یوں متمول گھرانوں کے افراد اکثر نمود و نمائش کی خاطر بے دریغ ایسی رسومات پر صرف کر رہے ہیں، جبکہ نچلے اور متوسط طبقے کے خاندان مجبوراً ان رواجوں کی پیروی کر رہے ہیں ہمارے معاشرے میں نمود و نمائش، بے جا اسراف اور مادی ترقی کی دوڑ کے تباہ کن معاشرتی اثرات ظاہر ہو رہے ہیں۔ اخراجات کو پورا کرنے کے لیے ناجائز اور حرام طریقوں سے آمدنی میں اضافہ کیا جاتا ہے۔

روز مرہ ضروریاتِ زندگی پر اسراف سے اشیاء کی زائد طلب پیدا ہوتی ہے اور یہ زائد طلب (دیگر وجوہات کے علاوہ) افراط زر یا عرف عام میں مہنگائی اور معاشی ظلم کا سبب بنتی ہے۔ [1]

2-طلاق کا بڑھتا ہوا رجحان اور نسل انسانی پر ظلم

معاشرتی زندگی میں نکاح وہ مضبوط رشتہ ہوتا ہے جس کے ذریعے مرد اور عورت دونوں اسلامی قانون کے تحت ایک دوسرے سے منسلک ہو جاتے ہیں۔ اور یہی بندھن نسل انسانی کی بقا کی ضامن ہوتی ہے اور یوں یہ انسانیت کے تسلسل کے ساتھ ساتھ بنی نوع انسان معاشرے کو امن کے ساتھ ترقی کی راہیں ہموار کرتی ہے۔ اسی وجہ سے اس کو اللہ تعالیٰ نے الفت و محبت اور رحمت و مودت کا ذریعہ بنایا ہے تاکہ وہ ایک دوسرے سے اطمینان و سکون حاصل کر کے امن و چین اور راحت و سکون کی زندگی گذاریں۔ جس کا اظہار قرآن حکیم میں ان الفاظ میں آیا ہے:

﴿وَ مِنْ اٰیٰتِهٖۤ اَنْ خَلَقَ لَكُمْ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ اَزْوَاجًا لِّتَسْكُنُوْۤا اِلَیْهَا وَ جَعَلَ بَیْنَكُمْ مَّوَدَّةً وَّ رَحْمَةً﴾ [2]

ترجمہ: اور اس کی نشانیوں میں سے یہ بھی ہے کہ تمہاری ہی جنس سے بیویاں پیدا کیں تاکہ تم ان سے سکون کو پاؤ اس نے باہمی محبت اور ہمدردی بر قرار کر دی

لیکن جب اس کاروان کا پہیہ جام ہو جاتا ہے تو یہ انجام کے لحاظ سے بر عکس اثرات ظاہر کرتا ہے اور اس طرح معاشرتی شیرازہ بکھر کر نہ صرف پارہ پارہ ہوتا ہے بلکہ اپنی ساتھ کئی اور مسائل کو بھی وجود بخشتا ہے جس میں طلاق جیسی موزی مرض قابل ذکر ہے۔ یہ ایک ایسا فعل ہے کہ اس کو ظلم قرار دیا اور اس کو اسلام نے حوصلہ شکنی کی نگاہ سے دیکھا گیا۔ جیسا کی آپؐ کا ارشاد گرامی ہے:

((ابغض الحلال الی اللہ الطلاق))[1]

---

(1) مبشر حسین، جہیز کی تباکاریاں، مبشر اکیڈیمی لاہور ۲۰۱۰، ص ۳۱

(2) سورۃ الروم: ۲۱/۳۰

ترجمہ: اللہ تعالیٰ کے نزدیک حلال چیزوں میں سے انتہائی نا پسندیدہ چیز طلاق ہے

طلاق ایک معاشرتی ظلم ہے اور عصر حاضر معاشرے میں اس فعل کا اطلاق روز اول کی طرح عیاں اور روشن نظر آتا ہے۔ اس کی بنیادی اسباب کئی ہیں لیکن اصل وجہ فریقین کے درمیان فقدان عدم توازن معاشرتی ،معاملاتی اور اخلاقی پہلوؤں میں حقوق تلفی ہے جیسے ظلم وناانصافی کہا جاتا ہے۔ اس کے اثرات سے کئی مسائل وجود پاتے ہیں، جیسے اولاد والدین کی توجہ سے نہ صرف محروم ہو جاتے ہیں، بلکہ اس سے خاندانی تحفظ مزید انتشار اور خطرے میں پڑ جاتا ہے۔ عدم حقوق پرورش سے طلاق کی نوبت آتی ہے، اس حق کو ادا کرنے سے یہ فعل رک جاتا ہے اور مرد اپنی ذمہ داری کا حق ادا کرے، جس کا اثبات قرآن حکیم کی ان آیات سے ہوتا ہے:

﴿وَعَاشِرُوهُنَّ بِالْمَعْرُوفِ﴾[2]

ترجمہ: اور عورتوں کے ساتھ اچھے طریقے سے خیال رکھو

اسی طرح ایک اور جگہ ارشاد باری تعالی ہے:

﴿ وَلَهُنَّ مِثْلُ الَّذِىْ عَلَيْهِنَّ بِالْمَعْرُوْفِ وَلِلرِّجَالِ عَلَيْهِنَّ دَرَجَةٌ ﴾[3]

ترجمہ : اور ان کے بھی ویسے ہی حق ہیں جیسے ان پر مردوں کے ہیں نیکی کے ساتھ۔ ہاں مردوں کو عورتوں پر برتری ہے

صاحب تدبر قرآن کے مطابق جہاں اسلام نے مردوں کو حکم دیا ہے کہ ﴿وَعَاشِرُوهُنَّ بِالمَعرُوفِ﴾ عورتوں کے ساتھ بھلائی کا سلوک کرو۔ وہاں عورتوں کو بھی حکم ہے کہ وہ اپنے خاوندوں کی پوری پوری اطاعت و فرماں برداری کریں اور دونوں ایک دوسرے کے حقوق کا خیال رکھیں۔ طلاق ایک ایسا ناپسندیدہ فعل ہے جس کے کئی عدم ادائیگی حقوق واسباب ہیں جن میں سے کچھ عصر حاضر کے تناظر میں مندرجہ ذیل ہیں۔

1۔ فریقین کا باہمی اخلاقی حق تلفی 2۔ فریقین کا باہمی معاملاتی حق تلفی 3۔ فریقین کا باہمی معاشرتی حق تلفی

1۔ فریقین کا باہمی اخلاقی حق تلفی

انسان کی عملی او معاشرتی زندگی میں اخلاقی پہلوؤں کا کردار نہایت اہمیت کا حامل ہوتا ہے۔ جس کی اہمیت کا اندازہ اس حدیث سے ہوتا ہے:

((إِنَّ مِنْ خِيَارِكُمْ أَحْسَنَكُمْ أَخْلاَقًا))[1]

---

[1] ابو داود، سنن ابی داوٗد کتاب التفریع باب الطلاق، حدیث۲۱۷۸

[2] سورۃ النساء:۴/۱۹

[3] امین احسن اصلاحی ،تدبر قرآن ۲۰۰۹ ج۱،ص۲۵۷

ترجمہ: تم میں سب سے بہتر وہ شخص ہے جس کے اخلاق سب سے اچھے ہوں

اخلاق زوجین کے درمیان ایک سنگ میل کی حثیت رکھتا ہے۔ اور مرد کو اعلی ظرفی کے ساتھ عورت کے ساتھ اخلاقی پہلوؤں کو اپنانے کی تلقین کی ہے۔ جس کی تائید اس آیت سے ہوتی ہے:

اسلام کی رو سے عورتوں کے ساتھ حسن سلوک کا معاملہ کرنا چاہیئے اور حسن سلوک سے پیش آنے کا حکم ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿ مَتَاعٌ بِالْمَعْرُوْفِ حَقًّا عَلَى الْمُتَّقِيْنَ﴾[2]

ترجمہ: نیک لوگوں پر حق ہے کہ عورتوں کے ساتھ اچھا سلوک کریں

اور جب تک یہ پہلو دونوں فریقین کے نفسیات سے ہم آہنگ اور خوش اخلاقی جیسے صفات سے مزین ہوتا ہے تو یہ تا حیات قائم و دائم ہونے کے ساتھ ساتھ پھیلتا پھولتا بھی ہے اور یون ایک خوشگوار اور مثالی معاشرہ نظر آتا ہے۔ لیکن اگر اس کے بر عکس فریقین میں دونوں کی نفسیات عدم موافقت کا شکار ہے تو ایسی کفیت میں یہ نہ صرف ان کے درمیان جدائی کی راہیں ہموار کرتی ہیں، بلکہ ظلم کی شکل اختیار کرتے کرتے مزید مسائل کا سبب بنتا ہے۔ شوہر یا بیوی کے مزاج میں تلخ، چڑ چڑاپن، غصہ، زبان درازی، عدم برداشت جیسی صفات ایک دوسرے کے اخلاقی حقوق کو متاثر کرتی ہیں اور یوں اخلاقی ظلم کی صورت میں ظاہر ہوتی ہیں اور اس کے نتیجے میں عدم برداشت اور صبر جیسے مذمومہ صفات غالب آجاتی ہیں اور بالآخر طلاق کی شکل میں جدائی تک ساتھ دیتی ہیں۔

2۔ فریقین کا باہمی معاملاتی حقوق تلفی

معاملاتی حق تلفی بھی طلاق جیسے مذموم فعل کی کئی اسباب میں سے ایک سبب ہے۔

فریقین کا باہمی معاشرتی حقوق تلفی

طلاق کے دیگر اسباب ظلم کی طرح معاشرتی سطح پر عدم ادائیگی حقوق بھی بڑی وجی ہے اور اس کو عملی شکل دینے میں معاونت فراہم کرتے ہیں خاوند اور بیوی کے درمیان عدم موافقت، وہ اس طرح کہ کسی ایک کی طرف سے دوسرے کے لیے محبت نہ ہو، یا پھر دونوں ہی ایک دوسرے سے محبت نہ کریں۔ عورت کا بداخلاق ہونا، یا پھر نیکی اور بھلائی کے کاموں میں خاوند کی سمع واطاعت نہ کرنا عورتیں عموماً جفاکش، قناعت پسند، شوہر پر جان چھڑکنے والی، بچوں کی پرورش پر نثار، گھریلو معاملات کی بہترین منتظم اور وفادار، اخلاص کی پیکر ہوتی ہے -خاوند

([1]) بخاری محمد بن اسماعیل، صحیح بخاری، کتاب المناقب، باب صفتہ النبی، ج۲، ص۳۲۹، حدیث ۷۶۸

([2]) سورۃ البقرہ:۲/۲۳۶

کا بد اخلاق ہونا اور عورت پر ظلم و زیادتی اور ناانصافی کرنا، اور بیوی کے حقوق کی ادائیگی نہ کر سکنا -بیوی اپنے خاوند کے حقوق ادا نہ کر سکتی ہو۔ -دونوں میں سے کسی ایک کا معصیت و گناہ میں مبتلا ہونا یا پھر دونوں ہی گناہ میں ملوث ہوں، جس کی بناپر ان کے حالات بگڑ جائیں، جس کے نتیجے میں طلاق ہو جائے۔[1]

یہ ایک امر حقیقت بات ہے کہ جب تک خاندانی اور عائلی زندگی میں افراد اور فریقین ایک دوسرے کو ادا کرتے ہیں تو وہاں ایک امن اور خوشحالی پروان چڑھتی ہے، لیکن اس کے برعکس جب معاشرتی حقوق کی عدم ادائیگی سے دوسروں کے حقوق ضائع ہوتے ہیں اور اس طرح معاشرہ میں ناانصافی جنم لیتی ہے، جن میں طلاق، رشوت، کرپشن اور جنسی تشدد وغیرہ نمایاں ہیں جس کی عملی شکل ہر طرف عیاں ہے۔

(1) ابو الحسن عبد المنان، طلاقیں کیوں ہوتی ہیں؟، مکتبہ اسلامیہ، لاہور، ۲۰۱۴

فصل دوم

اخلاقی ظلم کی اشکال

مبحث اول: حسن اخلاق اور اخلاق رذائل کی حقیقت

اخلاق خلق سے ہے، جس کا مطلب انسان کے وہ عادات و اطوار جو معاشرے میں رہتے ہوئے سر انجام دیتا ہے۔ جب لفظ "خ" کے اوپر زبر پڑھی جاتی ہے یعنی خَلق تو اس کے معنی ہیں ظاہری شکل وصورت اور جب "خ" پر پیش پڑھی جائے یعنی "خُلق" تو یہ باطنی اور داخلی ونفسانی شکل وصورت کے معنی میں استعمال ہوتا ہے مثلاً جب یہ کہا جاتا ہے کہ فلاں انسان خُلق و خَلق دونوں اعتبار سے نیک ہے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ اس کی ظاہری صورت بھی اچھی ہے اور باطنی صورت بھی، جس طرح انسانوں کی ظاہری شکل وصورت مختلف ہوتی ہے اسی طرح باطنی شکل وصورت میں بھی اختلاف پایا جاتا ہے، ہر انسان کو مزاج فطری اعتبار سے بھی ایک دوسرے سے جداگانہ ہوتا ہے، اور ماحول کے اعتبار سے بھی یکساں نہیں ہوتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اخلاق کو دو اقسام میں منقسم کیا جاتا ہے۔

1۔ اخلاق حسنہ

ایسی اوصاف و عادتیں جنکا تعلق فطرت سے ہے، شریعت کے مطابق اور اللہ کی پسندیدہ ہیں تو یہی ان کو اخلاق حسنہ کا نام دیا جاتا ہے۔ جیسے سچائی، عفو و درگزر، احسان، صبر، تقوٰی، توکل، شجاعت، انفاق، شکر، عاجزی، زہد حسن ظن اور اخلاص وغیرہ۔

2۔ اخلاق رذیلہ

جب عادتیں بری ہوں، شریعت کے خلاف ہوں، اللہ تعالی کے نزدیک ناپسندیدہ ہوں تو اسے بری عادات، خصلت، بدخوئی اور اخلاق رزیلہ کے نام سے تعبیر کرتے ہیں۔ تکبر، عجب، بغض و کینہ، غیبت، جھوٹ، چغلی، لالچ و طمع، فریب کاری، حسد اور خوش کلامی وغیرہ

حسن اخلاق اور انسانی کردار کا باہمی تعلق:

حسن اخلاق اور انسانی کردار کا باہمی تعلق چولی دامن کا ساتھ ہے، جیسے روح کا جسم کے ساتھ تعلق ہے، جیسا کہ عقیدہ، اخلاق اور احکام کے مجموعے کا نام دین ہے۔ عقیدہ انسانی دل سے مربوط ہے۔ اخلاق کا تعلق اس کے ضمیر سے اور احکام کا تعلق اس کے اعضاء و جوارح سے ہے۔ عقیدہ انسانی زندگی کو بامقصد بناتا ہے،

اخلاق انسان کی انفرادی اور اجتماعی زندگی کو سنوارتا ہے اور احکام انسان کے اعضاء و جوارح کو کنٹرول میں رکھتے ہیں۔ حسن اخلاق ہر باضمیر انسان کو شامل ہے، اوراس حسن اخلاق کے ان تمام اوصاف کو اپنے اعمال کا حصہ بناتا ہے، جو اس کی نفرادی و معاشرتی زندگی کو رواں دواں رکھتے ہیں، جیسے عدل و انصاف ، احسان کرنا، غریبوں کی مدد کرنا، ہمسایوں سے نیک سلوک روا رکھنا، چھوٹے بڑے کے احترام کا پاس رکھنا اور حق گوئی سے کام لینے والے کو قدر کی نظر سے دیکھنا، ہمیشہ تواضع کو اپنی زندگی کا وطیرہ بنانا اوردوسروں کا احترام کرناشامل ہے، جو انسان کے کردار سے ظاہر ہوتے ہیں۔

اسی طرح یہ کردار میں حسن اخلاق ہی کا نتیجہ ہے کہ جس کے ذریعے انسان امر بالمعروف و نہی عن المنکر کے علاوہ کسی کی دل آزاری نہیں کرتا، ایثارو قربانی، تحمل مزاجی کو اپنا شیوہ بنا لیتا ہے، وہ ہمیشہ اپنے احباب کے بارے میں مثبت سوچتا ہے، کسی کے سامنے کسی کی برائی نہیں کرتا، کسی کی خوشامد کرنے کو وہ اپنے لیے بڑا عیب سمجھتا ہے، جھوٹ بولنے کو وہ اپنے لیے ننگ و عار سمجھتا ہے، وہ ظلم اور ظالم دونوں سے نفرت کرتا ہے اور مظلوم کی حمایت کو اپنی زندگی کا حصل سمجھتا ہے، خواہ اس کے نتیجے میں اسے ہر قسم کی مشکلات کا سامنا ہی کیوں نہ کرنا پڑے۔ اس کی ہمیشہ سے یہ کوشش رہتی ہے کہ اگر میں کسی کی بھلائی کے لیے کچھ نہ کرسکوں تو کم از کم میرے ذریعے کسی کا نقصان بھی نہ ہو، سب سے کھلے چہرے کے ساتھ ملتا ہے، ہر اچھے کام میں وہ سبقت کرتا ہے اور اپنا حصہ سب سے پہلے ڈالتا ہے اخلاقی کمالات جو اس سے ناطہ توڑ تا ہے، وہ اس سے رابطہ برقرار کرتا ہے،، جو اسے کسی چیز سے محروم رکھتاہے، وہ اسے عطا کرتا اور حق بات کہنے کو اپنا شیوہ بنالیتاہے، اگرچہ یہ اس کے کے لیے نقصان میں ہی کیوں نہ ہو۔ اس تمام بحث سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ حسن اخلاق اور انسانی کردار ایک دوسرے کے لیے لازم وملزوم ہیں۔

---

[1] زاہد منیر، **آئینہ کردار**، شیخ زید سنٹر پنجاب یونیورسٹی، لاہور ۲۰۰۵، ص ۲۶

مبحث دوم: اخلاق رزیلہ کی صورتیں اور ظلم

2۔اخلاق رذیلہ

انسانی عادات واطوار، سیرت وکردار جب عادتیں بری ہوں ، شریعت کے خلاف ہوں ،اللہ تعالی کے نزدیک ناپسندیدہ ہوں تو اسے بری عادات ،خصلت ، بدخوئی اوراخلاق رزیلہ کے نام سے تعبیر کرتے ہیں۔ اخلاق رزیلہ کی کئی صورتیں ہیں جن میں تکبر، عجب،بغض وکینہ ،غیبت، جھوٹ، چغلی،لالچ و طمع،فریب،ریا کاری،بخل وکنجوسی عیب جوئی کاری،حسد غضب،حقد،حسد،کبر،عجب،غرور،ریاء،بخل،حبِ دنیا ،حبِ جاہ اور خوش کلامی وغیرہ قابل ذکر ہیں۔یہ تمام صورتیں اپنے استعما ل کے لحاظ سے ظلم ہیں، جس میں دوسروں کا حق کسی نہ کسی شکل میں متاثر کرتا ہے، رزائل اخلاق سے آلودہ ہونا انسان کی ہلاکت کا سبب ہے۔جبکہ اس کا حامل شخص دنیا میں بھی ذلت و خواری کی زندگی بسر کرنے پر مجبور ہوتا ہے اور آخرت بھی اس کے لیے دردناک ہے۔اور انجام کے اعتبار سے بھی مہلک ہے جیسے، تکبر اور خود خواہی لوگوں کو اس کا دشمن بنا دیتی ہے، عجب اور خود بینی حصول علم کی راہ میں رکاوٹ ہے، در نتیجہ یہ انسان کو پستی اور جہالت کی طرف دھکیل دیتی ہے، بخیل ہونا بدترین اخلاق ہے اور لالچی ہونا ایک نفرت انگیز اور ناپسند عادت ہے۔عبادت جو کہ صرف اللہ تعالیٰ کا حق ہے اگر اس میں کسی اور کو شریک کر لیا جائے تو وہ ریاکاری کہلاتی ہے۔جو کہ ظلم ہے یعنی نماز، روزہ یا صدقات وغیرہ دیتے وقت اگر کسی قسم کی نمود و نمائش مقصود ہو تو سارے اعمال ضائع ہو جاتے،اس کے علاوہ غیبت یعنی کسی کی برائی جو اس کی غیر موجودگی میں دوسروں کے سامنے کی جائے اسے غیبت کہا جاتا ہے اور چغلی بھی اسی سے ملتا جلتا عمل ہے۔زبان کی تباہ کاریوں میں سے ایک غیبت کرنا ہے۔اس میں انسان دوسروں کے حق کو ضائع کرتا ہے، جو کہ ظلم ہے عام طور پر اسے معمولی گناہ سمجھ کر نظر انداز کر دیا جاتا ہے مگر حقیقت میں غیبت و چغلی ایک ایسی عادت سے جو گھروں کے ٹوٹنے کا سبب بنتی ہے، معاشرے میں فساد کی ایک بڑی وجہ ہے اور اسی وجہ سے دلوں میں نفرت پیدا ہوتی ہے جس سے بات دشمنی تک جا پہنچتی ہے۔

---

۱۳ محمد حفظ سیوہاروی، اخلاق وفلسفہ اخلاق، ،مکتبہ رحمانیہ ،لاہور،۱۹۷۶،ص ۲۱

1- غیبت

مجموعہ اخلاق مذمومہ میں جہاں کئی اور منفی پہلو پائے جاتے ہیں وہاں غیبت بھی ان میں سے ایک ہے جس کا مطلب وہ کلام، فعل یا اشارہ ہے جس میں کسی متعین غائب شخص میں موجود عیب کو دوسروں کے سامنے تحقیر و تذلیل کی نیت سے بیان کیا جائے اور اگر اس کا علم اس غائب شخص کو ہو تو اسے تکلیف پہنچے۔ ایسے قبیح فعل سے تشبیہ دی گئی ہے، کیونکہ یہ ایک معاشرتی و اخلاقی ظلم ہے۔ جس میں معاشرے کے افراد کے کردار کا منفی آپریشن اور کردار کشی کے ساتھ ان کی تحقیر، تذلیل، بدنام اور ہتک عزت کو بھی پامال کیا جاتا ہے، جس کی دین اسلام نے منع کیا ہے، یہی وجہ ہے کہ قرآن حکیم میں غیبتکیان الفاظ میں حرمت آئی ہے:

﴿ وَلَا تَجَسَّسُوا وَلَا يَغْتَب بَّعْضُكُم بَعْضًا أَيُحِبُّ أَحَدُكُمْ أَن يَأْكُلَ لَحْمَ أَخِيهِ مَيْتًا فَكَرِهْتُمُوهُ وَاتَّقُوا اللَّهَ إِنَّ اللَّهَ تَوَّابٌ رَّحِيمٌ ﴾[1]

ترجمہ: اور بھید نہ ٹٹولا کرو اور نہ تم میں سے کوئی کسی کی غیبت کرے۔ کیا تم میں سے کوئی بھی اپنے مردہ بھائی کا گوشت کھانا پسند کرتا ہے؟ تم کو اس سے گھن آئے گی، اور اللہ سے ڈرتے رہو، بیشک اللہ توبہ قبول کرنے والا مہربان ہے

اس آیت کے ضمن میں صاحب مظہری نے لفظ یَغْتَب کو دوسروں کے حق میں ظلم لکھا ہے۔

اسی طرح رسول اکرم صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم کی ایک حدیث سے بھی غیبت کے بعض اہم پہلوؤں کی وضاحت ہوتی ہے:

((قَالَ رسول الله أَدْرُوْنَ مَا الْغِيْبَة؟ قَالُوْا، اَللّٰهُ وَرَسُوْلُه، أَعْلَمُ، قَالَ ذِكْرُكَ أَخَاكَ بِمَا يَكْرَه، قِيْلَ أَفَرَأَيْتَ اِنْ كَانَ فِيْ مَا اَقُوْلُ؟ قَالَ اِنْ كَانَ فِيْه مَا تَقُوْلُ فَقَدِ اغْتَبْتَه، وَاِنْ لَمْ يَكُنْ مَا تَقُوْلُ فَقَدْ بَهَتَّه)) [2]

ترجمہ: رسول اللہ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم نے کہا: کیا تم جانتے ہو غیبت کیا ہے؟ لوگوں نے کہا: اللہ اور اس کا رسول ہی بہتر جانتے ہیں۔ آپ نے فرمایا: تو اپنے بھائی کا تذکرہ اس طرح کرے کہ اس کو اچھا محسوس ہو۔ کہا گیا کہ حضور کا کیا خیال ہے، اگر میرے بھائی میں واقعی وہ برائی موجود ہو۔ فرمایا: اگر اس میں وہ برائی موجود ہو جس کا تو ذکر کر رہا ہے تو تُو نے اس کی غیبت کی اور اگر اس میں وہ برائی موجود نہیں جس کا تُو نے ذکر کیا ہے تو تُو نے اس پر بہتان لگایا

---

(1) ثناء اللہ پانی پتی، تفسیر مظہری، ج ۶ ص ۲۷۱

(2) ابو داود، سنن ابی داؤد، کتاب الاحکام، باب الغیبتہ، ج ۴، ص ۶۷۴، حدیث ۴۸۷۴

اس حدیث کا عموم سے ہی معلوم ہوتا ہے کہ کسی شخص کی غیر موجودگی میں اس کے بارے میں ایسی گفتگو کرنا، جو اسے، اگر وہ موجود ہوتا تو نا گوار گزرتی، غیبت کے دائرے میں آتی ہے۔ اگرچہ گفتگو کے ناگوار ہونے کی وجوہ تو اور بھی ہو سکتی ہیں، لیکن، چونکہ زیادہ تر اس طرح کی گفتگوؤں میں عیوب ہی بیان کیے جاتے ہیں۔ جو غیبت کے زمرے میں آتے ہیں۔ کسی کے مال و دولت، اولاد یا ترقی سے جل کر اس کی برائی کرنا نفرت اور کینہ جیسے کسی کے خلاف کینہ پیدا ہو جائے اور پھر اس کا بدلہ اسے دوسروں کی نظروں میں گرا کر لیا جائے غصہ و جذبات پر قابو نہ ہونا اور غیبت کر جانا دوسروں کے متعلق سوچنے کا منفی انداز مثلاً جب بھی لوگوں کے بارے میں بات کی جائے تو منفی پہلو ہی پیش نظر رکھا جائے دوسروں کی تحقیر کرنے کے لئے لوگوں کو نیچا دکھانے کی کوشش کرنا، انہیں کم تر دکھانا اور ان کی کردار کشی کرنا بنا سوچے سمجھے یا بلا ضرورت بہت زیادہ بولنے کی عادت احساسِ کمتری اور اس کمتری کے احساس کو مٹانے کے لیے دوسروں کو کمتر ثابت کرنا اور ان کی برائیاں بیان کرنا بد گمانی کرنا کہ فلاں شخص میرے خلاف ہے۔ اور پھر اس کی برائیوں کو بیان کرنا مخاطب کو خوش کرنے کے لیے کسی اور کی برائی کرنا۔[1]

پس عصر حاضر میں سماج کی معاشرتی زندگی پر نظر ڈالنے سے یہ بات صاف عیاں ہوتی ہے کہ ہر فرد اس فعل کی لپیٹ میں ڈوبا ہوا ہے۔ گھر، دفتر، بازار، تعلیمی و مذہبی ادارے، سوشل میڈیا، ذرائع ابلاغ، حکومتی ادارے، عام عوامی تفریحی و سیاحتی اس فعل کی عملی شکل کی عکاسی کرتے دیکھائی دے رہے ہیں۔ عام کیا بڑے پڑھے لکھے افراد بھی اس کی زد میں دیکھائی دے رہے ہیں حتیٰ کہ مساجد جیسی پاک زمہ داران اور اہل علم و قلم سب ہی اس کے سائے میں کھڑے ہیں۔

زبان سے غیبت کرنا اور عصر حاضر میں یہ قسم معاشرے کے تقریباً ہر فرد کی زندگی میں نظر آرہا ہے، جس سے کسی نہ کسی شکل میں دوسروں کے اخلاقی حقوق متاثر ہوتے ہیں۔ اور دوسروں کے حقوق کا اس طرح کا ضائع ہونا نہ صرف معاشرتی ظلم ہے بلکہ اخلاقی ظلم بھی ہے۔ مثلاً فلاں شخص بڑا متکبر ہے، اس کا رویہ غیر تہذیب یافتہ ہے، اسی طرح کہ فلاں بندہ مال و دولت، خاندانی معیار زیادہ ہونے کی بنا پر اوروں کو نظر انداز کرتا ہے۔ اسی طرح یہ بات ہر ذی فہم شخص کی زندگی میں ہر لمحہ مشاہدے میں اس طرح کا اخلاقی ظلم عیاں ہے۔

ا۔ اسی طرح باڈی لینگو یج یا حرکات و سکنات سے غیبت کرنا جیسے کسی کی طرف آنکھوں وغیرہ سے اشارہ کرنا، نقل اتارنا، معنی خیز مسکراہٹ سے پیغام دینا۔

---

(1) محمد عبد الحئی، غیبت کیا ہے؟، ادارہ تالیفات اشرفیہ، ملتان، ص ۱۰

۲۔ اس کے علاوہ معنی خیز جملے بولنا مثلاً کسی کا ذکر کرنے کے بعد یہ کہنا کہ خدا کا شکر ہے میں تو وقت پر نماز پڑھتا ہوں اور ہر کام کو وقت پر ہی سر انجام دیتا ہوں۔ فلاں ایسا نہیں کرتا وغیرہ۔ اور مقصود یہ بتانا ہو کہ دوسرا شخص بے نمازی ہے۔

۳۔ باتوں ہی باتوں میں کسی کی غیبت کر دینا اور اس کا احساس تک نہ ہونا جیسے سننا وغیرہ

۴۔ کسی غیبت کرنے والے کی تائید کرنا اور اس کی ہاں میں ہاں ملانا

۵۔ تحریر کے ذریعے غیبت کرنا جیسے ایس ایم ایس یا ای میل کا خط و کتابت کے ذریعے

۶۔ ٹی وی، ریڈیو، انٹرنیٹ، اخبارات و غیر کے ذریعے غیبت کرنا جیسا کہ بالعموم ٹاک شوز اور کالم نگاری میں ہوتا ہے۔[1]

2- جھوٹ

جھوٹ کے معنی ہیں کہ کسی چیز کے بارے میں خلاف واقعہ یا خلاف حقیقت خبر دینا، پردہ ڈالنا، خواہ یہ عمداً ہو یا جہالت کی وجہ سے ہو۔

﴿ وَ لَا تَقْفُ مَا لَيْسَ لَكَ بِهِ عِلْمٌ ﴾[2]

ترجمہ: بے خبر علم والی بات میں مت پڑ

انسان کے کردار اور عملی زندگی میں سب سے زیادہ اور نمایاں جس صفت کو سبقت حاصل ہے وہ صدق ہے۔ یہ وہ کرداری وصف ہے کہ انسان کا مخالف بھی اس کی اس وصف کا اقرار میں کوتاہی نہیں کرتا۔ جس سے انسان کا ہر عمل بے داغ، صاف اور پر اعتماد نظر آتا ہے اور یوں اس کا معاشرے میں ایک خاص مقام ہو جاتا ہے اور سب اس پر نہ صرف اعتماد و یقین کرتے ہیں بلکہ قدر کی جگاہ سے بھی دیکھتے ہیں۔ لیکن اس کے برعکس انسان سچائی کا دامن چھوڑ دے تو جھوٹ اس کے اخلاق کا ایسا حصہ بن جاتا ہے کہ انسان اس کو ہر کروٹ اوڑھنا اور بچھوڑنا ہی سب کچھ سمجھنے لگتا ہے اور اس کے بغیر زندگی کو ادھورا تصور کرتا ہے۔ اس مذمومہ وصف کی وجہ سے دوسروں کے حقوق کی حق تلفی یقینی بن جاتی ہے۔ جو کہ معاشرتی واخلاقی ظلم ہے۔ اور یہ فعل اپنے انجام کے لحاظ سے اتناز ہریلا ہے کہ اس کے دوررس دنیوی واخروی نتائج ہیں۔ جس کا اندازہ اس آیت سے لگایا جاسکتا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَ اجْتَنِبُوْا قَوْلَ الزُّوْرِ ﴾[3]

([1]) محمد اسلم، غیبت کے نقصانات، دعوة توحید توحید اکیڈیمی، اسلام آباد، ص ۲۴

([2]) القرطبی، الجامع لاحکام القرآن، ج ۱، ص ۱۷۳

([3]) سورۃ الحج: ۲۲/۳۰

ترجمہ: اور جھوٹی بات سے پرہیز کرو

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ جھوٹ میں حقائق کا اصل پردہ میں غائب ہو جاتا ہے اور بناوٹ وجود میں آجاتی ہے۔ اس آیت کی تشریح کرتے ہوئے امام قرطبی نے لفظ ٱلزُّورِ اخلاقی حقوق میں دوسروں کے حق میں غیر فطری اور بناوٹی رویہ اپنانے کو اخلاقی زیادتی سے تعبیر کیا ہے۔ نیز انسان مختلف شعبی ہائے زندگی میں مختلف اقسام کے جھوٹ سے کالیتاہے۔

اعتقادی و فعلی جھوٹ

اس قسم کے ظلم میں انسان اعتقادی لحاظ سے اپنے قول و فعل میں منقسم نظر آتا ہے، ایک طرف تو مذہبی لحاظ سے وہ اپنے آپ کو فطری قوانین الهیہ کا اقرار کرتا ہے، مگر عملی لحاظ سے اس کا جسمانی عملی شکل اور اظہار اس کے بر عکس ہوتا ہے۔ مثال کے طور پر انسان دین کی نگاہ سے جھوٹ اور اس کے اثرات وعید کو مذموم سمجھتا ہے اور خود اس کے اثرات کو قرآن ان الفاظ میں بیان کرتا ہے:

﴿لَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الظّٰلِمِيْنَ﴾ (1)

((جھوٹ بولنے والوں پر اللہ کی لعنت ہے))

لیکن عملی لحاظ سے انسان اس وعید کو جاننے اور سمجھنے کے باوجود اس قبیح اور مذموم فعل کا ارتکاب کر بیٹھتا ہے۔

معاشرتی جھوٹ

معاشرتی جھوٹ بھی اخلاقی ظلم کی ایک شکل ہے۔ جس میں سماج حقائق کو حق جانتے ہوئے بھی اس کو عمل کے راستے سے یا اپنے عمل سے اس کو حرام ثابت کرتے ہیں۔ (2)

گھر، دفاتر، سرکاری ادارے، غیر سرکاری ادارے، ہسپتال، دوکان، منڈیاں، تجارتی سٹاک، سکول، کالج اور یونیورسٹی وغیرہ جیسی جگہوں پر اخلاقی ظلم جھوٹ کسی نہ کسی شکل میں سرعام مشاہدہ کیا جا سکتا ہے۔ اس معاشرتی ظلم جھوٹ میں معاشرے کے افراد کے دوسرے افراد سے برتاؤ کے دوران ایسی نوبت آتی ہے کہ جہاں انسان بالواسطہ یا براہ راست جھوٹ کا سہارہ لیتا ہے۔

---

(1) سورۃ آل عمران:۳/۶۱

(2) نعمت بخش گھاٹوی، معاشرتی برائیاں اور ان کا سدباب، دار لسنت، ۲۰۱۱، لکھنو، انڈیا، ص ۳۱

معاملاتی جھوٹ

اخلاقی ظلم معاملاتی جھوٹ انفرادی و اجتماعی دونوں طرح سے عام نظر تاہے۔اس قسم کا فعل زیادہ تر تجارت، کاروبار اور منڈیوں میں عام مشاہدہ ہے۔انفرادی و اجتماعی لین دین میں اشیاء کی خرید وفروخت کے دوران ناپ تول میں کمی وزیادتی، ملاوٹ، عیوب کا چھپانا، جھوٹی قسم کا سہارہ لینا وغیرہ سرعام معاشرے میں نظر آرہاہے۔اس سے معزرے کے دوسرے افراد کی نہ صرف اخلاقی حق تلفی ہوتی ہے۔بلکہ اس سے معاشرتی ظلم بھی پروان چڑھتا ہے۔جو ایک اخلاقی معاشرتی ومعاملاتی ظلم ہے۔[1]

اخلاقی جھوٹ

معاشرے میں افراد کی باہمی زندگی میں افراد کے درمیان باہمی تعلقات کے دوران ایک دوسرے سے کئی لحاظ سے واسطہ پڑتا ہے، اور انسان اس دوران اخلاقی لحاظ سے دوسروں کی حق تلفی کرتا ہے۔جو کہ ظلم کی ایک شکل ہے۔عصر حاضر سماج میں اخلاقی ظلم اخلاقی ظلم کی صورت میں مختلف انداز سے گردش کررہاہے۔اور معاشرے کا ایک بڑا جم غفیر اس موذی مرض کا شکار نظر آرہے ہیں مثلاً دوسروں کا مذاق اڑانا، تمسخر کرنا، ناروا سلوک اپنانا، گالم گلوچ کرنا، برے القابات سے یاد کرنا وغیرہ سرعام دیکھنے کو مل رہاہے، جب کے ایسے اخلاقی ظلم جھوٹ کی مذمت کی گئی ہے۔

جس کا استدلال قرآن کی اس آیت سے ہوتا ہے:

﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا يَسْخَرْ قَوْمٌ مِّنْ قَوْمٍ عَسٰٓى اَنْ يَّكُوْنُوْا خَيْرًا مِّنْهُمْ وَ لَا نِسَآءٌ مِّنْ نِّسَآءٍ عَسٰٓى اَنْ يَّكُنَّ خَيْرًا مِّنْهُنَّ وَ لَا تَلْمِزُوْٓا اَنْفُسَكُمْ وَ لَا تَنَابَزُوْا بِالْاَلْقَابِ بِئْسَ الِاسْمُ الْفُسُوْقُ بَعْدَ الْاِيْمَانِ وَ مَنْ لَّمْ يَتُبْ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ[2]

ترجمہ: اے ایمان والو! مرد دوسرے مردوں کا مذاق نہ اڑائیں ممکن ہے کہ یہ ان سے بہتر ہو اور نہ عورتیں عورتوں کا مذاق اڑائیں ممکن ہے یہ ان سے بہتر ہوں، اور آپس میں ایک دوسرے کو عیب نہ لگاؤ اور نہ کسی کو برے لقب دو۔ ایمان کے بعد فسق برا نام ہے، اور جو توبہ نہ کریں وہی ظلم لوگ ہیں

اس آیت کی تشریح کرتے ہوئے امام قرطبی نے لفظ یَسۡخَرۡ اخلاقی حقوق میں دوسروں کے حق میں غیر فطری اور بناوٹی رویہ اپنانے کو اخلاقی زیادتی سے تعبیر کیاہے

---

(1) عبدالخالق، اسلام کا نظام اخلاق وآداب، ادارہ السنہ ،لاہور، ۲۰۰۳، ص ۲۴۴

(2) اسرار احمد، بیان القرآن، ج۵ ص ۴۸۰

اخلاقی حقوق کی ادائیگی بھی حقوق العباد میں شامل ہے معاشرے میں ایک مسلمان کے دوسرے مسلمان پر حقوق متعین ہیں جن کی پاسداری لازم وملزوم ہے، جس سے اخلاقی استحکام کے ساتھ ساتھ محبت والفت وجود پاتی ہے، لیکن انہی کی عدم ادائیگی سے دوسروں کے اخلاقی حق میں ظلم ہے۔ اور نتیجے میں نفرت، حسد اور بغض وغیرہ جیسی صفات وجود میں آتی ہیں جس کی عملی مظاہرہ ہر طرف عیاں ہے۔

فصل سوم
معاشرتی واخلاقی ظلم کے اثرات

مبحث اول: زیادتی کے اثرات

عصر حاضر میں عدل انفرادی و اجتماعی زندگی کے ساتھ ساتھ معاشرے کے استحکام میں بیج جیسا مقام رکھتا ہے، جب اسی عدل کو ادائیگی حقوق کی شکل میں برقرار نہ رکھا جائے تو حقوق کی ادائیگی میں توازن قائم نہیں رہتا اور یوں معاشرہ کے افراد ایک دوسرے کے حق کو ایسا متاثر کرتے ہیں کہ اس سے زیادتی کے پھل پکتے ہیں، اور یوں پورے سماج کو اپنی لپیٹ میں لیتے ہیں۔ جس کے بعد سماج میں سب کے حقوق کا متاثر ہونا، سیلاب کی شکل اختیار کرتا ہے اور یوں سماج ایک کا منظر کشی کرتا ہے، جیسے "حکومتی سطح پر لا اینڈ آڈر کو استعمال نہ کرنے سے بدعنوانی، سفارش کے کلچر اور رشوت کو تقویت ملی، معاشی و معاملاتی میں اشیائے خوردونوش اورادویات میں ملاوٹ کی آبیاری نظر آرہی ہے، اخلاقی لحاظ سے جھوٹ، لغویات و فضولیات اور دوسروں کو ہمہ وقت نقصان دینے کی فکر میں لگے رہنا، خاندانی تناظر میں چھوٹے بڑے کے ادبو احترام کا فقدان، بھائی بھائی کے درمیان نفرتوں کی خلیج کو وجود، حقوق ازواج ادانہ کرنے سے داخلی انتشار، طلاق، وراثت میں محرومی، غیرت کے نام پر قتل وغارت کا بازار عام ہو جانا عام ہے"[1]

اس کے علاوہ بھی معاصر میں عدم عدل معاشی حقوق سے بہت سے نفسیاتی وفکری اضطرابی، افتراقی واثرات کے سائے بھی منڈلاتے نظر آرہے ہیں، داخلی و خارجی تناظر میں یہ بات عیاں ہے کہ سماج کو معاشی متاثرہ طبقہ منفی خرافات کا راستہ تلاش کررہا ہے، جو نتائج کے اعتبار سے خوفناک بن کر سامنے آرہا ہے، "صاحب اقتدار کا عدم ادائیگی ٹیکس کا عوام پر مہنگائی کی شکل میں بوجھ، اور عوام کا ریاستی املاک ووسائل کا ناجائز استعمال، معاشی جاگیرداروں کا محنت کش و مزدور طبقے کے حقوق کی استحصالی و معاشی مافیہ کی لوٹ مار، ذخیرہ اندوزی اور منافع خوری کا بازار کا عام ہونا روشن دن کی طرح عیاں ہے ان تمام مظالم کی وجوہات قانون کی بالادستی میں تفریق کے علاوہ طبقاتی تقسیم ہے(2)

اسی طرح سے ہمارے معاشرے کے اندر سفارش کا رجحان اتنا بڑھ چکا ہے کہ اس نے نہ صرف ہمارا جینا دو بھر کر رکھا ہے بلکہ اداروں کو تباہ کررہا ہے اور ہم اتنی بری طرح الجھ چکے ہیں کہ تمام تر صلاحیتں اور توانائی بے مقصد استعمال ہورہی ہورہی ہیں آج ادارے اپنے آپ کو بے بس سمجھتے ہیں اور عوامی تحفظات اتنے بڑھ چکے ہیں کہ کوئی شہری کسی بھی ادارے سے غیر جانبدارانہ کاروائی کی توقع تو کجا بغیر کسی تعارف اور حوالہ کے کسی دفتر کا رخ کرنے کا بھی نہیں سوچ سکتا ہو بھی کیسے اعتماد کا رشتہ ناپید ہو تا جارہا ہے

---

(1) محمد عبداللہ، معاشی عدم استحکام کے اثرات، ادارہ الفتح، حیدرآباد کراچی ۲۰۰۸، ص ۴۴۔۳۸

(2) محمد نعمان، معاشی مسائل، روزنامہ پاکستان، اسلام آباد، ۵ ستمبر ۲۰۲۰

ریاستی اور سرکاری سطح پر یکساں قانون کی عدم استعمال اور لاقانونیت کے تصور کے علاوہ یہ میرٹ پر حقوق کا نہ ملنا ہی ہے جس کی وجہ سے سفارش جیسے کلچر نے جنم لیا ہے اور ہر ذمہ دار ،اختیار اور صاحب اقدار شخص اس فعل کا مرتکب ہے، اور اقرا پروی کی بنیادوں پر دوسروں کے حق کو ناجائز طرح سے ذات کے لیے استعمال کیا جاتا ہے، جس سے مزید دوسروں کے حق تلفی کا دروازہ کھلا ہوا ہے اور یوں پورا معاشرہ ناانصافی کی چکی میں پس رہا ہے۔ جو ہر طرف عیاں ہے۔

اسی تناظر میں اس کے ساتھ ساتھ روزمرہ غذائے اجناس اور ہر قسم کی چیزوں میں ملاوٹ اسی ناانصافی اور حق تلفی کا اثر ہے۔ جو اس بات کا عملہ ثبوت ہے کہ جو جس کا من کرتا ہے تو اس کا استعمال کر کے دوسروں کے حقوق کو روندتا ہے، اور مزید سماج میں نفرت ،بے چینی اور بدامنی کا سبب ہے۔(1)

یہ حقوق میں حق تلفی ہی کے نتیجے کا اثر ہے کہ خاندانی تناظر میں بھی موجودہ سماج میں قتل و غارت جیسے واقعات رونما ہو رہے ہیں۔

---

(1) محمد عادل معاشی شیرازہ، روزنامہ اوصاف ،راولپنڈی، ۲۵ ستمبر ۲۰۲۰

مبحث دوم: بے راہ روی و غیر اخلاقی انداز فکر کے اثرات

سماجی عدم ادائیگی حقوق سے جہاں دیگر مسائل اور ظلم کی صورتیں پھوٹتی ہیں، وہاں رویوں میں تخریب کے ساتھ ساتھ اخلاقی حدود کی زنجیریں اور کڑیاں بھی ٹوٹ جاتی ہیں، اور کردار اور گفتار کے فاصلے بڑھ جاتے ہیں، جو ایک کو منفی امور اور خرافات کے کرنے پر اکساتے ہیں، مثال کے طور پر بچوں کی تربیت والدین کی زمہ داری ہے، جب اولاد کو ان کا یہ حق نہیں ملتا تو وہ معاشرے کے دگیر افراد سے اور ایسے ماحول کا انتخاب کرتے ہیں، جہاں ان کی فکری سوچ کازاویہ ایسے امور کی پرورش کو جنم دیتا ہے جو اخلاقی تفریط کی شکل میں سامنے آتا ہے۔"یہ اندر ہی اندر سے اخلاقی بے راہ روی، بے آبروحیائی، آوارہ گردی، جھوٹ فراڈ، چوری حسد بغض بد دیانتی، مادر پدر آزادی، والدین کی نافرمانی، گھریلو لڑائی جھگڑے، وغیرہ جیسی معاشرتی بیماریاں اپنی زوال کی حدوود کو چھورہی ہیں"[1]

علاوہ ازیں عصر حاضر میں ہر طرف معاشرے کا شیر ازہ بکھرتا ہوا نظر آرہا ہے، جس کی اساسی وجہ حقدار کو اس کا حق کا نی ملنا ہے، اور ارباب اختیار حقوق کو دبانے اور کچلنے میں کوئی موقع ہاتھ سے جانے نہیں دیتے، جس سے دامنی کے شعلوں کو مزید ہوا ملتی ہے اور یوں سماج اخلاقی اور فکری لحاظ سے نہ صرف تخریب کاری کا آلہ بن جاتا ہے، بلکہ افراد عملی لحاظ سے بھی ایسے اقدام اٹھانے پر مجبور ہوتے ہیں، جس کا وہ مسلہ کا حل سمجھتے ہیں، خصوصاً"عدالتی سطح اور تھانہ کلچر میں جتنے بھی افراد کو لایا جاتا ہے، ان کے جرائم کرنے کے محرکات میں ان کو حق نہ ملنا ہے، جس کی وجہ سے وہ احساس کمتری اور نفسیاتی الجھنوں کا شکار ہو کر اس قدم کو اپنا حل سمجھتے ہیں، اسی طرح افراد کو ان کے فطری حق سے دور رکھا جاتا ہے تو وہ منفی اور تخریبی اُمور بے راہ روی کے ساتھ ساتھ جنسی زیادتی، شراب نوشی، سمگلنگ ،کار لفٹنگ، تشدد پسندی کی طرف رغبت غیر طرز فکر کا فروغ اور دوسروں کے کلچر و ثقافت کی اندھی تقلید جیسی لعنت کا ایندھن بن جاتے ہے"[2]

نوجوانوں میں بڑھتا ہوا شراب نوشی بھی اسی سماجی ناانصافی کا عکس ہے کہ لوگ داخلی و خارجی وجوہات اور عدم ادائیگی حقوق سے ذہنی طور پر جب مایوس ہوتے ہیں اور ان کا انداز فکر گرتے گرتے اس سطع پر پہنچ جاتا ہے کہ ان کے اندر سے سوچ اکی آخری رسومات لے رہی ہوتی ہیں اور اندھن پن عروج پر ہوتا ہے، تو لا محالہ اس طرف قدم اٹھاتے ہیں۔

اسی طرح اس فکری تنزل رجحان کی وجہ سے جنسی جرائم میں اضافہ ہورہا ہے، جو اخلاقی انداز فکر کے زوال کی نشاندہی کرتی ہے، جیسے بچیوں جس کی عملی مثال قصور میں جنسی زیادتی کے واقعے کے باوجود بچوں کے

([1])احمد ریحان، ہمارااخلاقی بحران، ماہنامہ اشراق، لاہور، فروری۲۰۱۸ ش۴۹، ص۲۰۔۱۲

([2]) گل احمد مروت، ماہنامہ پاکستان پولیس رپورٹ،، پشاور، خیبر پختنوانخواہ، مئی۲۰۲۰

ساتھ جنسی زیادتی کے واقعات میں بھی روز بروز اضافہ ہو رہا ہے۔ پانچ سال کی بچی سے لے کر تمام عمر کی خواتین جنسی زیادتی کا شکار ہو رہی ہیں، خواجہ سرا قتل ہو رہے ہیں، چھوٹے بچوں اور لڑکوں سے بد فعلی کے ساتھ سمگلنگ وغیرہ جیسے بھی واقعات رونما ہو رہے ہیں (1)

یہ فکری ارتداد ہی کا عکس ہے کہ تہذیب و ثقافت میں بھی مغربی کلچر اور اس کے اثرات کے سائے اتنے گہرے ہوتے جا رہے ہیں کہ ان کو اپنانا ہم نے اپنانا اپنی اسلامی معیار زندگی جیسا حصہ سمجھ لیا ہے اور رفتہ رفتہ اسی کو سیاست، معاشرت، اخلاق و معاملات میں اپنانے میں اپنا مقام سمجھ رہے ہیں جو ہمیں دیمک کی طرح چاٹ رہی ہے۔(2)

---

(1) محمد شکیل، پاکستانی ثقافت، روزنامہ پاکستان، اسلام آباد، ۲۰ اکتوبر ۲۰۱۸

(2) محمد عثمان، مغربی کلچر، مکتبہ فرقان، کوئٹہ، ۲۰۰۹، ص ۸۰

مبحث سوم: بھوک وافلاس کے اثرات

ریاستی ونجی سطع پر بنیادی عوامی معاشی حقوق کی عدم دستیابی اور قدرتی وسائل کا غیر منصفانہ استعمال سے بھوک، فلاس اور قتل وغارت جیسے اثرات ظاہر ہوتے ہیں،وسائل میں کمی وقلت کے باعث افراد محرومیوں کا شکار رہتے ہیں۔ یہی وہ پہلو ہے جو جرائم کا سبب بنتا ہے۔ حکومتی یا نجی سطح پر وسائل کے فقدان اور اور مسائل میں اضافے کی عدم منصوبہ بندی سے غربت جنم لیتی ہے۔ غربت مایوسیوں کا باعث بننے کے ساتھ جرم کا منبع بھی بن جاتی ہے جو معاشرے کیلئے انتہائی خطرناک پہلو ثابت ہو رہی ہے جیسے " تخریب کاری، دہشت گردی تشّدد، دھونس دھاندلی، لاٹھی گولی، لینڈ مافیا، بھتہ مافیا، چوری ڈکیتی اور مزاحمت کرنے پر گولی ماردینا عام سی بات ہے، اس کے علاوہ غربت و افلاس،بیروزگاری،دولت کی غیر مساوی تقسیم ،لاقانونیت،بنیاد پرستی،ناخواندگی، پسماندگی، مہنگائی اور اس معاشرے میں کئی قسم کے جرائم بڑی تیزی سے پھیل رہے ہیں،انسانوں کے خلاف جرائم جیسے قتل، اقدام قتل،ٹارگٹ کلنگ، دہشت گردی،بم دھماکے، جھگڑا،فساد،کسی انسان کو زخمی کرنا،ملازموں پر تشدد، جنسی استحصال و زیادتی،جائیداد پر قبضہ جرائم میں بینک ڈکیتی،ہائی وے ڈکیتی،پٹرول پمپ ڈکیتی،مویشی چوری،کاراور موٹر سائیکل چوری شامل ہیں [1]

غربت میں اضافہ،بے روزگاری، حرام زرائع آمدنی (جو،سود،قماربازی وغیرہ) ان تمام سنگین سماجی برائیوں کی بنیاد حق کا نہ ملنا ہے جیسے گلی محلوں میں اسٹریٹ کرائمز جیسے " جیب کتری، موبائل، پرس،موٹر کار، موٹر بائیک اور اسی طرح کی دوسری اشیاء اسلحے کے زور پر چھیننا شامل ہیں۔ دیہاڑے ڈکیتی، قتل،ٹارگٹ کلنگ، چوری، اغوا اور پرس چھیننے کی وارداتیں بڑھتی جارہی ہیں۔ اس طرح کے زیادہ تر جرائم بازاروں، سنسان سڑکوں اور پوش علاقوں میں دیکھنے میں ہیں، اوران کے دوران بہت سی انسانی جانیں بھی ضائع ہو جاتی ہیں۔ ان وقوعات کے دوران مزاحمت کی کوشش کرتا ہے تو اسے اس کے قیمتی مال سے محروم کرنے کے ساتھ ساتھ قتل کر کے زندہ رہنے کے حق سے بھی محروم کردیا جاتا ہے۔ اس کے علاوہ مندرجہ ذیل افعال بھی اس کے اثرات کا نتیجہ ہیں۔(2)

1۔ خودسوزی

2۔ بچوں کا قتل

3۔ دھرنوں کاراج

([1]) محمد عبداللہ معاشی عدم استحکام کے اثرات،، ادارہ الفتح،حیدرآباد کراچی، ص ٦١۔٥٨

(2) محمد اسلم، سماجی مسائل، روزنامہ اوصاف راولپنڈی، ا نومبر ٢٠٢٠

باب چہارم

معاشرتی واخلاقی ظلم کا تدارک

فصل اول: معاشرتی ظلم کا تدارک

فصل دوم: اخلاقی ظلم کا تدارک

فصل اول: معاشرتی ظلم کا تدارک

مبحث اول: معاشی سطح پر ظلم کا حل

اسلامی تعلیمات کے زریں اصولوں کی پاسداری سے رشوت کا حل ممکن ہے جو مندرجہ ذیل ہیں۔

1۔رشوت کا سدباب:

☆رشوت کی سب سے بڑی وجہ انسان کا مال کی حوس و حرص اور زندگی کو اچھے سے اچھے بنانے کی لگن میں ہوتی ہے جس کی تکمیل کے لیے وہ اس بد ترین و حرام کام کو دوسروں کے حقوق پر ظلم کر کے مطلوبہ کا ساتھ دیتا اور اپناتا ہے۔اس لیے انسان کو قدم اٹھانے سے پہلے سوچ لینا چاہیے کہ جس چیز کو ناجائز اور اللہ کو ناراض کر کے حاصل کر رہا ہے ایک دن اس سے محروم کر دیا جائے گا اور اس فعل کی جوابدہی اس کو سزا کی شکل میں بھگتنا پڑے گی۔لہذا اسے ایسی سوچ کو خیر آباد کہ کر سادہ، حلال اور مقدر کے طے کیے ہوئے پر اکتفا کرنا چاہیے۔اور اس معاملے میں اسوہ حسنہ کو اپنانا چاہئے اس طرح اس کی سوچ بدل جائے اور وہ اس فعل سے دوری اختیار کرے گا۔

☆رشوت گناہ کبیرہ،دوسروں کے حق کو ظلم کی شکل میں ضائع اور اللہ کی رحمتِ الٰہی سے دوری کا ایک یقینی زریعہ ہے۔یہی وجہ ہے کہ رشوت کے لینے اور دینے والوں پر اللہ کے رسول ﷺ نے بڑی سخت وعیدیں فرمائی ہیں ۔اور جیسا کہ یہ عام واضح ہے کہ رشوت کی بنیادی وجہ دوسروں کے حق کی حق تلفی کر کے ذاتی اغراض و مقاصد کے حصول کو عملی جامہ پہنانا اور حاصل کرنا ہے لہذا اس فعل کے بھیانک انجام کو ہر لمحہ سامنے رکھا جائے۔کہ اس فعل پر اللہ تعالیٰ کے ہاں کیا سزا اور نتائج وارد ہوئے ہیں۔جس کا اندازہ اس حدیث سے لگایا جا سکتا ہے۔جیسا کہ ارشاد نبوی ہے:

((عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرٍو، قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صلى الله عليه وسلم لَعْنَةُ اللَّهِ عَلَى الرَّاشِي وَالْمُرْتَشِي))(1)

ترجمہ:عبد اللہ بن عمرو کہتے ہیں کہ رسول اللہ نے فرمایا:رشوت لینے اور دینے والے دونوں پر لعنت

☆ ریاستی سطح پر قوانین کا عملی اطلاق کیا جائے تا کہ معاشی ظلم کی روک تھام ہو سکے۔

☆ ذرائع ابلاغ کے ذریعے عوام الناس میں بدعنوانی کے اثرات کو واضح کیا جائے۔

☆ رشوت کے اخروی نقصانات کے ساتھ دنیاوی انفرادی و اجتماعی نقصانات کو بھی عوام الناس کے سامنے اسلامی تعلیمات کی روشنی عام کیا جائے تا کہ اس کے زہریلے اثرات سے سب اپنی آپ کو نہ صرف بچائیں بلکہ

---

(1)ابو داؤد ،سنن ابی داود،کتاب الاقضا،باب التغیظ فی الحیف والرشوہ،ج۳،ص ۸۰۲ ،حدیث ۳۵۸۰

دوسروں کو بھی اس سے دور رہنے کی کوشش کریں۔ مثلاً یہ کہ اس سے انسان کے اخلاق بہت زیادہ متاثر ہوتے ہیں انسان منکرات کی اک آماجگاہ بن جاتا ہے، اس کے ساتھ ساتھ اس کی روزی سے برکت ختم ہو جاتی ہے۔ معاشرے میں مزید جرائم وجود میں آتے ہیں۔[1]

2۔ روزگار کی فراہمی:

معاشی استحصال اور ظلم کی روک تھام کے لیے افراد کو ہنر اور مختلف تیکنیکی عملی شعبوں کی تربیت دیکر معاشی ظلم کو شکست دی سکتی ہے، اس سے ریاست پر بھی بوجھ کم پڑے گا اور معاشرتی معاشی حق تلفی کا تدارک بھی ممکن بن جائے گا۔

3۔ حکومتی زمہ داری:

یہ ریاستی زمہ داری ہے کہ وہ سماج کے پڑھے لکھے اور ہنر افراد کو روزگار مہیا کرے اور اس کے ساتھ ساتھ ایسے عملی اقدامات اپنائے جس سے رشوت اور کرپشن جیسی موزی امراض سے نجات مل سکے۔

4۔ باہمی تعاون سے تدارک

قرآن حکیم مال کو نیک کاموں میں خرچ کرنے کی تاکید کرتا ہے، اس لیے ہر صاحب اسطاعت اپنے مال سے معاشرے کے ضرورت مند افراد تک پہنچائے تاکہ دوسرے افراد بھی مستفید ہوں اور منفی امور سے دور ہیں۔

اس کے علاوہ عصر حاضر میں معاشرے میں بڑھتے ہوئے اس فعل کے عام ہونے کی حصاروں کو روکنے کے لیے خطبا، علما، مبلغین و واعظین اپنے خطبوں میں عوام الناس کو اس کے حقائق کو دین کے ہر زاویے کی روشنی میں واضح کریں، تاکہ عوام کو اس فعل کی حقیقت کا علم ہو جائے۔ اور اس سے اجتناب کیا جائے۔

([1]) محمد شہزاد، دعایئں قبول کیوں نہیں ہوتی؟، ادارہ زاویہ ۲۰۱۲ لاہور، ص ۴۴

مبحث دوم: معاشرتی سطح پر ظلم کا حل

اسلامی شریعت میں قتل کا حل مندرجہ ذیل نکات کی شکل میں پیش ہے:

☆معاشرتی زندگی میں قتل کی سب سے بڑی وجہ حق تلفی حقوق ہے خواہ اس کا تعلق کسی بھی شعبے میں ہو۔اس لیے حقوق کی ادائیگی میں اس فعل اور اس کے انجام سے ہی خلاصی ممکن ہے۔اور اس فعل سے بغیر کسی شرعی عذر کے قتل نہ کیا جائے۔جیسا کہ ارشاد ہے:

﴿ وَلَا تَقْتُلُوا النَّفْسَ الَّتِیْ حَرَّمَ اللّٰهُ اِلَّا بِالْحَقِّ ﴾[1]

ترجمہ: اور کسی جان کو جس کا مارنا اللہ نے حرام کر دیا ہے ہرگز ناحق قتل نہ کرنا

☆بغیر کسی شرعی عذر کے کسی کے حق کو ضائع اور حق تلفی کر کے کسی کی جان کو قتل کرنا گناہ کبیرہ ہے جس کی دین اسلام مکمل طور پر نہ صرف حوصلہ شکنی کرتا ہے۔بلکہ اس کے بارے میں صریحاً قباحت کے ساتھ اتنی سخت وعید آئی کہ اللہ تعالیٰ نے ایسے شخص کا ٹھکانہ جہنم قرار دیا۔ جسکی تائید اس آیت سے ظاہر ہے۔ارشاد الٰہی ہے:

﴿ وَ مَنْ یَّقْتُلْ مُؤْمِنًا مُّتَعَمِّدًا فَجَزَآؤُه جَهَنَّمُ خٰلِدًا فِیْهَا وَ غَضِبَ اللّٰهُ عَلَیْهِ وَ لَعَنَه وَ اَعَدَّ لَه عَذَابًا عَظِیْمًا ﴾[2]

ترجمہ: اور جو کوئی کسی مومن کو قصداً قتل کر ڈالے، اس کی سزا دوزخ ہے جس میں وہ ہمیشہ رہے گا، اس پر اللہ تعالیٰ کا غضب ہے، اسے اللہ تعالیٰ نے لعنت کی ہے اور اس کے لئے بڑا عذاب تیار رکھا ہے

☆اسلامی حدود شریعہ کی ایک امتزاجی خوبی یہ بھی ہے کہ یہ زندگی کے ہر شعبے میں عدل کو مقدم رکھنے کے ساتھ ساتھ معتدل روش اختیار کرنے کی تاکید کرتی ہے۔اسی عدل کو قائم رکھنے کے لیے ایک حد قصاص کی شکل میں ہے۔ جس کا مقصد مظلوم کو اس کا حق ملنے کے علاوہ معاشرے کے امن کو نہ صرف بحال، مضبوط، استحکام اور قیام کو فروغ دینا ہے بلکہ اس سے معاشرے کو اس کی فطری تقاضوں کی روشنی میں قائم رکھنا بھی ہے۔

اس سے معاشرہ سنگین جرائم سے پاک ہوتا ہے بلکہ ایسے کئی دیگر مسائل کی حوصلہ شکنی ہوتی ہے۔اسی لیے اللہ تعالیٰ خود فرماتے ہیں:

﴿ وَ لَكُمْ فِی الْقِصَاصِ حَیٰوةٌ یّٰۤاُولِی الْاَلْبَابِ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ ﴾[3]

ترجمہ: قصاص میں تمہارے لیے زندگی ہے اس باعث تم (قتل ناحق سے) رکو گے

---

(1) سورۃ الاسراء:۱۷/۳۳

(2) سورۃ النساء:۴/۹۳

(3) سورۃ البقرہ:۲/۱۷۹

مذکورہ بالا آیت میں جہاں اللہ تعالیٰ اس حد کی اہمیت کو واضح فرمارہے ہیں۔ وہاں اس کو ہر صورت اپنانے کی بھی تاکید فرمارہے ہیں۔ اور جو ایسا نہیں کرتے ان کے بارے میں کتنی سخت تنبہ اور انجام سے نوازہ ہے۔ جس کا اندازہ اس آیت سے لگایا جاسکتا ہے:

﴿وَ مَنْ لَّمْ يَحْكُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْكٰفِرُوْنَ﴾ (1)

ترجمہ: جو اللہ کے نازل کیے ہوئے احکامات کے مطابق فیصلہ نہ کرے وہ ظالم ہیں

☆ جرائم کی حوصلہ شکنی ہر سطع پر کی جائے تاکہ دوسروں کی حق تلفی نہ ہو، ہر فرد سماج اس میں اپنا کردار ادا کرے۔

☆ ریاستی سطح پر جاری جرائم کی تمام شرعی حدود کا اطلاق عملا کیا جائے، تاکہ دوسرے دوسروں کے لیے عبرت ہو۔ اور اسلامی شرعی عدل کا قیام عمل میں لایا جائے جس سے سماج میں ظلم کی فضا ختم ہو جائے۔

(1) سورۃ المائدہ: ۵/ ۴

مبحث سوم: خاندانی سطح پر ظلم کا سدباب

☆دین اسلام ایک روشن دین ہے اور جہاں یہ زندگی کے سارے مسائل کا حل دیتا ہے وہاں اس فرسودہ رسم کی نہ صرف حوصلہ شکنی کرتا ہے بلکہ اس کا حل بھی فراہم کرتا ہے۔ شریعت ہی کی پیروی اور اس کی پاسداری اصل مقصد حیات ہے اور اس عمل کو کیا جائے جس کا حکم دیا گیا جب کہ اس سے دور اور رک جانا چاہیے جس سے منع کیا گیا۔ جیسا کہ ارشاد ربانی ہے:

﴿وَ مَآ اٰتٰىكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ وَ مَا نَهٰىكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا﴾[1]

ترجمہ: اور تمہیں جو کچھ رسول دے لے لو، اور جس سے روکے رک جاؤ

اسی طرح ایک اور جگہ ارشاد الٰہی ہے:

﴿لَّقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللَّهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ﴾[2]

ترجمہ: یقیناً تمہارے لئے رسول اللہ میں عمدہ نمونہ (موجود) ہے

طلاق کے رجحان کو کم کرنے کی صورتیں

☆ یہ مشاہدے سے ثابت ہوا ہے کہ عموما طلاق کی جہاں کئی اور وجوہات ہیں ان میں ایک فریقین کے درمیان عدم برداشت ہے یہ عدم برداشت ہی کا نتیجہ ہے کہ فریقین کے درمیان سادہ مسائل پیچدگیوں کو جنم دیتی ہے اور یون نوبت طلاق کی حد تک پہنچ جاتی ہے اور خاندان راہیں جدا کر لیتے ہیں۔ لہذا فریقین کو عدم برداشت کی بجائے باہمیرواداریبردباری، صبر و تحمل اور دل برداشت کی روش کو اپنانا چاہیے اور سیرت امہات المومنین کی ازواجی حیات مبارکہ کو سامنے نمونہ رکھ کر پیروی کی جاےئ تاکہ ایسی نوبت نہ آئے۔

☆ اخلاق انسان کے کردار کا زیور ہے اور زبان کا صحیح استعمال اس کی عملی اظہار ہے یہ انسان کا وہ کرداری جوہر ہوتا ہے کہ اس سے معاشروں کے توڑ جوڑ کا گہرا تعلق ہے اور اس کے صحیح استعمال سے معاشرے کی تعمیری ترقی ہوتی ہے اور اس کے غلط استعمال سے معاشرے کا شیرازہ بکھر جاتا ہے جس کی عملی معاشرتی مثال طلاق ہے۔ طلاق کی بڑھتی ہوئی شرح میں بد اخلاقی کا نمایاں کردار ہے لہذا اخلاق کو اعلی سے اعلی پیش کیا جائے۔

---

(1) سورۃ الحشر: ۵۹/ ۷

(2) سورۃ الاحزاب: ۳۳/ ۲۱

باہمی مصلحت:

فریقین کو چاہیے کہ باہمی معاملات و حقوق تلفی کے اختلافات کو اپنے درمیان رکھیں اور معاہدہ صلح نہ کہ اس کی تشہیر کریں اس سے معاملات کو حل کرنے میں آسانی ہوتی ہے۔ اور خوش اسلوبی سے حل کیا جائے تا کہ تنازعات مزید طوالت کو نہ فروغ دیں۔

☆ بعض دفعہ ناچاقی دونوں فریقین کی طرف سے حقوق کے عدم ادائیگی کی وجہ سے سامنے آتی ہے۔ ایسی صورت میں دونوں قصوروار ہوں تو ایک (ذمہ دار) مرد کی طرف سے ایک حکم (ذمہ دار) عورت کی طرف سے مقرر ہوں اور وہ مصالحت اور بحالی حقوق کے ساتھ ساتھ پوری پوری کوشش کریں۔ کہ فریقین کے درمیان صلح ہو جائے اور یوں اس فعل کی توبت سے چھٹکارہ مل جائے

جیسا کی اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿ وَ اِنْ خِفْتُمْ شِقَاقَ بَيْنِهِمَا فَابْعَثُوْا حَكَمًا مِّنْ اَهْلِهٖ وَ حَكَمًا مِّنْ اَهْلِهَاۚ اِنْ يُّرِيْدَآ اِصْلَاحًا يُّوَفِّقِ اللّٰهُ بَيْنَهُمَا ﴾[1]

ترجمہ: اور اگر شوہر بیوی میں مخالفت پاؤ تو ایک منصف مرد کے کنبہ سے تجویز کرو اور ایک عورت کے کنبہ سے اگر وہ دونوں صلح کرانی چاہیں گے تو اللہ بھی ان کو صلح کی توفیق دے گا

مندرجہ بالا بحث سے یہ بات سامنے آتی ہے کہ اسلام ہی ہر معاملے میں مکمل رہنمائی فراہم کرتا ہے اور ہر شعبہ زندگی کو اس کا مقام دیتا ہے۔

---

(1) سورۃ النساء: ۴/ ۳۵

فصل دوم

اخلاقی ظلم کا تدارک

مبحث اول: اخلاقی تربیت و معاشرے کی ذمہ داری

دین اسلام کی روشن تعلیمات کو اپنانے سے ظلم غیبت سے بچنا ممکن ہے جو ذیل میں نکات کی شکل میں ہیں۔

☆ غیبت کی اولین وجوہات میں سے حسد اور بدگمانی بھی ہے، جس سے دوسروں کے نہ صرف اخلاقی حق تلفی یقینی ہوتی ہے، بلکہ اس کی شریعت میں ممانعت ہے۔ یہی صفات مذمومہ انسان کو اس اخلاقی ظلم کا سبب اور اس کی طرف مانوس اور ترغیب دیتی ہیں۔ لہذا حسد اور بدگمانی سے بچنا چاہیے۔ جس کی تائید اس حدیث سے ہوتی ہے۔

((عن انس ، ان النبي صلى الله عليه وسلم، قال: " لا تَحاسدُوا، وَلا تناجشُوا، وَلا تَباغَضُوا، وَلا تَدابرُوا، وكُونُوا عِبادَ اللَّه إخوانا))[1]

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ کہتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم نہ ایک دوسرے پر حسد کرو اور نہ غیبت کرو اور نہ بغض رکھو اور اللہ کے بندے بھائی بن کر رہو

☆غیبت کے متعلق فرمان الٰہی اور ارشادات نبوی کی وعیدوں کو اتنا عام کیا جائے کہ نہ صرف اللہ کے ہاں جوابدہی اور اس کے دنیوی واخروی نقصانات کا ملنا اتنا یقینی ہو جائے کہ اس کا نام کا سننا بھی ناگوار محسوس ہونے لگے۔

قرآن حکیم میں فرمان باری تعالیٰ ہے:

(وَ الَّذِيْنَ هُمْ عَنِ اللَّغْوِ مُعْرِضُوْنَ)[2]

ترجمہ: جو لغویات سے منہ موڑ لیتے ہیں

اسی طرح ایک اور جگہ فرمایا ہے:

﴿ وَ لَا تَقْفُ مَا لَيْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ اِنَّ السَّمْعَ وَ الْبَصَرَ وَ الْفُؤَادَ كُلُّ اُولٰٓىِٕكَ كَانَ عَنْهُ مَسْـُٔوْلًا ﴾[3]

ترجمہ: جس بات کی تجھے خبر ہی نہ ہو اس کے پیچھے مت پڑ۔ کیونکہ کان اور آنکھ اور دل ان میں سے ہر ایک سے پوچھ گچھ کی جانے والی ہے

حدیث میں لوگوں کی غیبت بیان کرنے اور عیب ٹٹولنے والوں کے متعلق ان سخت الفاظ میں تنبیہ بیان ہوئی ہے۔

---

(1) بخاری محمد بن اسماعیل، صحیح بخاری، کتاب البر، باب نہی التحاسد، ج۳، ص ۳۴۵، حدیث ۱۰۰۳

(2) سورۃ المومنون: ۲۳/ ۳

(3) سورۃ الاسراء: ۱۷ / ۳۶

((قال رسول الله :" لَمَّا عُرِجَ بِي مَرَرْتُ بِقَوْمٍ لَهُمْ أَظْفَارٌ مِنْ نُحَاسٍ يَخْمِشُونَ وُجُوهَهُمْ وَصُدُورَهُمْ فَقُلْتُ مَنْ هَؤُلَاءِ يَا جِبْرِيلُ قَالَ هَؤُلَاءِ الَّذِينَ يَأْكُلُونَ لُحُومَ النَّاسِ وَيَقَعُونَ فِي أَعْرَاضِهِمْ))[1]

ترجمہ: آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ جب مجھے سفر معراج کی رات اوپر لے گیا تو جہانوں میں میرا چلن ایسے لوگوں پر ہوا جن کے ناخن تانبے کے تھے اور وہ ان ناخنوں سے اپنے چہروں کو کھرچ رہے تھے ان کی اس حالت کو دیکھ کر میں نے پوچھا کہ جبرائیل یہ کون لوگ ہیں انہوں نے جواب دیا کہ یہ وہ لوگ ہیں جو لوگوں کا گوشت کھاتے یعنی لوگوں کی غیبت اور برائی کرتے ہیں ان کی عزت و نفس کے پیچھے پڑے رہتے ہیں

☆ امر بالمعروف و نہی عن المنکر اور دعوت الی اللہ کو عام کیا جائے اور دوسروں کی اخلاقی حق تلفی جو کے ظلم ہے کے اثرات کو ایسا بیان کیا جائے کہ عام فرد بھی اس سے بچنے کی کوشش کرے۔

(1) ابو داؤد، سنن ابی داود، کتاب الادب، باب فی الغیبۃ، ج۴، ص۲۷۶، حدیث۴۸۷۸

مبحث دوم: اخلاق حسنہ کی ترویج اور اسلامی تعلیمات

☆دیانت داری ہی حسن کردار ہے اور اسوہ حسنہ اس کی عملی نمونہ ہے، لہذا اسی کو اپنانا چاہیے۔

☆ اسلامی تعلیمات کی جھوٹ پر مبنی تمام وعیدوں اور اس کے انجام اتنا عام کیا جائے کہ اس فعل سے بچنا آسان ہو جائے۔ مثلاً جیسا کہ حدیث نبوی ہے:

((عن عبد الله رضى الله عنه عن النبى صلى الله عليه وسلم قال : إنَّ الصدق يهدي إلى البرِّ، وإنَّ البرَّ يهدي إلى الجنة، وإنَّ الرجل ليصدق حتى يكون صِدِّيقًا، وإنَّ الكذب يهدي إلى الفجور، وإنَّ الفجور يهدي إلى النار، وإنَّ الرجل ليكذب حتى يكتب عند الله كذَّابًا)) (1)

ترجمہ: عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: "بلاشبہ سچ آدمی کو نیکی کی طرف بلاتا ہے اور نیکی جنت کی طرف لے جاتی ہے اور ایک شخص سچ بولتا رہتا ہے یہاں تک کہ وہ صدیق کا لقب اور مرتبہ حاصل کر لیتا ہے اور بلاشبہ جھوٹ برائی کی طرف لے جاتا ہے اور برائی جہنم کی طرف اور ایک شخص جھوٹ بولتا رہتا ہے، یہاں تک کہ وہ اللہ کے یہاں بہت جھوٹا لکھ دیا جاتا ہے"

اب اس حدیث کی سخت وعید کے بعد کوئی بدنصیب ہی ہو گا کہ اس فعل کی طرف رغبت کرے۔ کیونکہ اس کو اس عمل کے انجام کا علم سامنے آگیا اور اسے اس کے بعد اللہ کے ہاں اس کا مقام کیا ہے۔ اس وعید کے بعد وہ جھوٹ سے بچے گا۔ اسی طرح ایک اور حدیث اس کی تائید کرتی ہے

((عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، عَنِ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم قَالَ " آيَةُ الْمُنَافِقِ ثَلاَثٌ إِذَا حَدَّثَ كَذَبَ، وَإِذَا وَعَدَ أَخْلَفَ، وَإِذَا اؤْتُمِنَ خَانَ))(2)

ترجمہ: ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: منافق کی تین نشانیاں ہیں، جب بولتا ہے جھوٹ بولتا ہے، جب وعدہ کرتا ہے تو وعدہ خلافی کرتا ہے اور جب اسے امین بنایا جاتا ہے تو خیانت کرتا ہے

☆ جھوٹ چونکہ سارے منکرات کا تخم ہے اس لیے اس کی قباحت سے ہر ممکن بچنا چاہیے۔

☆ انسان کا کردار ہی انسان کے باطن کا عکس ہوتا ہے، اس سے انسان کی سماج میں ایک مقام ہوتا ہے اس کے مقابل جھوٹے انسان پر کوئی اعتبار نہیں ہوتا۔

---

(1) بخاری محمد بن اسماعیل، صحیح بخاری، کتاب الادب، باب الغیبہ ج۳، ص ۳۴۲، حدیث ۵۹۸،

(2) حجاج بن مسلم، صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب خصائل المنافق، ج۱، ص ۱۳۸، حدیث ۲۱۰

☆ غیبت جیسے اخلاق مذمومہ کی افرادی و اجتماعی لحاظ سے حوصلہ شکنی کی جائے تا کہ اس جھوٹ سے بھی انسان بچ جائے۔

☆ اس کے علاوہ حسد، بغض اور کینہ پروی جیسے اخلاق رزیلہ سے دور رہا جائے اور اخلاق حسنہ کو ہی اپنایا جائے۔

مندرجہ بالا بحث سے یہ بات عیاں ہوتی ہے کہ عدم ادائیگی حقوق کے نتیجے میں اثرات جیسے قتل کی شکل میں ظلم ہر ذی فہم انسان کے سامنے ہے اور ذرائع ابلاغ میں روزانہ کے اخبارات، جرائد، سوشل، الیکٹرانک و پرنٹنگ میڈیا اس سے بھرے نظر آتے ہیں۔ جو اس ناپسندیدہ و قبیح فعل کے محرکات کی نشاندہی حقوق کو روکنے یا ذیادتی کرنے کے بعد سامنے آتا ہے اخلاقی پامالی و ظلم ہی کا نتیجہ ہے کہ خاندانی تنازعات کی بنیاد پر عدالتی نظام میں جھوٹی گواہی دینے، جھوٹا بہتان باندھنے سے قتل و غارت جیسے حالات رونما ہو رہے ہیں۔ اخلاقی ظلم جیسے حسد، لالچ حرص و طمع وغیرہ جب انسان کے کردار میں راسخ ہو جاتے ہیں تو انسان پھر انسانیت کی معراج سے سفاکی و بربریت کی تمام حدود کو نہ صرف پامال کرتا بلکہ اس سے مسائل اور خرافات کو تقویت ملتی ہے اخلاقی ظلم معاشرتی ظلم کو فروغ د سبب بنتا ہے۔ اسی معاشرے میں بدامنی اور فساد بے چینی کا پھیلانا بھی ظلم ہے، جس کے اسباب معاشرتی، معاشی، اخلاقی اور سیاسی شعبوں میں ظلم وزیادتی اور حقوق کی پامالی ہے۔ جس کے نتیجے میں سماج کے افراد چوری، ڈاکہ، شراب جیسے امور کے ساتھ خودکشی کا آلہ کار بن کے دوسروں کے ہاتھوں انتشار، افراتفری اور دامنی کو فروغ دیتے ہیں، جو کہ موجودہ حالات میں عیاں ہے حقوق عامہ میں ناجائز تصرف ہوتا ہے، رشوت ، کرپشن، بدعنوانی، سود، قمار وغیرہ کو حرام قرار دینے کی اہم وجہ یہ ہے کہ وہ حقوق عامہ کے لیے مضر ہیں، ان کے نتیجہ میں چند افراد پلتے بڑھتے ہیں، اور پوری ملت مفلس ہوتی ہے اس کے علاوہ عصر حاضر میں معاشرے میں بڑھتے ہوئے اس فعل کے عام ہونے کی حصاروں کو روکنے کے لیے خطبا، علما، مبلغین وواعظین اپنے خطبوں میں عوام الناس کو اس کے حقائق کو دین کے ہر زاویے کی روشنی میں واضح کریں، تاکہ عوام کو اس فعل کی حقیقت کا علم ہو جائے۔ اور اس سے اجتناب کیا جائے۔

نتائج مقالہ

(Result & finding)

مقالہ ہذا کے مندرجہ ذیل نتائج ہیں۔

1۔ ظلم کا مفہوم کسی کو اس کے حق سے محروم رکھنا اور دوسروں کے حق کو ضائع کرنا ہے ۔

2۔ انفرادی و اجتماعی لاعلمی و فقدان حق تلفی اور ظلم کی آبیاری کرتا ہے۔

3۔ مادی اور دنیاوی لالچ و طمع بھی دوسروں کے حق تلفی کا سبب بنتی ہے۔

4۔ ظلم کا اطلاق اعتقاد، عبادات اور معاشرت سب میں دوسروں کے عدم ادا حق سے وجود لیتا ہے۔

5۔ ذاتی مفادات، خواہشات اور امیدوں سے ظلم النفس اور معاشی ظلم موجود میں آتا ہے۔

6 ۔ غیر اللہ کی طرف ذاتی ضرورتوں کی وجہ سے انسان اعتقادی حق اللہ کو ضائع کرتا ہے ۔

7 ۔ معاشرتی و معاشی عدم حق سے سماجی مسائل اور ظلم کا پروان چڑھتا ہے۔

8۔ ذات بالنفس کی عدم تربیت سے انسان دوسروں کے حق کو ضائع کرتا ہے۔

9۔ معاشرتی مسائل کی اصل اور بنیادی وجہ لاعلمی و انجام حق تلفی ہے۔

10۔ اخلاقی گراوٹ اور عائلی زندگی کا عدم استحکام بھی عدم تربیت اخلاق سے ہے، جس سے اخلاقی ظلم جنم لیتا ہے۔

11۔ ریاستی عدم فراہمی انصاف بھی سماجی زیادتی کا سبب ہے۔

12۔ اسلامی تعلیمات اور انجام سے بے خبری ظلم کو تقویت دیتی ہے۔

سفارشات

(Recommendation)

مقالہ ہذا کی درج ذیل سفارشات ہیں۔

1۔ اعتقادی اور عباداتی ظلم کے خاتمے کے لیے ضروری ہے کہ خاندانی سطح پر انسان کی تربیت پر توجہ دی جائے۔

2۔ حکومتی سطح پر ظلم کی مختلف صورتوں کے خاتمے کو یقینی بنایا جانے کی ضرورت ہے، نیز عدل و انصاف کو نافذ العمل بنانے کے لیے ٹھوس بنیادوں پر قانون سازی کرے۔

3۔ موجودہ تناظر میں ذیادتی جیسی ظلم کی اشکال کا خاتمہ اور مجرموں کو واقعی سزا دی جائے، تاکہ معاشرہ میں آئندہ حالات میں یہ اقدامات باعث عبرت بن سکیں۔

4۔ ذرائع ابلاغ کے اداروں کو چاہئیے اپنا ذمہ درانہ کردار ادا کرتے ہوئے معاشرے میں ظلم کے خاتمے اور تدارک کے لیے نصیحت آموز پروگراموں کا اہتمام کرے۔

5۔ حکومتی اداروں کو چاہیے کہ جعلی پیروں کے خلاف سخت اقدامات اٹھائے تاکہ لوگ ان جعلی ہتھکنڈوں کے ہاتھوں استعمال ہونے سے بچ سکیں۔

6۔ علماء، فقہاء مقررین، خطبا اور واعظین اپنے اپنے توسط اور ذمہ داریوں کو مدنظر رکھتے ہوئے معاشرے میں ظلم کو عیاں کریں تاکہ ظلم وجملہ حقوق تلفی سے بچا جاسکے۔

فہارس مقالہ

فہرست آیات

فہرست احادیث مبارکہ

فہرست اعلام

فہرست اصطلاحات

فہرست مصادر و مراجع

فہرست آیات مبارکہ

شمار	آیت کریمہ	سورۃ	آیت نمبر	صفحہ نمبر
1	اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ----------------------------------	الفاتحہ	1	97
2	وَإِذْ قَالَ مُوسَى لِقَوْمِهِ يَاقَوْمِ ----------------------------	البقرہ	54	16
3	وَمَا كَفَرَ سُلَيْمَانُ---	البقرۃ	102	92
4	وَ لَكُمْ فِى الْقِصَاصِ حَيٰوةٌ ----------------------------	البقرۃ	179	152
5	وَإِذَا سَأَلَكَ عِبَادِي عَنِّي ----------------------------	البقرۃ	186	85
6	وَلَا تَأْكُلُوا أَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ ----------------------------	البقرۃ	188	12
7	لَا إِكْرَاهَ فِي الدِّينِ قَدْ تَبَيَّنَ الرُّشْدُ مِنَ الْغَيِّ --------------	البقرۃ	256	10
8	عْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الظّٰلِمِيْنَ----------------------------------	عمران	61	149
9	رَبَّنَا مَا خَلَقْتَ هٰذَا ------------------------------------	آل عمران	191	45
10	يَا أَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوا رَبَّكُمُ الَّذِي ------------------------	النساء	1	112
11	فَانْكِحُوْا مَا طَابَ لَكُمْ ----------------------------	النساء	3	137
12	إِنَّ الَّذِينَ يَأْكُلُونَ أَمْوَالَ الْيَتَامَىٰ ---------------------------	النساء	10	09
13	وَعَاشِرُوهُنَّ بِالْمَعْرُوفِ-------------------------------------	النساء	19	132
14	وَلَا تَأْكُلُوا أَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ----------------------	النساء	29	105
15	فَلَا وَرَبِّكَ لَا--	النساء	65	64
16	وَإِن تُصِبْهُمْ حَسَنَةٌ يَقُولُوا هٰذِهِ -------------------------	النساء	78	113
17	مَآ اَصَابَكَ مِنْ حَسَنَةٍ -------------------------------	النساء	79	46
18	يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ -----------------------------	المائدہ	35	47
19	سَمّٰعُونَ لِلْكَذِبِ أَكّٰلُونَ لِلسُّحْتِ----------------------------	المائدہ	42	120
20	وَتَرٰى كَثِيْرًا مِّنْهُمْ--	المائدہ	62	125
21	الذين آمنوا ولم يلبسوا إيمانهم----------------------------	الانعام	82	148

56	162	الانعام	قُلْ إِنَّ صَلَاتِي وَنُسُكِي --	22
8	32	الاعراف	قَالَا رَبَّنَا ظَلَمْنَا أَنفُسَنَا --------------------------------	23
20	131	الاعراف	فَإِذَا جَآءَتۡهُمُ ٱلۡحَسَنَةُ--------------------------------	24
108	172ا	الاعراف	أَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ قَالُوا --	25
83	180	الاعراف	وَلِلَّهِ الْأَسْمَاءُ الْحُسْنَىٰ --	26
26	18	يونس	وَ يَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ --------------------------------	27
20	106	يونس	وَ لَا تَدْعُ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا --------------------------------	28
20	108	يونس	وَإِن يَمْسَسْكَ اللَّهُ بِضُرٍّ --------------------------	29
26	106	يوسف	وَمَا يُؤْمِنُ أَكْثَرُهُم --	30
60	20	النحل	وَٱلَّذِينَ يَدۡعُونَ مِن دُونِ ٱللَّهِ ------------------------------	31
12	90	النحل	إِنَّ ٱللَّهَ يَأۡمُرُ بِٱلۡعَدۡلِ --	32
63	91	النحل	وَأَوۡفُواْ بِعَهۡدِ ٱللَّهِ --	33
46	13	الاسراء	وَكُلَّ إِنسَانٍ أَلْزَمْنَاهُ --	34
107	27	الاسراء	وَ اٰتِ ذَا الْقُرْبٰى حَقَّه وَ الْمِسْكِيْنَ ----------------------	35
31	33	الاسراء	وَلَا تَقْتُلُوا النَّفْسَ الَّتِي حَرَّمَ اللَّهُ -------------------------	36
142	36	الاسراء	وَ لَا تَقْفُ مَا لَيْسَ لَكَ --------------------------------	37
30	35	الكهف	وَدَخَلَ جَنَّتَهُۥ وَهُوَ ظَالِمٞ لِّنَفۡسِهِۦ --------------------------	38
29	121	طٰہ	فَأَكَلَا مِنۡهَا فَبَدَتۡ لَهُمَا--------------------------------	39
69	29	الحج	وَلۡيُوفُواْ نُذُورَهُمۡ ------------------------	40
148	30	الحج	وَٱجۡتَنِبُواْ قَوۡلَ------------------------------------	41
116	74	الحج	مَا قَدَرُواْ ٱللَّهَ --	42
148	3	المومنون	وَ الَّذِيْنَ هُمْ عَنِ اللَّغْوِ --------------------------------------	43
75	117	المومنون	وَمَن يَدۡعُ مَعَ ٱللَّهِ إِلَٰهًا ------------------------------	44
56	220	الشعرا	إِنَّهُۥ هُوَ ٱلسَّمِيعُ ٱلۡعَلِيمُ ----------------------------------	45

29	44	النمل	قَالَتْ رَبِّ اِنِّیْ ظَلَمْتُ نَفْسِیْ -------------------------------	46
49	67	النمل	قَالُواْ ٱطَّيَّرۡنَا بِكَ وَبِمَن -----------------------------------	47
46	16	القصص	قَالَتْ رَبِّ اِنِّیْ ظَلَمْتُ نَفْسِیْ ------------------------------	48
61	17	العنکبوت	إِنَّ ٱلَّذِينَ تَعۡبُدُونَ مِن دُونِ ٱللَّهِ------------------------------	49
62	41	العنکبوت	مَثَلُ ٱلَّذِينَ ٱتَّخَذُواْ مِن --	50
138	21	الروم	وَ مِنْ اٰیٰتِهٖ اَنْ خَلَقَ لَكُمْ------------------------------------	51
19	30	الروم	أَقِمْ وَجْهَكَ لِلدِّينِ حَنِيفًا ------------------------------------	52
149	38	الروم	وَ اٰتِ ذَا الْقُرْبٰى حَقَّه --------------------------------------	53
49	41	الروم	ظَهَرَ الْفَسَادُ فِي الْبَرِّ--	54
25	13	لقمان	إِنَّ ٱلشِّرۡكَ لَظُلۡمٌ عَظِيمٌ--	55
90	21	الاحزب	لَّقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللَّهِ -----------------------------	56
47	37	سباء	وَمَآ أَمۡوَٰلُكُمۡ وَلَآ أَوۡلَٰدُكُم------------------------------------	57
27	14	فاطر	إِن تَدۡعُوهُمۡ لَا يَسۡمَعُواْ ----------------------------------	58
102	38	فاطر	إِنَّ ٱللَّهَ عَٰلِمُ --	59
07	24	ص	قالَ لَقَدْ ظَلَمَكَ بِسُؤَالِ نَعْجَتِكَ ----------- ---------------	60
48	3	الزمر	أَلَا لِلَّهِ ٱلدِّينُ ٱلۡخَالِصُ-------------- -----------------------	61
78	38	الذمر	قُلۡ أَفَرَءَيۡتُم مَّا تَدۡعُونَ مِن------------------------------------	62
46	52	الذمر	أَوَلَمْ يَعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ يَبْسُطُ -----------------------------	63
38	12	فصلت	وَزَيَّنَّا السَّمَاءَ الدُّنْيَا --------------------------------------	64
97	46	فصلت	مَّنۡ عَمِلَ صَٰلِحًا فَلِنَفۡسِهِۦ------------------------------------	65
118	11	الشوریٰ	لَيْسَ كَمِثْلِهِ شَيْءٌ ---	66
102	21	الشوریٰ	أَمْ لَهُمْ شُرَكَاءُ شَرَعُوا --------------------------------------	67
49	30	الشوریٰ	وَ مَآ اَصَابَكُمْ مِّنْ مُّصِيبَةٍ فَبِمَا -----------------------------	68

78	48	الشوریٰ	لِّلَّهِ مُلْكُ ٱلسَّمَٰوَٰتِ وَٱلْأَرْضِ----------------------------------	69
94	5	الاحقاف	وَمَنْ أَضَلُّ مِمَّن يَدْعُواْ مِن ------------------------------------	70
18	12	الحجرات	وَلَا تَجَسَّسُواْ وَلَا يَغْتَب--	71
28	52	النجم	وَقَوْمَ نُوحٍ مِّن قَبْلُ--	72
153	7	الحشر	وما اتكم الرسول --------------------------------------	73
87	7	التغابن	زَعَمَ ٱلَّذِينَ كَفَرُوٓاْ أَن --	74
10	1	الطلاق	وَتِلْكَ حُدُودُ ٱللَّهِ وَمَن---	75
69	7	الدھر	يُوفُونَ بِالنَّذْرِ وَيَخَافُونَ ----------------------------------	76
72	23	نوح	وَقَالُوا لَا تَذَرُنَّ ---	77
59	3	الکوثر	فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَانْحَرْ---	78
15	4-1	الاخلاص	قُلْ هُوَ اللّٰهُ أَحَدٌاللّٰهُ الصَّمَد ---------------------------	79

فہرست احادیثِ مبارکہ

نمبر شمار	متن حدیث	نام کتاب	صفحہ نمبر
1	آیة المنافق ثلاث	صحیح بخاری	150
2	ابغض الحلال الی الله	سنن ابی داؤد	139
3	اتدرون ما الغیبة	سنن نسائی	145
4	اتدرون ما المفلس	صحیح مسلم	140
5	اجتنبوا الموبقات الشرك	صحیح بخاری	144
6	الْعِيَافَةُ وَالطِّيَرَةُ وَالطَّرْقُ مِنَ الْجِبْتِ	سنن ابی داؤد	89
7	الظلم ظلمات يوم القيامة	صحیح بخاری	122
8	إن من خياركم احسنكم	صحیح بخاری	127
10	إن الصدق يهدي إلى البر	صحیح بخاری	140
11	كُلُّ مَوْلُودٍ يُولَدُ عَلَى	صحیح بخاری	20
12	لا تحاسدوا، ولا تباغضوا	صحیح بخاری	148
13	لا تحلفوا بآبائكم، ولا	سنن ابی داؤد	95
14	لا عدوى ولا طيرة	صحیح بخاری	87
15	لعن الله اليهود والنصارى	صحیح بخاری	50
16	لعنة الله على الراشي والمرتشي	سنن ابی داؤد	72
17	من اتى كاهنا فصدقه	سنن ابی داؤد	46
18	مَنْ اقْتَبَسَ شُعْبَةً عِلْمًا	سنن ابی داؤد	87
19	من حلف بغير الله فقد اشرك	سنن ابی داؤد	57
20	مَنْ نَذَرَ أَنْ يُطِيعَ اللَّهَ	صحیح بخاری	70
21	نَذَرَ رَجُلٌ أَنْ يَذْبَحَ	سنن ابی داؤد	66
22	وَاعْلَمْ أَنَّ الْأُمَّةَ لَوِ اجْتَمَعَتْ	جامع ترمذی	53

اعلام

صفحہ نمبر	نام	نمبر شمار
36	ابن ابی ابو بکر محمد القرطبی	1
34	ابو الفداء، اسماعیل بن عمر بن کثیر	2
38	قاضی ثناءاللہ پانی پتی	3

اصطلاحات

صفحہ نمبر	معانی	الفاظ	نمبر شمار
51	الوسيلة : المنزلة عند الملك، والوسيلة : الدرجة، والوسيلة : القربة ۔	الوسیلة	1
88	أمر: الأَمْرُ: معروف، نقيض النَّهْيِ. أَمَرَه به وأَمَرَهُ"	أمر	2
58	حلف: الحِلْفُ والحَلِفُ	حلف	3
46	شگون لفظ 'شگن' سے اخذ ہے جس کا معنی فال اور 'اچھی خبر دینے والا' کے ہیں۔	شگون	4
3	ظلما مشتق سے ہے، جس کا مطلب اصل سے دور رکھنا اور محروم رکھنا	ظلم	5
116	فسد: الفسادُ: نقيض الصلاح	فسد	6
92	التی تنورت بنور القلب حتی انخلعت عن صفاتها الذميمة وتخلقت بأخلاقها الحميدة	نفس المطمنہ	7
90	لوم: اللَّومُ واللَّوْماءُ: العَذْلُ. لامَه على	لوم	8
63	نذر: النَّذْرُ: النَّحْبُ، وهو ما يَنْذِرُه الإِنسان فيجعله على نفسه	نذر	9

مصادر و مراجع

القران الکریم

- اصلاحی، امین، احسن، قاموس الفاظ واصطلاحات و قرآن، دارہ التذ کیرہ لاہور،۲۰۰۵
- الرازی، مختار الصحاح، ا(مترجم) عبد الرزاق، پروفیسر دارلاشاعت کراچی ۲۰۰۳
- الزبیدی، تاج العروس جواہر القاموس، ادارہ ارشادو الانبا، کویت
- القرطبی، ابی ابو بکر، محمد بن، الجامع لاحکام القرآن،(مترجم) کرم شاہ، محمد، پیر، ضیا القرآن، لاہور ۲۰۱۲
- المنذری، الترغیب والترھیب،(مترجم) خان، رضا، مفتی اکبر بک اردو بازار، لاہور ۲۰۱۳
- ابوعبد الرحمٰن احمد بن شیعت بن علی النسائی، نسائی،(مترجم) مولانا محمد بوستان، ادارہ، ضیا القرآن، لاہور ۲۰۰۶
- ابو جعفر الطحاوی، عقیدہ طحاویہ،(مترجم) فرید احمد، مجلس التحقیق اسلامی، ماڈل ٹاؤن، لاہور
- ابوعبد اللہ محمد بن یزید ابن ماجہ، ابن ماجہ،(مترجم) مولانا محمد قاسم، ادارہ العلم، لاہور ۲۰۰۳
- ابوعیسیٰ الترمذی، جامع الترمذی، (مترجم) از مولانا بدیع الزمان، ادارہ، ضیا احسان، لاہور ۲۰۱۱
- اسرار احمد، بیان القرآن، ادارہ قرآن اکیڈیمی، لاہور ۲۰۰۸
- اشرف علی تھانوی، حقوق العباد، ادارہ اسلامیات، لاہور ۲۰۱۷
- اشرف علی تھانوی، آداب المعاشرت، ادارہ اشاعت، کراچی ۲۰۲۰
- اصفہانی، راغب المفردات القرآن،(مترجم) فیروزپوری عبدہ، اسلامی اکیڈمی، لاہور ۲۰۰۹
- امام موفق الدین ابن قدامہ، لمعتہ الاعتقاد،(مترجم) ابو المکرم بن عبد الجلیل، دار السلفیہ، ممبی، انڈیا
- امین احسن اصلاحی، تدبر قرآن، ادارہ فاران فاونڈیشن، لاہور ۲۰۰۹
- البخاری، اسماعیل، محمد بن، صحیح بخاری،(مترجم) ظہور الباری، مولانا، ادارہ مصباح العلم، لاہور ۲۰۰۹
- بشیر احمد لودھی، توحید اور ہم، دار السلام، لاہور ۲۰۰۷
- بلیاوی، المنجد لوئیس معلوف،(مترجم) عبد الحفیظ مولانا مکتبہ قدوسیہ لاہور،۱۹۹۹ ،
- بلیاوی، مصباح الغات، عبد الحفیظ، مکتبہ قدوسیہ لاہور،۱۹۹۹،
- ابن تیمیہ، قبروں کی زیارت اور صاحب قبر سے فریاد، (مترجم) صادق، ثمر الجالیات، ربوہ، ریاض، سعودی عرب ۱۹۹۹
- تھانوی، اشرف علی، اغلاط العوام، معارف القرآن، کراچی ۲۰۰۳
- ثنا اللہ پانی پتی، تفسیری مظہری،(مترجم) الجلالی، عبد الوائم، سید، مولانا، ادارہ اشاعت، کراچی ۱۹۹۹
- جمیل، محمد، جادو کی تباکاریاں اور اس کا شرعی علاج، تالیفات اکیڈیمی اقبال ٹاؤن، لاہور
- حسین، اشفاق، یہ نہیں ہے شرک تو پھر شرک کس کا نام ہے؟ دعوۃ الاسلام، مونا تھمن، یو۔پی، انڈیا ۲۰۰۴
- حنبل، بن، احمد المسند احمد، (مترجم)، مولانا ظفر اقبال، مکتبہ رحمانیہ، لاہور ۲۰۰۸

- خان، موسیٰ، اسلام میں عورت کی حثیت، دعا پبلی کیشنز، لاہور ۲۰۰۴
- دہلوی، احمد، سید، مولوی فرہنگ آصفیہ، اردو سائنس بورڈ، اپر مال روڈ لاہور، ۲۰۱۰
- ذہبی، کبیرہ گناہ اور ان کا علاج، (مترجم) تبسم، محمد، حدیبیہ پبلیکیشنز، اردو بازار، لاہور ۲۰۰۳
- سعید بن علی، توحید کا نور اور شرک کی تباکاریاں، (مترجم) ابو عبد اللہ عنایت، مکتبہ اسلامیہ، ۲۰۱۴، لاہور
- سلیمان بن اشعت، ابی داؤد، (مترجم) مولانا عمر فاروق، ادارہ، دار السلام، لاہور ۲۰۱۱
- شیخ محمد نسیب الروعی، وسیلہ کی حقیقت، (مترجم) مختار احمد، دار السلفیہ، ممبی، انڈیا ۲۰۰۸
- صالح بن الفوزان جادو ٹونہ کے اثرات، (مترجم) محمد بن اسماعیل، ادارہ لوح و قلم، لاہور ۲۰۰۰
- صدیقی، عبد الخالق، شرک کے چور دروازے، دار التوحید، لاہور ۲۰۱۴
- صلاح الدین، قبر پرستی ایک حقیقت پسندانہ جائزہ، دار السلام، لاہور ۱۹۹۷
- عبد الحئی، غیبت کیا ہے؟، ادارہ تالیفات اشرفیہ، ملتان ۲۰۰۳
- عبد الوہاب، بن، محمد، کتاب التوحید، (مترجم) احمد، شبیر، طارق اکیڈیمی، فیصل آباد ۱۹۸۴
- عماد الدین، ابن کثیر، تفسیر القرآن العظیم، (مترجم) مولانا محمد جونا گڑھی، مکتبہ قدوسیہ، لاہور ۱۹۹۹
- عمران ایوب، توحید و شرک کے احکام و مسائل، دار الفقہ والحدیث ۲۰۰۹، لاہور
- فارس ابن احمد معجم مقائیس اللغۃ، دار الجبل بیروت، لبنان
- فیروز الدین، مولوی، الحاج، فیروز لغات، فیروز سنز، کراچی
- القادری، طاہر، مبادیات عقیدہ توحید، منہاج القرآن، لاہور ۲۰۰۶
- کریمی، احمد، مشتاق، مولانا عقیدہ یا جہالت، د، الکتاب انٹرنیشنل، جامعہ نگر، نئی دہلی، انڈیا ۲۰۱۶
- کیرانوی، قاسمی، وحید الزمان، القاموس الوحید، ادارہ اسلامیات، کراچی ۲۰۰۷
- گوہر رحمٰن، حقیقت توحید و سنت، ادارہ معارف اسلامی منصور، طبع دوم ۱۹۸۹، لاہور
- مبارکپوری، غازی عزیر، جادو کی حقیقت، دار السلام، لاہور ۱۹۹۹
- مبشر حسین، جہیز کی تباکاریاں، مبشر اکیڈیمی لاہور
- محمد اسلم غیبت کے نقصانات، دعوۃ توحید اکیڈیمی، اسلام آبا
- محمد بن مکرم، ابن منظور، لسان العرب، دار صادر بیروت، لبنان
- محمد شفیع، معارف القرآن، ادارہ المعارف القرآن کراچی، ۲۰۰۸
- محمد طاہر القادری، کتاب التوحید، ادارہ منہاج القرآن، ۲۰۰۷، لاہور
- محمد نور قبر پرستی، پروفیسر، فیض اللہ اکیڈیمی لاہور
- محمد الیاس حقوق العباد اور ان کی اہمیت، مکتبہ الیاس، کراچی ۲۰۱۹
- محمود قاسم سید، اسلامی انسائیکلوپیڈیا، شاہکار بک فاؤنڈیشن کراچی، ۱۹۸۴،

- مسلم بن حجاج بن مسلم قشیری صحیح مسلم،،(مترجم)وحید الزمان، ادارہ، اسلامی کتب خانہ،لاہور ۲۰۰
- میر ٹھی، سجا، دزید العابدین قاضی، قاموس القرآن، دالاشاعت، کراچی، ۲۰۱۱
- نعمانی، محمد عبد الرشید، لغات القرآن مولانا، دالا اشاعت، کراچی ۲۰۰۴
- نقوی احمد امین، اسلام کا بنیادی عقیدہ توحید خالص، الکتاب انٹرنیشنل، جامعہ نگر، دہلی، انڈیا
- وحید الدین، قرآن کا مطلوب انسان، مکتبہ الرسالہ ۱۹۸۶، ویسٹ نظام الدین، نئی دہلی، انڈیا
- یوسف، صلاح الدین، اسلامی آداب معاشرت، دارالسلام، ۲۰۰۷،لاہور
- یوسف، صلاح الدین، توحید وشرک کی حقیقت، دارالسلام،لاہور ۲۰۱۸

رسائل:

- احمد قاسمی، زبی، رمولانا، ماہنامہ دار لعلوم، دار لعلوم دیوبند انڈیا، مئی ۲۰۱۶
- ربانی، اکبر ماہنامہ محدث، محدث لائبریری لاہور، ستمبر ۲۰۰۱
- عمران الٰہی، ماہنامہ محدث، محدث لائبریری، لاہور، ۱۲ جنوری ۲۰۱۲
- نسرین، رابعہ، ماہنامہ دختران اسلام، منہاج القرآن، لاہور، مئی ۲۰۱۶

اخبارات

- روزنامہ اوصاف راولپنڈی ۲۷ جنوری ۲۰۱۹
- روزنامہ اساس راولپنڈی ۱ اپریل ۲۰۱۹
- روزنامہ پاکستان راولپنڈی ۲۰ مارچ ۲۰۱۹
- روزنامہ جنگ، راولپنڈی، ۱۷ فروری ۲۰۱۸، ص ۲

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆